ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 24.....شمارہ نمبر 02 .....فروری 2017 .....قیمت 5روپے

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2017 - Registered No. CPL-13

یہ سب کب رکے گا؟

سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ترقی پسند سیاسی جماعتوں نے سلمان حیدر اور
دیگر ترقی پسند کارکنان کی بازیابی کے لیے پُرامن احتجاجی مظاہرے کیے

فروری

4فروری	**کینسر کا عالمی دن**
6فروری	**خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن**
13فروری	**ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)**
20فروری	**سماجی انصاف کا عالمی دن**
21فروری	**مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)**

17 جنوری 2017، لاہور: ''پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک: وفاقی وصوبائی قوانین کا تجزیہ'' کے موضوع پر ایک مشاورت منعقد کی گئی

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقتدار اعلٰی کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پر امن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(1) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلٰی تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

بلاگرز کی بازیابی، خوف کی فضا کے خاتمے کا مطالبہ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے گزشتہ دو ہفتوں کے دوران متعدد بلاگرز کی گمشدگی سے سول سوسائٹی کے کارکنوں میں پائے جانے والے عدم تحفظ پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور ان کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا ہے۔

ہفتہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''حکام یقیناً اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ گزشتہ چند دنوں کے دوران کم از کم چار بلاگرز کی جبری گمشدگی کے بعد دیگر بلاگرز اور کارکنان شدید عدم تحفظ اور خوف کا شکار ہیں۔

''اس تشویش کا سبب صرف چاروں بلاگرز کی گمشدگی ہی نہیں بلکہ اس کی وجہ ان کے خلاف آن لائن چلائی جانے والی مذموم مہم بھی ہے۔

جس کسی نے بھی ان چار افراد کو لاپتہ کیا ہے اس نے پاکستان کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اغواء کاروں کے اقدام نے نہ صرف پاکستان کی ساکھ کو ناقابل بیان نقصان پہنچایا ہے بلکہ ہمیں ایسی قوموں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے جہاں سائبر؟؟ پر اظہار خیال کارکنوں کو شدید خطرات سے دوچار کر دیتا ہے۔

یہ بات انتہائی اہم ہے کہ منتخب حکومت سمیت تمام ریاستی عناصر اور سیکیورٹی ادارے اس بات کی وضاحت کریں کہ ریاستی ایجنسیوں کو ان گمشدگیوں کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا جا رہا ہے۔ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ ان لاپتا افراد کے خاندانوں یا سول سوسائٹی نے ایجنسیوں کے ملوث ہونے کا شبہ کیوں ظاہر کیا ہے۔

''اگر ان لاپتا بلاگرز نے مبینہ طور پر کوئی غلط کام کیا بھی ہے تو بھی انہیں اس طرح سے حراست میں لیے جانے کو منصفانہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ایسا ہوا بھی ہے تو قانون پر عمل درآمد کیا جانا چاہئے اور عدالتوں کو یہ موقع دیا جانا چاہئے کہ وہ ان افراد کے مقدمے کی جانچ کریں۔

''یہ بات سب کے مفاد میں ہے کہ لاپتا بلاگرز کو بلا تاخیر بازیاب کرایا جائے۔ اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ قومی مفاد کسی استثنیٰ کے بغیر قانون کی حکمرانی اور باضابطہ کارروائی کو یقینی بنانے میں ہے۔

''ایچ آر سی پی حکومت میں موجود قابل لوگوں پر بھی زور دیتا ہے کہ وہ سماجی کارکنوں اور بلاگرز کو یقین دہانی کرائیں کہ حکومت ان کے حقوق کی پامالی کو روکنے اور انہیں ایک ایسا محفوظ ماحول فراہم کرنے کی قابلیت رکھتی ہے جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں اور انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کر سکیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 14 جنوری 2017]

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں	5
جبری گمشدگیاں دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں	7
ہدایت نامہ برائے مسنگ پرسن	8
بچوں کے حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ	9
پاکستان کے ننھے غلام	11
عورتیں	14
انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس	18
پاکستان میں بڑھتی ہوئی عدم رواداری: اسباب کیا ہیں، مضمرات کیا ہیں	25
نیشنل ایکشن پلان کی اصل ناکامی کیا ہے؟	26
جنگل میں بچاؤ کا طریقہ	27
خودکشی کے واقعات	30
اقدام خودکشی	34
پھانسی سے محبت	37
جھانسا اور انٹرنیٹ	38
پوشیدہ پرتیں	39
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	40
جنسی تشدد کے واقعات	41
چند انتخابی اصلاحات	45
بچے	46
اقلیتیں	48
تعلیم	49
صحت	51
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

انسانی حقوق کے کارکنوں کی فوری بازیابی یقینی بنائی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے گذشتہ چند دنوں کے دوران لاہوراور اسلام آباد میں انسانی حقوق کے چار کارکنوں کی گمشدگی پرتشویش کا اظہار اوران کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا ہے۔

پیرکو جاری ہونیوالے ایک بیان میں کمیشن نے کہا:"ایچ آرسی پی کو 04 جنوری کو وقاص گورایا اور عاصم سعید، جمعہ کو سلمان حیدر جبکہ بروز ہفتہ رضا نصیر کی گمشدگی پر شدید تشویش لاحق ہے۔ چاروں افراد سوشل میڈیا پر حکام، انتہا پسندی اورعدم برداشت کے سلسلے میں اپنی تنقیدی آراء کے اظہار کےحوالے سے جانے جاتے تھے۔

ایچ آرسی پی ان کے اغواء میں ملوث عناصر کی نشاندہی کرنے کی حالت میں نہیں ہے، مگر پاکستان خاص طور پرانسانی حقوق کے کارکنوں کے لیے کبھی بھی ایک محفوظ ملک نہیں رہا۔ کئی کارکنوں کوان کے کام کی بدولت قتل کیا گیا، زخمی کیا گیا اوردھمکیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ بدقسمتی سے یہ کارروائیاں ہمیشہ غیرریاستی عناصر کی طرف سے سرزدنہیں ہوتی رہیں۔

گزشتہ ہفتے کے واقعات اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ خطرات سوشل میڈیا میں بھی پھیل چکے ہیں۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ چاروں واقعات کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہے،لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ اس پہلو کو بھی دیکھا جائے گا۔

اس وقت سب سے اہم بات چاروں افراد کی بازیابی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکام فوری طور پر اس حوالے سے اقدامات کریں گے۔

’’دھمکیاں اورتشدد کبھی بھی پاکستان کے کارکنوں کواپنے خیالات کے اظہار اوران مسائل کی نشاندہی سے نہیں روک سکیں جن کا اظہار ایک مہذب معاشرے کے باشعور شہریوں کو کرنا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ گزشتہ چند دنوں میں پیش آنے والے واقعات سے یہ صورتحال تبدیل نہیں ہوگی۔ تاہم عین اسی وقت ایچ آرسی پی حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے محافظین اور کارکنوں کو تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری کو پورا کرے۔‘‘

[پریس ریلیز۔ لاہور۔09 جنوری2017]

لاہورشہر کی بندش سے عوام کے شاہراہوں کے استعمال کا حق متاثر ہوا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس امر پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے کہ حکام نے بروز بدھ لاہور بند کرنے کے لیے انتہائی غیر ذمہ دارانہ طریقہ کار اختیار کیا۔ حکام کے اقدام کا بظاہر مقصد ایک احتجاج کو رکوانا تھا۔

جمعرات کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا:’’حکومت نے بدھ کے روز صوبائی دارالحکومت میں احتجاج کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں شہر کوعملاً بند کرنے کے لیے جوطریقہ اختیار کیا ہے، اسے ایچ آرسی پی کو شدید دکھ پہنچا ہے۔

’’ایچ آرسی پی ہجوم کو کنٹرول کرنے کے حکومتی طریقہ کار سے کبھی بھی مطمئن نہیں رہا اور کمیشن نے حکومت سے بارہا اپیل کی ہے کہ وہ اقوام متحدہ اور دیگر اداروں کے ساتھ منسلک ماہرین کی سفارشات پر عملدرآمد کرے احتجاجی مظاہروں کو طاقت یا غیر متناسب استعمال کے یا لوگوں کی نقل وحرکت کی آزادی کو متاثر کیے بغیر احتجاجی مظاہروں کے کنٹرول سے متعلق ہیں۔

اگرچہ دنیا بھر میں احتجاج کو کنٹرول کیا جاتا ہے تاہم اس کے لیے پورے شہر کی ٹریفک کو بند نہیں کردیا جاتا۔ لوگ تین گھنٹوں تک ٹریفک میں پھنسے رہے مگر نہ تو انہیں شہر کی بندش کی وجوہات کے بارے میں بتایا گیا اور نہ ہی متبادل راستوں سے آگاہ کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سڑک پر سفر کرنے والوں کی تکالیف کو کم کرنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے اور نہ ہی کام کے دن کئی گھنٹوں کے ضیاع پر کوئی توجہ دی گئی۔

ایچ آرسی پی اس بات پر زور دیتا ہے کہ عام شاہراہوں کا استعمال ہر شہری کا حق ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت بدھ کو پیش آنے والی ناخوشگوار صورتحال سے سبق سیکھے گی اور مستقبل کے لیے ایک پالیسی تشکیل دے گی تاکہ لوگوں کی مشکلات کو کم کیا جاسکے، یہاں تک کہ ایسی صورتحال میں بھی جب احتجاج کو کنٹرول کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور05 جنوری2017]

☆☆☆

جبری گمشدگیاں دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں

آئی۔اے۔رحمان

پانچ سماجی کارکنوں/ بلاگرز کی جبری گمشدگی پر بعض ممالک کا اظہارِ تشویش شاید پاکستان کے لیے تعجب انگیز بات ہو مگر برہم ہونے کی بجائے، اسے اپنے دوست کی تشویش کی وجوہات معلوم کرنا چاہئیں۔

سکیورٹی خدشات کی بدولت پاکستان انکار کی پالیسی اختیار کر کے جبری گمشدگیوں کے معاملے میں عالمی برادری کی ملامت سے محفوظ رہا ہے۔ اس وقت خبروں کی زینت بننے والے پانچ کارکنوں کی تعلق کسی بھی کشیدگی زدہ علاقے (فاٹا/خیبر پختونخوا) یا جنگجوؤں کے آبائی علاقے (بلوچستان) یا علیحدگی پسندوں/قوم پرستوں (سندھ) سے نہیں ہے۔ پنجاب میں قانون کا تمسخر اڑانے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ، انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی وسیع پیمانے پر تشویش کا باعث بنی ہے۔

علاوہ ازیں، عالمی برادری پاکستان میں جبری گمشدگیوں پر کئی برسوں سے نظر رکھے ہوئے ہے۔

یو این ورکنگ کمیشن برائے جبری یا غیر ارادی گمشدگیاں (ڈبلیو جی ای آئی ڈی) نے 2012ء میں پاکستان کا دورہ کیا اور جبری گمشدگیوں کے میثاق کی توثیق اور جبری یا غیر ارادی گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کی سفارش سمیت متعدد سفارشات کی تھیں۔ ڈبلیو جی ای آئی ڈی نے جولائی 2016ء میں اپنی رپورٹ میں اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس کی متعدد سفارشات عملدرآمد نہیں کیا گیا۔

پاکستان نے 'شہری وسیاسی حقوق کے عالمی میثاق' کے تحت ابتدائی رپورٹ پیش کی تھی جس نے بعض معاملات کو جنم دیا۔ پاکستان سے ان معاملات کی وضاحت بھی طلب کی گئی تھی۔ میثاق کی دفعات 6، 7 اور 9 (زندگی کا حق، اذیت رسانی سے آزادی اور فرد کی آزادی وسکیورٹی کا حق، جبری گمشدگیوں) کے حوالے سے پاکستان سے کہا گیا کہ وہ والزامات کے سدباب کے لیے کئے گئے اقدامات پر معلومات فراہم کرے...... ان الزامات کا جواب دے کہ جبری گمشدگیوں کی کارروائیوں کا استعمال زیادہ تر سیاسی کارکنوں یا انسانی حقوق کے کارکنوں کو نشانہ بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ براہ مہربانی بتائیں کہ محبت شاہ کے کیس میں سپریم کورٹ کے دسمبر 2013ء کے فیصلے پر عملدرآمد کے لیے کیا اقدامات کئے گئے؟...... برائے مہربانی انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان، اس کے مینڈیٹ، اختیارات، تشکیل اور مالیاتی وانسانی وسائل کے بارے میں معلومات فراہم کریں۔

اس برس کونسل برائے انسانی حقوق میں پاکستان کی تیسری یونیورسل سلسلہ وار نظر ثانی کا انعقاد ہوگا۔ 2012ء کی نظر ثانی کے بعد کی گئی سفارشات کے نفاذ کے حوالے سے کئی سوالات کئے جائیں گے۔ جبری گمشدگیوں سے متعلقہ چار سفارشات کی گئی تھیں اور پاکستان نے ان سب کو قبول کیا تھا۔ جبری گمشدگی کو جرم قرار دینے اور انکوائری کمیشن کو بااختیار بنانے سے متعلقہ دو سفارشات کو تجاویز کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا جن پر ''پہلے ہی عملدرآمد کیا جا چکا ہے یا کیا جا رہا ہے''۔

ان میں سے کسی بھی سفارش پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ رواں برس ہونے والی یونیورسل سلسلہ وار نظر ثانی میں پاکستان کو جس صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کا اندازہ لگانا مشکل کام نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک کو بھی اس کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، صرف پاکستانی عوام کو اپنے حقوق سے محرومی کا ماتم کرنا پڑے گا۔

> حکومت کو جس پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کی ذمہ دار وہ خود ہوگی کیونکہ اس پریشانی سے بچنے کے لیے حکومت کے پاس کافی وقت تھا۔

حکومت کو جس پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کی ذمہ دار وہ خود ہوگی کیونکہ اس پریشانی سے بچنے کے لیے حکومت کے پاس کافی وقت تھا۔

چھ برس قبل، تین ریٹائرڈ، ججوں پر مشتمل ایک کمیشن کو جبری گمشدگیوں میں خفیہ ایجنسیوں کے ملوث ہونے کے شواہد ملے تھے اور کمیشن نے ''متاثرہ لوگوں کو گرفتار کرنے کے لیے پولیس اور ایجنسیوں کے غیر مہذب طریقہ کار'' اور دوران حراست انہیں اپنے اہل خانہ تک رسائی نہ دینے پر تشویش کا اظہار کیا تھا۔ کمیشن نے اس مسئلے کا قدرے معقول حل بھی تجویز کیا تھا۔

کمیشن نے کہا، ''جبری گمشدگیوں/ لاپتہ افراد کے مسئلے کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ خفیہ ایجنسیاں ضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر لوگوں کو گرفتار کرنے اور حراست میں لینے سے اجتناب کریں۔ یہ بہتر ہوگا کہ حکومت معلومات کے تبادلے کے لیے خفیہ ایجنسیوں کے لیے ایک طریقہ کار وضع کرے اور گرفتاریاں عمل میں لانے اور متعلقہ قانون کے تحت کارروائی کرنے کا کام پولیس پر چھوڑے''۔

کس چیز نے حکومت کو یہ معقول مشورہ قبول کرنے سے روکا ہے؟

جنوری 2012ء میں، صحافی سلیم شہزاد کے قتل پر قائم ہونے والے جسٹس ثاقب نثار کمیشن نے بھی حکومت کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ کمیشن نے کہا ''اگر ایجنسیاں قانون کے دائرہ کار سے مکمل طور پر بالاتر ہو کر کارروائیاں کرتی ہیں اور اپنے طرزِ عمل میں شفافیت اور جوابدہی کے احساس کو مدنظر نہیں رکھتیں تو وہ اپنے سب سے قیمتی اسٹریٹیجک اثاثے...... عوام کا اعتماد کھو سکتی ہیں، جن کے تحفظ کو یقینی بنانا ان کا فریضہ ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت ہمیں زیادہ جوابدہی کی ضرورت ہے چاہے اس کے لیے ہمیں رازداری کی کچھ حد تک قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے''۔

مزید برآں، کمیشن نے خفیہ ایجنسیوں کے لیے تین سطحوں پر جوابدہی کا نظام تجویز کیا: ''ایجنسی کے اندر اور متعلقہ وزارت کے وزیر کے سامنے؛ پارلیمانی کمیٹی کے سامنے (اور نتیجتاً پارلیمان اور عوام کے سامنے)؛ اور جوڈیشل فورم کے سامنے''۔

سینٹ نے ایجنسیوں کے کام کو باضابطہ بنانے کے لیے حکومت کو ایک مسودہ قانون ارسال کیا ہے اور کہا ہے کہ ''اگر حکومت نے مجوزہ قانون سازی کی حمایت نہ کی تو اسے ایوان میں پرائیویٹ ممبر بل کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا۔

حکومت کو خود سے ایک سادہ سا سوال پوچھنا چاہئے: جبری گمشدگی کے واقعے کی تحقیقات کی ہر کوشش خفیہ ایجنسیوں کو جوابدہ ٹھہرانے کے مطالبات پر منتج یوں ہوتی ہے؟

اب یہ خبریں سامنے آ رہی ہیں کہ پولیس اس شکایت کی چھان بین کر رہی ہے کہ پانچوں بلاگرز تضحیک مذہب کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس سے 2010ء میں کمیشن کی ایسے پولیس افسران پر کی گئی شدید تنقید یاد آ جاتی ہے جو کہ اس قسم کے معاملات میں ملوث تھے اور ایسے لوگوں کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کر کے دانشور اور بددیانتی کے مرتکب ہوئے جنہیں انٹیلیجنس ایجنسیاں اٹھائی تھیں اور طویل عرصہ بعد پولیس کے حوالے کر دیتی تھی۔

اگر پانچ بلاگرز کو اٹھانے والوں کے پاس انہیں ان کی آزادی سے محروم کرنے کا کوئی معقول جواز ہے تو وہ بلاگرز کے اہل خانہ کو مطلع کریں اور انہیں اپنے وکلاء تک رسائی دی جائے اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اس کی وضاحت کریں۔

بیرونی حکومتیں، اراکین پارلیمان اور سول سوسائٹی کے لوگ اتنی عقل رکھتے ہیں کہ وہ قانون کے تحت ہونے والی کارروائی کا احترام کریں گے اور ان کا مطالبہ صرف یہ ہوگا کہ مقدمات کا ٹرائل شفاف ہو اور مجرموں کو ان کے جرم کی شدت کے تناسب سے سزا دی جائے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

ہدایت نامہ برائے مِسنگ پرسن

محمد حنیف

ہر مہینے دو مہینے بعد فون آتا ہے۔ کِسی دوست کے دوست کا۔ کِسی جاننے والے کے جاننے والے کا۔ فلاں فلاں کو اُٹھا لیا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں اُس نے کبھی کوئی ایسا ویسا کام نہیں کیا، آپ کچھ مدد کر سکتے ہیں کِسی سے بات کر سکتے ہیں، کچھ مشورہ ہی دے دیں۔

دِل میں پہلا خیال آتا ہے کہ بھائی آپ نے مجھے فون کیوں کیا۔ کبھی نوجوانی میں مِسنگ پرسنز پر دو ڈھائی خبریں چلائی ہوں گی۔ میں کیا مِسنگ پرسنز کا ماما لگتا ہوں؟

ایک مسنگ پرسن کا اصلی اور بڑا ماما تھا جو ایک سبزی والی ریڑھی پر اپنے گمشدگان کی تصویریں سجائے پورے ملک میں گھومتا رہا۔ اب میں نے بھی باقی صحافیوں کی طرح اُس کا فون نمبر تک ڈیلیٹ کر دیا ہے۔

لیکن ظاہر ہے ایسی باتیں کِسی ایسے شخص سے نہیں کی جا سکتیں جس کا پیارا تازہ تازہ مِسنگ پرسن بنا ہو۔ دل میں خیال آتا ہے کہ اگر گھر کا پالتو جانور یعنی کتا، بلی بھی کہیں گم ہو جائے تو گھر میں کھانا نہیں پکتا، یہاں تو جیتا جاگتا ٹویٹ کرتا، فیس بک پر رہتا، میسج کا فوراً جواب دینے والا اِنسان غائب ہوا ہے۔

گھر والوں پر دہشت طاری ہے، دوست سوچ رہے ہیں کہ کاش ہم نے اُسے سمجھایا ہوتا۔ لیکن بندہ غائب ہے، اب کریں تو کیا کریں۔ میں چند اِنتہائی پریکٹیکل مشورے دیتا ہوں، جو میں نے ماضی میں مسنگ ہو جانے والے پرسنز کے والدین، ماموؤں، بھانجوں، یاروں سے سُنے ہیں ہوسکتا ہے اِن میں آپ کو کچھ منطق نظر آ جائے۔ مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ کوئی گارنٹی نہیں کہ اِن مشوروں پر عمل کرنے سے آپ کا بندہ زندہ سلامت واپس آ جائے گا لیکن جب کِسی کی جان کا مسئلہ ہو تو ہمیں باتیں مذاق میں نہیں اُڑانی چاہییں۔ آپ کے پاس وقت کم ہے اور مسنگ پرسن کے مسنگ ہونے کے بعد پہلے 72 گھنٹے اِنتہائی اہم ہیں۔

جیسے ہی آپ کو یقین آ جائے کہ آپ کا بندہ اپنی مرضی سے غائب نہیں ہوا بلکہ اُسے غائب کیا گیا ہے تو سب سے پہلے۔۔۔۔

1: شور مچائیں

کوئی ٹی وی والا دوست ڈھونڈیں، مِنت کریں کچھ اور نہیں تو ٹِکر ہی چلا دے۔ اخبار والوں کو پریس ریلیز بھیجیں جِس میں الزام تراشی سے گریز کریں۔ عاصمہ جہانگیر اور آئی اے رحمان کا فون نمبر، ای میل کِسی سے لیں اور اُن کو طویل کہانی مت سُنائیں، بنیادی حقائق بتائیں۔ اُنھیں ایسے بہت پیغام آتے ہیں۔ کوئی رحم دِل تھانیدار ایف آئی آر درج کرنے کو تیار ہے تو کروا لیں لیکن اِس سے کوئی فوری فائدہ نہیں ہونے والا۔ اپنے مسنگ پرسن کی کوئی اچھی تصویر ڈھونڈ کر پینا فلیکس والے کے پاس جائیں، پریس کلب کے باہر احتجاج پر کام آئے گی۔ موم بتیاں نہ خریدیں اور دُعا کریں کہ آنے والے دِنوں میں بھی نہ خریدنی پڑیں۔

اگر، اور یہ کم ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے کہ آپ کو مسنگ پرسن کے فون سے ایک کال آ جائے تو۔۔۔

2: خاموش ہو جائیں

بندہ اُٹھانے والوں نے آپ کو بتایا ہے کہ آپ کا بندہ زندہ ہے۔ اِس کو خوشخبری سمجھیں، یہ اعلان جنگ نہیں ہے۔ آپ یقیناً پوچھیں گے کہ کیوں اُٹھایا ہے کب چھوڑیں گے۔ پہلے سوال کا جواب آپ کو پتہ ہے، دوسرے سوال کا جواب وُہ نہیں دیں گے۔ اِس حدِ ادب کا تقاضہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔

3: نام مت پوچھیں

آپ کو شاید یہ لگے گا کہ آپ کا مسنگ پرسن اِتنا بھی مِسنگ نہیں ہے۔ تو آپ شاید مسنگ کرنے والے سے فری ہونے کی کوشش کریں۔ اُن کا نام پوچھیں۔ وُہ اپنا نام ساجد، ظفر یا اکبر بتائیں گے بہتری اِس میں ہے کہ آپ کو اُس کا صحیح نام پتہ نہ چلے وہ بھی اپنی نوکری کر رہے ہیں۔ آپ بھی وہی کر رہے ہیں جو آپ کو کرنا ہے۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ 72 گھنٹے گزر گئے، آپ کو آپ کے مسنگ پرسن کے فون سے کِسی ساجد، ظفر یا اکبر نے فون نہیں کیا۔ بینر، پوسٹر، نعرے تیار ہیں، ضرور کریں دوستوں سے مشورے اُس کے بعد احتجاج کا وقت طے کریں۔ لیکن اُس سے پہلے۔۔۔

> آپ اپنے بیانات میں اور تقریروں میں یقیناً اداروں پر الزام لگائیں گے لیکن ادارہ بھی افراد سے مِل کر بنتا ہے۔ جو چار پانچ لوگ ایک ویگو پر آئے تھے اور آپ کے بندے کو اُٹھا کر لے گئے وہ بھی یقیناً پاکستانی ہیں اور امکان غالب ہے کہ کم تنخواہ پر نوکری کر رہے ہیں۔

4: دُعا کریں

ہو سکتا ہے آپ کا مسنگ ہو جانے والا عزیز مذہب بیزار ہو، دُعاؤں سے زیادہ شاعری پر یقین رکھتا ہو لیکن فی الحال وہ غائب ہے۔ آپ کی دُعا شاید سُنی جائے شاید نہ سُنی جائے لیکن اِس سے آپ کو تھوڑا ذہنی سکون مِلے گا، خوف میں کمی واقع ہوگی۔ اِس کے بعد احتجاج پر نکلیں گلا کھول کر نعرے لگوائیں لیکن اِس احتجاج کے دوران ایک خیال رکھیں کہ۔۔۔

5: غائب کرنے والے کا احترام کریں

آپ اپنے بیانات میں اور تقریروں میں یقیناً اداروں پر الزام لگائیں گے لیکن ادارہ بھی افراد سے مِل کر بنتا ہے۔ جو چار پانچ لوگ ایک ویگو پر آئے تھے اور آپ کے بندے کو اُٹھا کر لے گئے وہ بھی یقیناً پاکستانی ہیں اور امکان غالب ہے کہ کم تنخواہ پر نوکری کر رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے آپ کو اچھا پاکستانی سمجھتے ہیں، کوئی سرکاری نوکری اِس لیے نہیں کرتا کہ وُہ اغوا کار بن جائے اور اپنے ہی ہم وطنوں کی ہڈیاں توڑے۔ وہ صِرف اُوپر والوں کے احکامات بجا لا رہا ہے، اوپر والے اپنے سے اوپر والوں کو خوش کر رہے ہیں۔ آپ بھی کِسی ادارے میں کام کرتے ہوں گے۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ ادارے ایسے ہی چلتے ہیں۔ اِس لیے لازم ہے کہ

6: فضول بحث سے پرہیز کریں

آپ مسلسل کہہ رہے ہیں کہ ہمارا بندہ معصوم ہے اِس نے کچھ نہیں کیا۔ اگر کچھ کیا ہے تو عدالت میں پیش کرو۔ دوسری طرف سے دلیل ایک ریٹائرڈ جنرل صاحب نے بڑی خوبصورتی سے ٹی وی پر دی کہ ہماری ایجنسیاں بندے نہیں اُٹھاتیں اور اگر اُٹھایا ہی ہے تو ظاہر ہے اغوا برائے تاوان کے لیے نہیں اُٹھایا۔ کوئی وجہ ہوگی۔

دونوں طرف سے بات ایک جیسی ہو رہی ہو، یہ ایک ہولناک ڈیڈ لاک ہے۔ اِس میں جان کا زیاں ہو جاتا ہے۔ بنیادی بات یاد رکھیں کہ آپ کے پاس اپنے بندوں کی تصویروں والے پوسٹر اور اخلاقی برتری ہے۔ بندہ اب بھی اُن کے پاس ہے۔ آپ کو بندہ واپس چاہیے یا ساری زندگی پوسٹر ہی لہراتے رہو گے۔ اِس لیے ہر صورت میں۔۔۔

7: اداروں سے ٹکراؤ سے بچیں

مِسنگ پرسنز کے ماما کا ایک بھانجا ہے نصر اللہ بنگلزئی۔ اُس کا چچا غائب ہو گیا تھا۔ آپ کو احتجاج کرتے ابھی ہفتہ ہی ہوا ہے نصر اللہ نے سالہا سال، پوسٹر لہرائے پٹیشنز کیں پھر ایک دِن اُس کی سُنی گئی، اُسے ایک میٹنگ میں بُلایا گیا جِس میں اتفاق سے ساجد، ظفر اور اکبر سب موجود تھے۔ نصر اللہ نے کہا کہ آپ لوگ میرے سامنے قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ آپ نے میرے چچا کو نہیں اُٹھایا میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ اگر آپ نے میرے چچا کو مار دیا ہے یا غلطی سے آپ کے ہاتھوں مارا گیا ہے تو مجھے وُہ جگہ دکھا دو جہاں اُس کو دبایا ہے میں فاتحہ پڑھوں گا اور گھر چلا جاؤں گا۔ ساجد، ظفر اور اکبر نے سر ہلاتے ہوئے کہا، افسوس ہے ہم آپ کو ایسے لگتے ہیں۔ نصر اللہ کو دس سال بعد بھی اپنا چچا نہیں مِلا۔

لیکن آپ مایوس نہ ہوں۔ جدوجہد جاری رکھیں اور جب آپ کا مسنگ پرسن واپس آ جائے تو خدا کا اور اداروں کا شکریہ ادا کریں لیکن اُن سے۔۔۔

8: سوال مت پوچھیں

آپ کے ذہن میں سیدھے سے سوال ہوں گے کیوں اُٹھایا تھا، کیا پوچھتے تھے، کھانے کو کیا دیتے تھے زیادہ ٹھکائی تو نہیں ہوئی وغیرہ لیکن جانے دیں۔ مسنگ پرسن اِن سب سوالوں کا جواب اِس لیے نہیں دے گا کیونکہ وہ دوبارہ مسنگ نہیں ہونا چاہتا۔ میں نے ایسے ہی خوش قسمت مسنگ پرسن سے ایسے سوال پوچھے تھے۔ اُس نے کہا جو بھی ہوا وہ زندگی میں ایک ہی بار ہونا چاہیے، دوبارہ کی ہمت نہیں ہے۔ وہ اِس شعر کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

کبھی لوٹ آئیں تو پوچھنا نہیں دیکھنا اُنھیں غور سے
جنھیں راستے میں خبر ہوئی کہ یہ راستہ کوئی اور ہے

9: دعا کرنا مت بھولیں

کچھ سال پہلے ہمارے ایک ہندو دوست مِسنگ ہو گئے تھے ہم جب بھی اُن کے گھر حال احوال کے لیے جاتے تو وہاں کبھی ختم قرآن ہو رہا ہوتا تو کبھی محفل میلاد۔ مجھے یقین ہے کہ کِسی اندر کے کمرے میں بھگوان کی پوجا بھی چل رہی ہو گی لیکن یاد رکھیں کہ اِس ملک میں رہ کر ہندوؤں نے بھی سیکھ لیا ہے کہ نجات کا ذریعہ یہی ہے۔ آپ بھی سیکھ لیں اور ہاتھ اُٹھائیں۔

(بشکریہ ہم سب)

بچوں کے حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ

(بچوں کے لئے آسان زبان میں)

تمام بچوں کے بلاتفریق یکساں حقوق ہیں اور یہ بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے معاہدے (میثاق) میں درج ہیں۔ یہ تمام حقوق ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور یکساں طور پر اہم ہیں۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 30 نومبر 1989 کو بچوں کے حقوق کا درج ذیل (معاہدہ) میثاق منظور کیا

آرٹیکل 01

18 برس سے کم عمر ہر فرد کو یہ تمام حقوق حاصل ہیں۔

آرٹیکل 02

تمام بچوں کو یہ حقوق حاصل ہیں، بلاامتیاز کہ وہ کون ہیں، وہ کہاں رہتے ہیں، ان کے ماں باپ کیا کرتے ہیں، وہ کونسی زبان بولتے ہیں، ان کا مذہب کیا ہے، آیا وہ لڑکا ہے یا لڑکی، ان کی ثقافت کیا ہے، آیا وہ معذور ہے، آیا وہ امیر ہیں یا غریب، کسی بچے سے کسی بنیاد پر غیر منصفانہ سلوک نہیں ہونا چاہئے۔

آرٹیکل 03

تمام بالغ افراد کو بچوں کے لئے وہ کرنا چاہئے جو اُن بچوں کے لئے بہتر ہے۔ جب بالغ فیصلے کرتے ہیں تو ان کو اس بارے میں سوچنا چاہیے کہ ان کے فیصلے بچوں پر کیا اثرات مرتب کریں گے۔

آرٹیکل 04

حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائے کہ آپ (بچوں) کے حقوق کی نگہداشت کی جائے، اسے آپ کے خاندان کی آپ کے حقوق کی حفاظت میں مدد کرنی چاہئے، اسے ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے جس میں آپ پروان چڑھ سکیں اور اپنی صلاحیتوں کو عمل میں لاسکیں۔

آرٹیکل 05

آپ کے خاندان کی ذمہ داری ہے کہ حقوق کو عمل میں لانے میں آپ کی رہنمائی کریں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آپ کے حقوق کی حفاظت ہو رہی ہے۔

آرٹیکل 06

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ زندہ رہیں۔

آرٹیکل 07

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کا ایک نام ہو اور سرکاری طور پر حکومت کو اسے تسلیم کرنا چاہیے۔ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کی قومیت (کسی ملک سے وابستگی) ہو۔

آرٹیکل 08

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کا تشخص ہو اور سرکاری ریکارڈ میں ہونا چاہیے کہ آپ کون ہیں اور یہ حق آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔

آرٹیکل 09

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ رہ سکیں جب تک کہ وہ آپ کے لیے ضرر رساں نہ ہوں۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ کسی خاندان کے ساتھ رہیں جو آپ کا ہمدرد ہے۔

آرٹیکل 10

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ ایسے ملک میں رہتے ہیں جہاں آپ کے والدین نہیں رہتے تو آپ اسی جگہ اکٹھے رہ سکیں۔

> آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ریڈیو، اخبارات، کتابوں، کمپیوٹر اور دوسرے ذرائع سے معلومات حاصل کریں جو آپ کی بہتری کے لیے اہم ہیں۔ بالغوں کو یقینی بنانا چاہیے کہ جو معلومات آپ حاصل کر رہے ہیں وہ ضرر رساں نہیں ہیں اور انہیں ضرورت کی معلومات کے سمجھنے اور حاصل کرنے میں آپ کی مدد کرنی چاہیے۔

آرٹیکل 11

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو اغواء ہونے سے بچایا جائے۔

آرٹیکل 12

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ اپنی رائے کا اظہار کریں اور بالغ افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ وہ آپ کی بات کو سنیں اور اسے سنجیدہ لیں۔

آرٹیکل 13

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ چیزیں جانیں اور جو کچھ آپ سوچیں اسے بات چیت، ڈرائنگ، تحریر سازی یا کسی اور ذریعہ سے دوسروں کے ساتھ شیئر کریں، جب تک کہ وہ کسی دوسرے کے لیے مضر یا نقصان دہ نہ ہوں۔

آرٹیکل 14

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا مذہب اور عقیدہ خود چنیں۔ آپ کے والدین کو یہ فیصلہ کرنے میں آپ کی مدد کرنی چاہیے۔

آرٹیکل 15

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ اپنے دوست خود چنیں اور ایسے گروپ تشکیل دیں جو دوسروں کے لیے ضرر رساں نہ ہو۔

آرٹیکل 16

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو خلوت میسر آئے۔

آرٹیکل 17

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ریڈیو، اخبارات، کتابوں، کمپیوٹر اور دوسرے ذرائع سے معلومات حاصل کریں جو آپ کی بہتری کے لیے اہم ہیں۔ بالغوں کو یقینی بنانا چاہیے کہ جو معلومات آپ حاصل کر رہے ہیں وہ ضرر رساں نہیں ہیں اور انہیں ضرورت کی معلومات کے سمجھنے اور حاصل کرنے میں آپ کی مدد کرنی چاہیے۔

آرٹیکل 18

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کے والدین اگر ممکن ہو تو آپ کی پرورش کریں۔

آرٹیکل 19

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ ذہنی و جسمانی بدسلوکی اور ضرر سے آپ کی حفاظت کی جائے۔

آرٹیکل 20

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ والدین کے ساتھ نہ رہ سکیں تو آپ پر خصوصی توجہ دی جائے اور آپ کی مدد کی جائے۔

آرٹیکل 21

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ لے پالک یا کسی اور کے زیر کفالت ہوں تو آپ کا خیال رکھا جائے اور آپ کی حفاظت کی جائے۔

آرٹیکل 22

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ پناہ گزیں ہیں، یعنی آپ کو اپنے گھر سے بے دخل اور دوسرے ملک میں رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے تو آپ کو خصوصی حفاظت اور مدد حاصل ہو اور اس صورت میں آپ کو دیگر حقوق بھی حاصل رہیں۔

آرٹیکل 23

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ معذور ہیں تو آپ کو

خصوصی تعلیم اور خصوصی توجہ دی جائے اور کنونشن میں شامل دوسرے تمام حقوق آپ کو حاصل رہیں تا کہ آپ بھرپور زندگی گزار سکیں۔

آرٹیکل 24

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو بہترین حفظانِ صحت، پینے کا صاف پانی، قوت بخش غذا، صاف اور محفوظ ماحول اور ایسی معلومات ملیں، جس سے آپ تندرست زندگی گزار سکیں۔

آرٹیکل 25

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ کسی کے زیر نگہداشت اور گھر سے دور ہیں تو آپ کو زندگی کی یہ آسائشیں حاصل ہوں، آپ پر مسلسل توجہ دی جائے اور دیکھا جائے کہ سب انتظامات آپ کے لیے مناسب ہیں؟

آرٹیکل 26

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ غریب یا ضرورت مند ہیں تو حکومت سے آپ کو مدد ملے۔

آرٹیکل 27

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو کھانا، کپڑے، رہنے کی محفوظ جگہ ملے اور آپ کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور آپ کو ایسے کئی کام کرنے میں رکاوٹ پیش نہ ہو جو دوسرے بچے کرتے ہیں۔

آرٹیکل 28

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو اچھی اور معیاری تعلیم ملے اور سکول جانے کے لیے آپ کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ آپ جس حد تک اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، حاصل کریں۔

آرٹیکل 29

آپ کی تعلیم آپ کی صلاحیتوں اور قابلیت کو بڑھانے میں مددگار ہونی چاہیے۔ اسے آپ کو پرامن زندگی گزارنے کے ماحول کو محفوظ رکھنے اور دوسروں کا احترام سکھانے میں بھی معاون ہونا چاہیے۔

آرٹیکل 30

آپ کو اپنی ثقافت، زبان اور مذہب پر عمل پیرا ہونے کا مکمل حق حاصل ہے۔ اقلیتوں اور متفرق گروہوں کو اس سلسلے میں خصوصی تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔

> آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ہر قسم کے استحصال سے محفوظ رہیں۔

آرٹیکل 31

آپ کو کھیلنے اور آرام کرنے کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل 32

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ایسے کام سے بچیں جو ضرررساں ہے اور جو آپ کی صحت اور تعلیم کے لیے مضر ہے۔ آپ کو حق حاصل ہے کہ اگر آپ کام کرتے ہیں تو بحفاظت رہیں اور مناسب اور منصفانہ اجرت حاصل کریں۔

آرٹیکل 33

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ مضرِ صحت ادویات کے استعمال اور اس کے کاروبار سے بچیں۔

آرٹیکل 34

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ جنسی زیادتی سے بچیں۔

آرٹیکل 35

کسی کو اجازت نہیں کہ آپ کو اغواء یا فروخت کرے۔

آرٹیکل 36

آرٹیکل 37

کسی کو اجازت نہیں کہ آپ کو ظالمانہ طریقے سے مارے یا ضرر پہنچائے۔

آرٹیکل 38

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ کو جنگ سے محفوظ اور آزاد رکھا جائے۔ 15 سال سے کم عمر فرد کو فوج میں جانے یا جنگ میں حصہ لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

آرٹیکل 39

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر آپ زخمی ہوں، آپ نظرانداز ہوئے ہوں یا آپ سے بدسلوکی ہوئی ہو تو آپ کی مدد کی جائے۔

آرٹیکل 40

آپ کے حقوق کے احترام پر مبنی عدالتی نظام میں آپ کو قانونی مدد اور منصفانہ سلوک کے حصول کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل 41

اگر آپ کے ملک کے قوانین آپ کے حقوق کی اس سے بہتر حفاظت کرتے ہیں جو کہ اس میثاق میں درج ہیں، تو ان قوانین کو جاری رہنا چاہئیں۔

آرٹیکل 42

آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ جانیں کہ آپ کے حقوق کیا ہیں۔ بالغ افراد کو ان حقوق کو جاننا چاہیے اور آپ کے جاننے میں مدد بھی کرنی چاہیے۔

آرٹیکل 43 تا 54

(حکومت اور یونیسف جیسے بین الاقوامی ادارے اس امر کو یقینی بنائیں گے کہ بچوں کے حقوق محفوظ رہیں)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجیے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پاکستان کے ننھے منے غلام

رضا رومی

پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی تو ایک عام سا قصہ ہے۔اور ہم بے انصافی اور غیر انسانی رویوں کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ اب کوئی واقعہ بھی ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔پچھلے ہفتے اسلام آباد کے ایک ایڈیشنل سیشن جج کے یہاں ایک دس برس کی نوکرانی پر تشدد کے واقعے کو میڈیا نے خواب اچھالا اور اب ماشااللہ پاکستان کے چیف جسٹس نے بھی اس کا نوٹس لے لیا ہے۔یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ اس ازخود نوٹس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔لیکن ماضی کی روایات کو سامنے رکھا جائے تو آپ اور میں ہم سب جانتے ہیں، ''میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں''۔

پاکستانی میڈیا کے چند حلقوں کے لئے ایک جج صاحب کے گھر میں تشدد ہونا ایک سنسنی خیز خبر سے زیادہ کچھ نہیں، خصوصاً جب سپریم کورٹ میاں نواز شریف کی کرپشن اور نا اہلیت کے مقدمات سن رہی ہے تو ایک نسبتاً جونیئر ڈسٹرکٹ جج کے یہاں تشدد کا واقعہ ایک اچھی سرخی کا کام دیتی ہے۔ سچ جانیے تو ہمارے اجتماعی رویوں پر اس واقعے سے کوئی خاص اثر نہیں پڑے گا۔جیسا کہ ہمارے علم میں ہے کہ پاکستان کی خوش حال مڈل کلاس چھوٹے چھوٹے بچوں کو نوکر بنانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی بلکہ تعلیم یافتہ اور جسے انگریزی میں upwardly mobile طبقہ کہا جاتا ہے وہاں بھی آپ کو ننھے ننھے بچے کام کاج کرتے دکھائی دیں گے۔چائلڈ لیبر تو ویسے بھی مغرب زدہ لوگوں اور این جی اوز کی بنائی ہوئی ایک بناوٹی کہانی ہے اور بچوں کے حقوق پر آواز اٹھانے والے اکثر بیرونی طاقتوں کے ایجنڈے پر کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔جب کہ یہ ننھے منے پھول جیسے بچے اور بچیاں تو خالصتاً پاکستانی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔اور یہ مت بھولیے کہ ہمارے دیہی سکولوں میں چھوٹے بچے اکثر اساتذہ کے گھروں کے کام کاج کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔مدارس کا تو ذکر خدارا بالکل نہ کیجئے گا کیوں کہ وہاں پر دین کی سربلندی پر دن رات محنت سے کام جاری ہے اور جو کچھ رات کی تاریکی میں بچوں پر بیتتی ہے یا دن کی روشنی میں ان سے مشقت کروائی جاتی ہے اس کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجئے۔

آج سے تقریباً چھ سال پہلے لاہور کے پوش علاقے ڈیفنس میں ایک وکیل صاحب کے یہاں ایک گیارہ سالہ شازیہ مسیح مردہ پائی گئی۔شازیہ مسیح کا قصور یہ تھا کہ وہ غریب بھی تھی، غیر مسلم بھی تھی اور اس کے ماں باپ ضرورت مند بھی تھے۔چند روز میڈیا نے اپنی روایتی سنسنی خیزی کے بعد اس واقعے کی کوریج کو ترک کر دیا۔بلکہ لاہور میں وکلا برادری نے بڑے بڑے جلوس برآمد کئے کہ جن وکیل صاحب کے ہاں بچی پر ظلم و تشدد ہوا ان کا احتساب کرنا تمام وکلا کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف تھا۔یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان کے ٹی وی چینلز چوبیس گھنٹے وکلا اور ججوں کی حمایت میں مصروف تھے کیوں کہ اس سے نادیدہ قوتوں کے بغضِ زرداری کو تسکین ملتی تھی۔کاش کہ شازیہ مسیح اور اس کے خاندان کو انصاف مل پاتا لیکن ایسا ہو نہ سکا۔

بچوں کے حقوق کی پامالی فقط پاکستان کا مسئلہ نہیں۔جنوبی ایشیا میں چائلڈ لیبر ایک حقیقت ہے۔2015 میں بچوں کے حقوق کے لئے سرگرم کارکن کیلاش ستھیارتھی کو نوبیل پیس پرائز سے نوازا گیا۔پاکستان میں اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی کیونکہ کیلاش نے یہ انعام ملالہ کے ساتھ وصول کیا اور ماشااللہ پاکستان میں تمام تر توجہ ایک اور 'ایجنٹ' ملالہ یوسفزئی پر مرکوز تھیں۔اور ملالہ بھی آخر ایک بچی ہی تھی جس پر دشنام طرازی میں حصہ ڈالنا ہر کسی نے اپنا قومی فریضہ سمجھا۔یقیناً پاکستان واحد ملک ہوگا جہاں پر ایک چودہ برس کی بچی کو پاکستان دشمن انٹیلی جنس ایجنسیوں کا نمائندہ قرار دیا گیا۔اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بچوں پر پیار اور شفقت برتنے میں ہم دنیا سے کتنے آگے ہیں۔

اسکول کا استاد ہو یا ایک شیر کی نگاہ سے دیکھنے والا باپ ہو یا مدرسے کے ڈنڈا بردار مولوی صاحب ہوں یا سڑک پر گشت کرنے والا پولیس کا سپاہی ہو، بچوں پر ہاتھ اٹھانے سے کوئی گریز نہیں کرتا۔دنیا بھر میں محققین نے ریسرچ سے ثابت کیا ہے کہ بچوں پر کئے جانے والے جسمانی اور نفسیاتی تشدد کے اثرات دیرپا ہوتے ہیں۔اور کسی بھی معاشرے کی اجتماعی صحت کے لئے شدید نقصان دہ ہوتے ہیں۔لیکن اس ریسرچ کا کیا فائدہ جو ملحدین اور کافروں کی عرق ریزی کا نتیجہ ہو کیوں کہ اس میں کہیں نہ کہیں عالم اسلام کے خلاف سازش کا امکان پیہم موجود ہے۔

طیبہ اور شازیہ مسیح کا قصور یہ ہے کہ ہم میڈیا کے ذریعہ ان کے نام جان گئے ہیں۔مگر لاکھوں ایسے بچے پاکستان میں آج بھی اینٹوں کے بھٹوں، کشادہ اور پرآسائش مکانوں، ورکشاپوں اور چھوٹے ہوٹلوں میں کام کر رہے ہیں۔ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو تقریباً زرخرید غلاموں والی زندگی گزار رہے ہیں۔ پاکستان میں ہم اسلام کی معاشی اور سماجی مساوات کا درس دیتے تھکتے نہیں۔لیکن ہمارے اردگرد ننھے غلام پائے جاتے ہیں اور ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کرنا چاہتے۔ایک عام تھیوری یہ ہے کہ اگر چائلڈ لیبر کو ختم کر دیا جائے تو غریب لوگ مزید مفلوک الحال ہو جائیں گے اور یہ ہماری معیشت کے لئے نقصان دہ ہوگا۔یہ سب مفروضے اپنی جگہ لیکن پاکستان کا آئین یہ کہتا ہے کہ ہر بچے کو تعلیم دینا ریاست کا فرض ہے۔اسی طرح ایک منصفانہ اور خوش حال معاشرے کی تشکیل بھی ریاست کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ پاکستان کے آئین میں ایک مکمل باب پرنسپلز آف پالیسی پر موجود ہے جس میں لوگوں کے لئے روزگار کے مواقعے پیدا کرنا بھی ریاست کے فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔آئین یہ بھی کہتا ہے کہ پارلیمان ہر سال اس بات کا جائزہ لے گی کہ کس حد تک ان اہداف پر عمل درآمد ہوا۔لیکن جب پارلیمنٹ میں امیر ترین لوگ موجود ہوں گے اور جن کو نکالنے کے لئے سول اور فوجی بیوروکریسی بے تاب ہوگی تو اس طرح کے سیاسی ماحول میں عام لوگوں کی کیا ہی شنوائی ہوگی۔

دراصل چائلڈ لیبر عدم معاشی اور سماجی مساوات اور دولت کے ارتکاز کا شاخسانہ ہے۔اور جب تلک پاکستان میں ایسی سیاسی تحریکیں وجود میں نہیں آئیں گی جو معاشرتی ناہمواریوں کو اپنے سیاسی ایجنڈے میں سرفہرست رکھیں گی، تب تلک ہم کئی اور غلاموں کی بھینٹ روزانہ چڑھاتے رہیں گے۔آج کے پاکستان کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں کی حکومتی اور اپوزیشن کی پارٹیاں موجودہ معاشی نظام میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتی ہیں۔چاہے وہ ذاتی طیارے کے مالک جہانگیر ترین ہوں یا ملک ریاض سے تحفے میں لاہور کا بلاول ہاؤس لینے والے ہوں یا ارب پتی شریف برادران ہوں۔یہ سب ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے اور استحصالی قوتوں کے علمبردار لوگ ہیں۔ان کی وقتی لڑائیاں کبھی جرنیلوں سے تو کبھی تاجروں سے یا کبھی افسروں سے کسی نظریہ یا حقیقی تبدیلی کی وجہ سے نہیں رہتیں بلکہ یہ سب پاکستان کے وسائل اور اقتدار پر قبضے کی کشمکش کی کہانی ہے۔جبھی تو حبیب جالب مرحوم نے آج سے بہت برس قبل یہ کہہ دیا تھا کہ

ہر بلاول ہے دیس کا مقروض
پاؤں ننگے ہیں بے نظیروں کے

(بشکریہ ہم سب)

بچوں کی حفاظت کے لیے قانون کا نہ ہونا قابل افسوس ہے

اسلام آباد دس سالہ کمسن گھریلو ملازمہ طیبہ پر ایڈیشنل سیشن جج راجہ خرم علی کی اہلیہ کی جانب سے مبینہ تشدد کے واقعے سے متعلق ازخود نوٹس کی سماعت کے دوران پاکستان کے چیف جسٹس میاں ثاقب نثار نے کہا ہے کہ گھروں میں کام کرنے والے بچوں کی حفاظت کے لیے کسی قانون کا موجود نہ ہونا قابل افسوس ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ایسے بچوں کے لیے قوانین نہ ہونے کی ذمہ دار عدلیہ پر نہیں بلکہ یہ قانون بنانے والوں کی غلطی ہے۔ چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ کا کہنا تھا کہ بڑی پریشانی ہو رہی ہے کہ ایسے بچوں کو قانون تحفظ فراہم نہیں کرتا۔ اُدھر اسلام آباد پولیس نے اس مقدمے میں ہونے والی تفتیش سے متعلق اپنی حتمی رپورٹ عدالت میں جمع کروادی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دس سالہ طیبہ کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور کمسن گھریلو ملازمہ کے جسم پر تشدد کے بیس سے زائد نشانات تھے۔ رپورٹ میں اہل محلّہ کے بیانات بھی شامل ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ طیبہ پر نہ صرف تشدد کیا جاتا تھا بلکہ اسے سردیوں کے کپڑے بھی فراہم نہیں کیے جاتے تھے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایڈیشنل سیشن جج راجہ خرم علی خان اپنی اہلیہ کی طرف سے طیبہ کو تشدد کا نشانہ بنانے کے اٹھارہ گھنٹے بعد بھی گھریلو ملازمہ کو علاج معالجے کے لیے ہسپتال نہیں لیکر گئے۔ سپریم کورٹ کا کہنا تھا کہ عدالت کو اس معاملے کو بھی دیکھنا ہے کہ یہ بچے کہاں سے آتے ہیں اور ان بچوں کو نوکریاں کون دلواتا ہے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم عاصمہ جہانگیر کا کہنا تھا کہ یہ بدقسمتی ہے کہ اس مقدمے میں ایسا شخص بھی ملوث ہے جو عدلیہ کا حصہ ہے اور اس میں ملزمہ کی ضمانت ہو چکی ہے جو کہ ایڈیشنل سیشن جج کی اہلیہ ہیں۔ چیف جسٹس میاں ثاقب نثار کا کہنا تھا کہ جب ایسے واقعات میں راضی نامے کو مسترد کر دیا گیا ہے تو پھر ان میں ملزمان کو دی گئی ضمانتوں کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے اس مقدمے میں نئی دفعات لگانے کا بظاہر کوئی حکم تو جاری نہیں کیا تاہم عدالت عظمٰی کا کہنا تھا کہ ٹرائل کورٹ حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے کمسن بچی پر ہونے والے تشدد کے مقدمے میں نئے جرائم کی قانونی دفعات کا اضافہ بھی کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ اسلام آباد پولیس نے اس مقدمے میں بچوں کی سمگلنگ کے جرم کی دفعات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ عاصمہ جہانگیر کا کہنا تھا کہ پولیس اس مقدمے میں اُن افراد کو بچانے کی کوشش کر رہی ہے جو ایسے بچوں کو دور دراز علاقوں سے لاکر مختلف گھروں میں نوکریاں دلواتے ہیں۔ اس پر چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ اگر طیبہ کے کیس میں عدالت نے اپنے دائرہ اختیار سے تجاوز کیا تو کل نئی درخواستیں بھی آ جائیں گی۔ اُنھوں نے کہا کہ عدالت اس معاملے پر جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی۔ چیف جسٹس کے استفسار پر ایڈووکیٹ جنرل نے عدالت کو بتایا کہ ملزمہ ماہین ظفر کے خاوند راجہ خرم علی عدالت میں پیش نہیں ہوئے کیونکہ اُنھیں اس ضمن میں نوٹس جاری نہیں کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اسلام آباد ہائی کورٹ نے ایڈیشنل سیشن جج راجہ خرم علی خان کو کام سے روک دیا گیا ہے اور اُن کے خلاف تحقیقات شروع کر دی گئی ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

بچوں کی ٹی بی کی ادویات ناپید

پشاور صوبائی دارالحکومت پشاور سمیت صوبے بھر میں بچوں کی ٹی بی کی ادویات نایاب ہو گئی ہیں، ادویات کی مارکیٹوں میں بچوں میں ٹی بی ہونے کی صورت میں شربت PZA، گولیاں PZA، شربت Rifampicin اور Ethambutol ناپید ہیں جس کے باعث ٹی بی سے متاثرہ بچوں کو زندگیوں کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ خیبر پختونخوا میں ٹی بی سے متاثرہ بچوں کا ڈیٹا تک موجود نہیں ہے۔ مارکیٹ ذرائع کے مطابق یہ ادویات گزشتہ چھ ماہ سے مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہیں۔

(روزنامہ آج)

فائرنگ سے ایک شخص زخمی

لکی مروت لین دین کے تنازعے پر ایک شخص کو فائرنگ کر کے زخمی کر دیا گیا۔ پولیس نے متاثرہ شخص کی مدعیت میں فہیم شاہ ولد سلیم سکنہ کوٹکہ غلام قادر نزد اریگیشن کالونی یار محمد غزی کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ رپورٹ میں مدعی نے بتایا کہ اس نے ساٹھ ہزار روپے فہیم شاہ کو بطور قرض دیا تھے اور جب اس سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے پستول نکال کر اس پر فائرنگ کردی جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ ملزم موقع واردات سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گا۔ واقعہ 13 جنوری کو پیش آیا۔

(محمد ظاہر)

دیرینہ دشمنی پر قتل

راجن پور 18 دسمبر کو چھ افراد، مطلوب، اللہ دتہ، اللہ دتہ، جاوید، پروفیسر ولد رحیم بخش، کلیم نے مل کر محمد راشد نامی شخص کو جو انکوائری پر آیا ہوا تھا فائرنگ کر کے قتل کر دیا جبکہ اس کے ساتھ آئے ہوئے مزید دو لوگوں کو شدید زخمی کر دیا۔ محمد راشد نامی شخص کو صرف اس وجہ سے قتل کیا گیا کہ وہ لڑائی جو پہلے ہوئی تھی اس میں شامل تھا، اسے اسی وجہ سے قتل کیا گیا۔ ملزمان کے خلاف ایف آئی آر بھی درج کی گئی ہے۔ ملزمان ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکے۔

(اجمل حسین)

حبس بے جا سے رہائی

شہداد کوٹ 26 دسمبر 2016ء کو ڈسٹرکٹ سیشن کورٹ قمبر شہداد کوٹ نے سجاول جونیجو تھانے پر چھاپا مار کر بے گناہ گرفتار نوجوان کو آزاد کرا کر ایس ایچ او کو طلب کر لیا۔ ڈسٹرکٹ سیشن کورٹ میں سجاول جونیجو تھانے میں گرفتار نوجوان بشیر مگسی کے بھائی کی درخواست پر سجاول جونیجو تھانے پر ریڈ کمشنر ممتاز شیخ کی نگرانی میں چھاپا مار کر بشیر مگسی کو آزاد کرالیا جس پر تھانے کے ریکارڈ میں کوئی بھی کیس داخل نہیں تھا۔ سیشن کورٹ نے ایس ایچ او سجاول جونیجو کو ریکارڈ سمیت کورٹ طلب کر لیا۔

(ندیم جاوید)

فائرنگ سے ایک شخص زخمی

لکی مروت لین دین کے تنازعے پر ایک شخص کو فائرنگ کر کے زخمی کر دیا گیا۔ پولیس نے متاثرہ شخص کی مدعیت میں فہیم شاہ ولد سلیم سکنہ کوٹکہ غلام قادر نزد اریگیشن کالونی یار محمد غزی کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ رپورٹ میں مدعی نے بتایا کہ اس نے ساٹھ ہزار روپے فہیم شاہ کو بطور قرض دیا تھے اور جب اس سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے پستول نکال کر اس پر فائرنگ کردی جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ ملزم موقع واردات سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گا۔ واقعہ 13 جنوری کو پیش آیا۔

(محمد ظاہر)

سلمان تاثیر کی برسی کی تقریب پر حملہ کرنے والے مرکزی مجرم کو سزا

لاہور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے صوبائی دارالحکومت لاہور میں قائم انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے مقتول گورنر سلمان تاثیر کی برسی کی تقریب پر دو سال قبل حملہ کرنے والے مرکزی مجرم ممتاز سندھی کو 16 سال قید کی سزا سنادی ہے۔ ممتاز سندھی پر الزام تھا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر لاہور کے معروف علاقے لبرٹی چوک میں مقتول گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی چوتھی برسی کے حوالے سے تقریب پر دھاوا بول دیا اور اس میں شریک افراد پر حملہ کیا اور زخمی کر دیا۔ انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے ممتاز سندھی کے خلاف الزامات ثابت ہونے پر انھیں مختلف دفعات میں مجموعی طور پر ساڑھے 16 برس کی سزا سنائی ہے۔ یاد رہے کہ انسداد دہشتگردی کی خصوصی عدالت نے دو سال قبل یعنی 27 جولائی 2015 کو اسی مقدمے کے دیگر پانچ ملزموں عدیل، فرقان، افتخار، وزیر علی اور کاشف منیر کو بھی سزا سنائی تھی۔ تاہم ممتاز سندھی کے مفرور ہونے اور بعد میں گرفتار ہونے پر اس کے خلاف مقدمے کی الگ کارروائی کی گئی۔ انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نے ملزم ممتاز سندھی کے خلاف مقدمہ کی کارروائی مکمل ہونے پر سزا سنائی۔ مقتول گورنر پنجاب کی برسی کی تقریب پر حملے کا مقدمہ سماجی کارکن عبداللہ ملک نے گلبرگ تھانہ میں درج کرایا تھا۔ مجرم ممتاز سندھی قانون کے تحت فیصلے کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں اپیل کر سکتا ہے۔ خیال رہے کہ لاہور ہائیکورٹ کا دو رکنی بنچ گزشتہ برس اپریل اسی مقدمہ کے دیگر پانچ مجرموں کی سزا کے خلاف اپیل مسترد کر چکی ہے۔

(بشکریہ بی بی سی)

بنیادی سہولیات کی عدم دستیابی

چارسدہ حلقہ پی کے 17 یونین کونسل غنڈا کرکنہ ویلج کونسل چترال کورونا کے عوام اس جدید دور میں پینے کے صاف پانی، صحت، تعلیم، سوئی گیس اور دیگر سہولیات سے محروم ہیں۔ ارکان صوبائی اسمبلی کو بار بار یاد دہانی کے باوجود ان مسائل کے حل پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ان خیالات کا اظہار PK17 یونین کونسل غنڈہ کرکنہ ویلج کونسل چترال کورونا کے سماجی کارکنان نوید خان، خارث خان اور دیگر نے میڈیا کے نمائندوں سے اظہار خیال کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی ویلج کونسل کے عوام زندگی کی تمام بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔

(روزنامہ ایکسپریس)

سول سوسائٹی اور مذہبی جماعتوں کے کارکنوں میں تصادم

کراچی کراچی میں جمعرات کی شام سول سوسائٹی کی تنظیموں اور سنی مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے کارکنوں کا تصادم ہو گیا، جس میں ایک دوسرے کے خلاف نعرے بازی کے علاوہ پتھراؤ بھی کیا گیا۔ لاپتہ بلاگرز سلمان حیدر، وقاص گورایہ اور عاصم سعید کی جبری گمشدگی کے خلاف انسانی حقوق کمیشن، طلبہ اور مزدور تنظیموں کے علاوہ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے جمعرات کو احتجاج کا اعلان کیا تھا۔ اعلان کے مطابق مظاہرین کو، جن کی قیادت انسانی حقوق کے رہنما اسد بٹ، شیما کرمانی اور پروفیسر ریاض احمد کر رہے تھے، پریس کلب کی طرف مارچ کرنا تھا۔ اس مظاہرے کے جواب میں سنی جماعتوں کے اتحاد تحریک لبیک یارسول اللہ نے جمعرات کو اسی وقت پریس کلب سے آرٹس کونسل کی طرف مارچ کرنے کا اعلان کر دیا۔ پولیس نے دونوں جماعتوں سے رابطہ کر کے سول سوسائٹی کو آرٹس کونسل اور مذہبی جماعتوں کو پریس کلب تک محدود رہنے کا سمجھوتہ کیا۔ تحریک لبیک یارسول اللہ کے کارکنوں نے پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا، جس میں سلمان حیدر، وقاص گوارایہ اور عاصم سعید کے خلاف توہینِ مذہب کے الزام میں سخت کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔ تین درجن لوگوں پر مشتمل اس احتجاج کے اختتام سے قبل ایک رہنما نے اٹھ کر کہا: 'رسالت کے پروانو، پولیس تمھارا راستہ نہیں روک سکتی، آگے بڑھو۔' جس کے بعد یہ کارکن آرٹس کونسل کی طرف روانہ ہو گئے۔ پولیس نے رکاوٹیں کھڑی کر کے مظاہرین کو سول سوسائٹی کے کارکنوں کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور یہ فاصلہ صرف چند قدم تک محدود تھا، اسی دوران مذہبی جماعتوں کے کارکنوں نے نعرے بازی بھی کی جبکہ بعض لوگوں نے پتھراؤ بھی کیا جس سے سول سوسائٹی کے کارکنوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ پولیس نے مداخلت کر کے کچھ کارکنوں کو حراست میں لے لیا۔ انسانی حقوق کمیشن کے صدر اسد اقبال بٹ نے میڈیا کو بتایا کہ وہ پرامن طور پر ریلی کی شکل میں پریس کلب جانا چاہتے تھے تاہم وہاں ایک مذہبی تنظیم کا مظاہرہ ہو رہا تھا جس پر پولیس نے ان کے مظاہرے کو آرٹس کونسل تک محدود کر دیا۔ انھوں نے الزام عائد کیا کہ مذہبی گروپ کے کارکنوں نے مظاہرین پر پتھراؤ کیا جس کے باعث کچھ لوگ معمولی زخمی ہو گئے اور بھگدڑ مچ گئی۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ لاپتہ افراد کو فوری بازیاب کرایا جائے اور مذہبی انتہا پسندی کی سوچ رکھنے والے افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے تحریک نسواں کی رہنما اور نامور کتھک ڈانسر شیما کرمانی کا کہنا تھا کہ اظہار رائے کی آزادی ہونی چاہیے۔ 'ایسا نہ ہو کہ ہم لکھیں اور پابند سلاسل کر دیا جائے، ایسے اقدامات کسی صورت قابل قبول نہیں ہیں۔' کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر ریاض احمد کا کہنا تھا کہ 'اس احتجاج سے حکومت کے ساتھ مذہب کے ٹھیکیدار بھی لال پیلے ہو رہے ہیں، پولیس کے ساتھ مل کر خواتین پر تشدد کیا جا رہا ہے اور ان پر لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں۔

(بشکریہ بی بی اردو)

بلوچستان میں حالیہ بارشوں کے باعث ہلاکتیں 17 ہو گئیں

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں حالیہ بارشوں کے باعث ہلاکتوں کی تعداد 17 ہو گئی ہے۔ کوئٹہ میں قدرتی آفات سے نمٹنے کے صوبائی ادارے پی ڈی ایم اے کے مطابق ان میں سے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے چار افراد کی ہلاکت جمعرات کو کوئٹہ شہر کے علاقے نواں کلی میں چھت گرنے کی وجہ سے ہوئی۔ اس علاقے میں ہلاک ہونے والوں میں ایک خاتون اور تین بچے شامل تھے۔ پی ڈی ایم اے کے مطابق کوئٹہ کے علاوہ شیرانی، مستونگ، چمن اور دیگر علاقوں میں بھی بارشوں کی وجہ سے چھتیں گرنے اور دیگر واقعات کے باعث ہلاکتیں ہوئیں۔ بارشوں کے باعث کوئٹہ، مستونگ، نوشکی اور دیگر علاقوں میں بڑی تعداد میں مکانات کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ بارشوں کے بعد سردی کی شدت میں اضافے کے باعث لوگوں کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئٹہ میں جن علاقوں میں مکانات کو نقصان پہنچا ہے ان میں سریاب، سبزل روڈ، نواں کلی اور خروٹ آباد کے علاقے شامل ہیں۔ سریاب میں نیو کاہان میں گھروں کے گرنے اور کلی گوگڑائی میں جھگیوں میں پانی داخل ہونے سے ان کے مکین شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ ان علاقوں کے مکینوں کے مطابق تاحال ان کی مدد کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ تاہم پی ڈی ایم اے کے مطابق متاثرہ اضلاع میں اب تک 9485 خیمے، 6649 کمبل، 4520 پلاسٹک شیٹس، 4160 ہائی جینک کٹس، 5390 سلیپنگ بیگز اور دیگر امدادی اشیاء بھجوائی گئی ہیں جو متاثرین میں تقسیم کی جا رہی ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

عورتیں

بہن کو مار ڈالا

اوکاڑہ بصیر پور کے نواحی گاؤں قصبہ کے رہائشی محمد عزیز کی بیٹی فرزانہ بی بی شوہر سے طلاق ملنے کے بعد اپنے میکے میں رہائش پذیر تھی۔ فرزانہ کے بھائی ناظم کو اس کے کردار پر شک تھا۔ 16 دسمبر کو رات کے وقت ناظم نے اپنی مطلقہ ہمشیرہ فرزانہ بی بی کو چائے میں نشہ آور گولیاں ملا کر دیں جس سے وہ بے ہوش ہوگئی۔ اس کے بعد ملزم ناظم نے اپنی بہن کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے ہلاک کر دیا۔ (اصغر حسین حماد)

سوتیلی بیٹی کی جان لے لی

پشاور تھانہ تہکال کے علاقے پلوسی میں رشتہ سے انکار پر جوان سال بیٹی کے قتل میں گرفتار قاتل سوتیلے باپ نے دوران تفتیش انکشاف ہے کہ مقتولہ آئے روز طعنے دیتی تھی کہ ''رشتے سے انکار پر کیسے تمہارے بھائی نے خودکشی کی اور تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے''۔ ان طعنوں سے تنگ آکر اپنے رشتہ دار کو فیصل آباد سے بلایا اور منصوبہ بندی کے بعد موقع ملتے ہی اسے ٹھکانے لگا دیا۔ قتل کے بعد اپنی آئسکریم ریڑھی میں نعش ڈال کر تقریباً پانچ گھنٹوں تک مختلف علاقوں کا چکر لگاتا رہا اور پھر موقع ملتے ہی آبشار کالونی میں نعش پھینک دی۔ پولیس کے مطابق مسماۃ حسینہ زوجہ اشرف خان سکنہ پلوسی نے 30 دسمبر کو رپورٹ درج کرائی کہ اس کی 16 سالہ بیٹی مسماۃ جویریہ کو اس کے سوتیلے باپ اشرف نے اپنے رشتہ دار عباس خان سکنہ فیصل آباد کے ساتھ ملکر اغواء کیا اور پھر اسے قتل کر کے نعش پھینک دی جس پر پولیس نے بروقت کاروائی کرتے ہوئے قاتل سوتیلے باپ کو گرفتار کر لیا۔ تفتیشی آفیسر کے مطابق قاتل نے دوران تفتیش بتایا کہ بیٹی کے طعنوں سے تنگ آکر اسے قتل کیا۔ آئے روز بھائی کی خودکشی کے طعنے دیتی تھی جس پر وہ پریشان رہتا تھا اور پھر اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

(روزنامہ آج)

سابقہ بیوی اور ساس گھر کے اندر قتل

چارسدہ پیر قلعہ میں جوان سال خاتون کو والدہ سمیت سابقہ شوہر نے گھر کے اندر قتل کر دیا۔ واقعات کے مطابق پیر قلعہ سمنات علاقے تھانہ سرو میں خانگی ناچاقی پر سابقہ شوہر شبیر نے اپنے ساتھیوں محمد اور دیگر کے ہمراہ طلاق یافتہ بیوی مسماۃ کائنات اور اس کی والدہ زوجہ گلاب خان کو ان کے گھر کے اندر گولی ماردی جس سے وہ موقع پر ہلاک ہوگئے۔ پولیس تھانہ سرو نے ملزمان شبیر، نرے اور محمد ساکنان مچنی کے خلاف مقدمہ درج کر لیا تھا۔ (روزنامہ آج)

طیبہ پر تشدد کر کے جرم کا ارتکاب کیا گیا، چیف جسٹس

اسلام آباد چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس ثاقب نثار نے کم سن ملازمہ طیبہ پر تشدد کیس کی سماعت کے دوران ریمارکس دیئے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچی پر تشدد کر کے جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ جسٹس ثاقب نثار کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے 3 رکنی بینچ نے طیبہ تشدد پر از خود نوٹس کیس کی سماعت کی۔ سماعت کے دوران ڈی آئی جی اسلام آباد نے طیبہ تشدد سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ عدالت میں پیش کی اور مکمل تحقیقات کے لیے مزید ایک ہفتے کا وقت مانگا، ڈی آئی جی کا کہنا تھا کہ انہیں ڈی این اے رپورٹ کا انتظار ہے، کیونکہ اب تک حتمی میڈیکولیگل رپورٹ مرتب نہیں ہوسکی۔ سماعت کے دوران چیف جسٹس نے طیبہ تشدد کیس کی ملزمہ ماہین ظفر کو دی جانے والی ضمانت کے حوالے سے استفسار کیا کہ یہ کہاں کا قانون ہے کہ بچوں پر تشدد کر کے ضمانت کروالی جائے، کیا ہم اسے غلامی کی ایک قسم کہہ سکتے ہیں؟ چیف جسٹس نے کہا کہ کیوں نہ ضمانت کا از سر نو جائزہ لے کر اسے مسترد کر دیا جائے۔ جس پر ماہین ظفر کے وکیل نے کہا کہ ایک بار ضمانت ہوجائے تو جائزہ نہیں لیا جاسکتا۔ چیف جسٹس نے کہا کہ ایف آئی آر میں نئی دفعات شامل ہوئی ہیں اور اس بنیاد پر جائزہ لیا جاسکتا ہے، جسٹس ثاقب نثار کا مزید کہنا تھا کہ بچی پر تشدد کر کے جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ چیف جسٹس نے کہا کہ اس قسم کے جرائم کو مستقبل میں کیسے روکا جائے، انسانی حقوق کی تنظیمیں عدالت کی معاونت کریں۔ انسانی حقوق کے حوالے سے کام کرنے والے ایڈووکیٹ طارق نے عدالت عظمیٰ کو بتایا کہ بچوں پر تشدد کے حوالے سے بل پیش کیا گیا تھا تاہم اس پر کام نہیں ہوسکا۔ دوسری جانب اٹارنی جنرل نے کہا کہ بچوں کے حقوق کے حوالے سے قانون سازی ہونی چاہیے اور رجسٹرڈ این جی اوز اس معاملے میں معاونت کرسکتی ہیں۔ بعدازاں چیف جسٹس نے ڈی آئی جی کو آئندہ سماعت میں تفصیلی بیانات ریکارڈ کر کے پیش کرنے کا حکم دیتے ہوئے کیس کی سماعت 25 جنوری تک ملتوی کر دی۔ کمسن ملازمہ طیبہ پر تشدد کا معاملہ گذشتہ ماہ کے آخر میں اُس وقت منظر عام پر آیا تھا جب تشدد زدہ بچی کی تصویریں سوشل میڈیا پر گردش کرنے لگی تھیں۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ سیشن جج راجہ خرم علی خان کے گھر سے بچی کی برآمدگی کے بعد پولیس نے انھیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بعدازاں 3 جنوری کو مبینہ تشدد کا نشانہ بننے والی کمسن ملازمہ کے والد ہونے کے دعویدار شخص نے جج اور ان کی اہلیہ کو 'معاف' کر دیا تھا۔ بچی کے والدین کی جانب سے راضی نامے کی رپورٹس سامنے آنے کے بعد چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس ثاقب نثار نے کم سن ملازمہ پر مبینہ تشدد کے معاملے کا از خود نوٹس لیتے ہوئے بچی اور اس کے والدین کو عدالت پیش ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد سے پولیس طیبہ کی تلاش میں سرگرداں تھی اور اس نے طیبہ کی بازیابی کے لیے مختلف شہروں میں چھاپے مارے تھے تاہم وہ اسلام آباد سے ہی بازیاب ہوئی، جسے بعدازاں پاکستان سویٹ ہوم کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ (نامہ نگار)

بیوی جاں بحق، شوہر زخمی

پشاور تھانہ بڈھ بیر کے علاقے بزید خیل میں نامعلوم مسلح افراد نے اندھا دھند فائرنگ کر کے خاتون کو قتل کر دیا جبکہ اس کا شوہر شدید زخمی ہوگیا پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ مجروح عطاء اللہ ساکن بازید خیل نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ 30 دسمبر کو وہ اپنی اہلیہ عنبرین کے ہمراہ گھر میں موجود تھا کہ اس دوران کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھولتے ہی نامعلوم افراد نے ان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں اس کی اہلیہ اور وہ شدید زخمی ہوگئے جبکہ ملزمان واردات کے بعد فرار ہوگئے تاہم مجروحین کو مقامی افراد نے طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا جہاں بعدازاں مجروحہ عنبرین زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ پولیس نے نعش پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی اور جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھے کر کے نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔ (روزنامہ آج)

باپ نے بیٹے سے ملکر بیٹی کو قتل کر ڈالا

سوات مینگورہ شہر کے مصروف ترین شاہراہ ڈاکخانہ روڈ پر ایک لڑکی کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ مینگورہ شہر کی مصروف ترین شاہراہ ڈاکخانہ روڈ پر دن دیہاڑے باپ اور بیٹے نے ملکر شازیہ نامی لڑکی کو بھرے بازار میں اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا اور فرار ہوگئے۔ مینگورہ پولیس کے مطابق شادی شدہ لڑکی اپنے باپ کے گھر میں مقیم تھی جسے اس کے والد خائستہ محمد اور بھائی سردار نے ڈاکخانہ روڈ پر فائرنگ کر کے قتل کر ڈالا تاہم قتل کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

خاتون بچے سمیت بازیاب

عمرکوٹ 19دسمبر کو سندھ ہائی کورٹ سرکٹ بینچ حیدرآباد کے حکم پر بنی سررو ڈ پولیس نے مبینا اغواء بتائی گئی عورت جنیو کولہی کو چھوٹے بچے سمیت پولیس تھانہ عمرکوٹ سے ہاتھ کر کے بنی سررو ڈ پولیس تھانہ پہنچایا۔ ہاری کیمپ حیدرآباد کی رہائشی خاتون لچھی کولہن نے عدالت میں پٹیشن داخل کرتے ہوئے موقف اختیار کیا تھا کہ میں، میرے والد کرمشی، اور بہت زانوں بنی سررو ڈ شہر کے قریب ایک شادی کی تقریب میں جا رہے تھے کہ راستے میں جوابداروں شاہد محمد خاصخیلی، عارب اور قربان خاصخیلی زوری میری بہتزانوں کو اغواء کر کے لے گئے۔ جس کو بازیاب کرایا جائے۔ ایسی پٹیشن کے بعد مذکورہ عدالت نے بنی سررو ڈ پولیس کو خاتون زانوں کو بازیاب کرا کر عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ عمرکوٹ پولیس تھانے سے ہاتھ آنے والی عورت زانوں کولہی نے بنی سررو ڈ پولیس تھانے پر مقامی صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو بتایا کہ زمیندار نے قرض کے عوض مجھے اغواء کیا تھا۔ مزید عدالت میں بیان دوں گی۔ بنی سررو ڈ پولیس کا کہنا تھا کہ ایک ماہ قبل سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر علاقے کے زمیندار امیر حسن خاصخیلی کے پاس سے مغویہ بتائی گئی خاتون زانوں، پٹیشن درج کروانے والی لچھی اور ان کے اہل خانہ کو بازیاب کرایا گیا تھا۔ جس کے بعد ہاری خاتون زانوں کو اغواء کرنے والے مامرے کی داخل پٹیشن پر عدالتی حکم پر خاتون کو پولیس تھانہ عمرکوٹ سے ہاتھ کیا گیا تھا۔ عمرکوٹ تھانے نے پر خاتون کو کوئی چھوڑ کر گیا تھا۔

(اوکھومنروپ)

خاتون قتل، میڈیکل ٹیم نے شوہر کے زخم کو خودساختہ قرار دیدیا

پشاور تھانہ فقیرآباد کے علاقے ہارون آباد میں گھر کے اندر خاتون کے قتل اور اس کے شوہر کے زخمی ہونے کے واقعہ نے نیا رخ اختیار کرلیا جس میں پولیس نے شوہر کے ہاتھوں بیوی کو قتل کرنے کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ میڈیکل ٹیم نے شوہر کے زخم کو خودساختہ قرار دیدیا ہے جس پر پولیس نے مدعی کو ملزم کی حیثیت سے شامل تفتیش کرلیا ہے۔ اس ضمن میں ڈی ایس پی فقیرآباد طاہر خان داوڑ نے بتایا کہ 16 جنوری 2017 کو اسلام جان ولد لالو جان سکنہ ہارون آباد نے زخمی حالت میں رپورٹ درج کرائی تھی کہ وہ تہجد کی نماز کیلئے اٹھ کر باتھ روم چلا گیا جبکہ اس کی اہلیہ مسماۃ حسین بی بی باہر صحن میں موجود تھی کہ اس دوران شور شرابے کی آواز سن کر وہ باہر آیا تو چند نامعلوم افراد اس کی بیوی کے ساتھ جھگڑ رہے تھےجب وہ قریب پہنچا تو ملزمان نے فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں اس کی اہلیہ موقع پر جاں بحق ہوگئی جبکہ وہ ٹانگ پر گولی لگنے سے شدید زخمی ہوگیا۔ ڈی ایس پی کے مطابق ہسپتال میں ڈاکٹروں نے ابتدائی میڈیکل رپورٹ میں مدعی کے زخم پر چیئرنگ مارکس یعنی جلنے کے نشانات تحریر کرکے رپورٹ مشکوک جانتے ہوئے مقتولہ کو مزید معائنہ کیلئے میڈیکل کالج کے فورنزک ڈیپارٹمنٹ ریفر کردیا جہاں ڈاکٹروں کی ٹیم نے مکمل چیک اپ کے بعد زخم کو خودساختہ قرار دیدیا، دوسری جانب دوران تفتیش یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مدعی نے خود بیوی کو قتل کیا ہے اور معاملے کو نیا رنگ دینے کیلئے خود کو فائرنگ کرکے زخمی کیا۔ ڈی ایس پی کے مطابق مدعی کو ملزم کی حیثیت سے شامل تفتیش کرکے مختلف زاویوں پر تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

بہو کو موت کے گھاٹ اتار دیا

پشاور تھانہ پشتخرہ کے علاقے نودیہہ پایان میں گھریلو ناچاقی پر ساس سسر نے بیٹی کے ہمراہ مل کر اپنی جوانسالہ بہو کو موت کے گھاٹ اتار دیا ملزمان واردات کے بعد موقع سے فرار ہوگئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی۔ باڑہ گیٹ کے رہائشی ریاض حسین ولد نیاز محمد نے پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ اس کی 25 سالہ بہن مسماۃ عظمیٰ کی شادی نودیہہ پایان میں ہوئی تھی اور اس کا شوہر روزگار کے سلسلہ میں بیرون ملک گیا ہوا تھا۔ 2 جنوری 2017 کو اس کی بہن عظمیٰ نے انہیں فون پر اطلاع دی کہ گھر میں ساس سسر اور نند اس کے ساتھ جھگڑ رہی ہیں اور اسے قتل کرنا چاہتے ہیں بہن کے فون کے بعد وہ فوری طور پر اسکے گھر پہنچا تو اس کی بہن اپنے کمرے میں خون میں لت پت قتل شدہ حالت میں پڑی تھی جسے فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ پولیس نے مدعی ریاض حسین کی رپورٹ پر مقتولہ کی نند مسماۃ سادیہ عنبرین دختر انعام اللہ، ساس ساجدہ زوجہ انعام اللہ اور سسر انعام اللہ ولد صدرالدین کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی ہے۔ (روزنامہ آج/ایکسپریس/مشرق)

بچی سے جنسی زیادتی کی پولیس رپورٹ سپریم کورٹ میں جمع

اسلام آباد کراچی میں زیادتی کا شکار ہونے والی 6 سالہ بچی کے حوالے سے تحقیقات میں اب تک ہونے والی پیش رفت پی تفصیلات پر مبنی پولیس رپورٹ سپریم کورٹ میں جمع کرادی گئی۔ سندھ پولیس کی جانب سے جمع کرائی جانے والی رپورٹ کے مطابق بچی کے ساتھ زیادتی کا مقدمہ درج کرلیا گیا ہے اور ایف آئی آر میں انسداد دہشت گردی سمیت مختلف دفعات شامل کی گئی ہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ جس وقت بچی ملی اس وقت اس کے گھر والے اور رشتے داروں کا کچھ پتا نہیں تھا لہٰذا ایف آئی آر سرکار کی مدعیت میں نامعلوم افراد کے خلاف ابراہیم حیدری تھانے میں درج کی گئی۔۔ پولیس نے عدالت عظمیٰ کو بتایا کہ زیرحراست افراد میں حمزہ، ابراہیم، رفیق، محمد صدیق، سجاد احمد، محمد مبشر، محمد ایوب اور محمد ارشاد شامل ہیں اور ان تمام ملزمان سے تفتیش جاری ہے۔ پولیس کی جانب سے جمع کرائی جانے والی رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ملزمان کے ڈی این اے کے لیے خون کے نمونے لیے جاچکے ہیں جبکہ علاقے میں جیوفینسنگ کا عمل بھی جاری ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ بچی اس وقت صدمے کی حالت میں ہے، جیسے ہی ڈاکٹرز اجازت دیں گے بچی کا بیان ریکارڈ کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس ثاقب نثار نے 20 جنوری کو کراچی میں 6 سالہ بچی پر تشدد، مبینہ ریپ اور قتل کی کوشش کا ازخود نوٹس لیا تھا۔ چیف جسٹس ثاقب نثار نے انسپکٹر جنرل (آئی جی) سندھ پولیس اے ڈی خواجہ سے 48 گھنٹوں میں رپورٹ طلب کی تھی اور حکم دیا تھا کہ واقعے کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے۔ یاد رہے کہ 19 جنوری 2017 کو کراچی کے علاقے کورنگی کراسنگ میں نامعلوم ملزمان نے 6 سالہ بچی کو ریپ اور تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد مردہ تصور کر کے کچرا کنڈی میں پھینک دیا تھا جسے علاج کے لیے سول ہسپتال منتقل کیا گیا تھا۔ سول ہسپتال کے میڈیکولیگل آفیسر (ایم ایل او) نے بچی سے ریپ اور تشدد کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا تھا کہ بچی کے جسم پر تشدد کے نشانات تھے اور اس کا گلا کاٹنے کی کوشش بھی کی گئی۔ متاثرہ بچی کے والد جو کہ راج مستری کا کام کرتے ہیں انہوں نے پولیس کو بتایا تھا کہ 19 جنوری کو دوپہر تک ان کی بیٹی کورنگی ڈھائی نمبر کے علاقے سیکٹر 32 اے لیبر کالونی میں اپنے گھر کے باہر کھیل رہی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ اس کے بعد وہ کام کے لیے باہر چلے گئے اور جب رات کو گھر واپس آئے تو بچی کی گمشدگی کا معلوم ہوا اور گھر والوں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی۔ ان کا کہنا تھا کہ بعدازاں نیوز چینلز سے معلوم ہوا کہ کورنگی کراسنگ کے قریب نالے سے ایک زخمی بچی ملی ہے۔ (بشکریہ ڈان)

ڈاکٹر کی زبانی ریپ کی شکار 6 سالہ بچی کو بچائے جانے کی داستان

کراچی کراچی میں کورنگی کراسنگ کے نزدیک بہنے والے نالے سے ایک 6 سالہ بچی ملی جسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کا گلا کٹا ہوا تھا۔ معجزانہ طور پر وہ زندہ بچ گئی، نالے سے نکالی گئی اور اسے سول ہسپتال لے جایا گیا۔ اس کا ابتدائی معائنہ کرنے والی ڈاکٹر اس اندوہناک واقعے کی روداد بیان کرتی ہیں۔ جب اسے ایمبولینس میں اسٹریچر پر سفید چادر میں لپیٹ کر ہسپتال لے جایا جارہا تھا، تو اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ اسٹریچر لوہے کا تھا، میں بار بار سوچتی ہوں کہ یہ کتنا ٹھنڈا ہوگا۔ میں اس کے پاس گئی اور اس کے بازو کو چھوا۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ کسی مردے کی طرح ٹھنڈا تھا۔ میں سوچنے لگی کہ کیا یہ بچی اب تک زندہ ہے؟" نہیں نہیں ڈاکٹر صاحب، دیکھیں، یہ سانس لے رہی ہے!" ایمبولینس ڈرائیور کا مجھے اتنا کہنا تھا کہ قیامت برپا ہوگئی۔ "وہ زندہ ہے، وہ زندہ ہے" کا شور مچنے لگا اور ڈاکٹرز اور طبی عملہ ایمبولینس کی جانب بھاگا۔ اس کی طرف دیکھنا بھی نہایت تکلیف دہ تھا۔ اس کا گلا کان سے کان تک کٹا ہوا تھا۔ میرا ماؤف ہو چکا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ زخم میں خون جم جانے کی وجہ سے وہ کیسے چند منٹوں سے زیادہ زندہ بچ پائی، جبکہ وہ اس حالت میں کئی گھنٹے سے تھی۔ طبی عملہ بھی بھونچکا رہ چکا تھا، "ڈاکٹر صاحبہ، آپ کا مطلب ہے کہ یہ کچرا کنڈی میں دو گھنٹے سے پڑی ہوئی تھی؟"" کم و بیش اتنا ہی وقت تھا"، میں نے جواب دیا۔ اس نے اچانک جھرجھری لی، اور مجھے تب احساس ہوا کہ میں نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ جب میں نے اسے دلاسا دینے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر تھوڑا اوپر کی جانب پھیرا تو مجھے اس کا گوشت محسوس ہوا۔ اس کی کلائی میں ایک اور گہرا زخم دیکھ کر میرا دل دہل گیا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اس نے شلوار بھی نہیں پہن رکھی تھی۔ وہ پانچ یا چھ سال سے زیادہ کی نہیں تھی، مگر اپنے میڈیکل کریئر کے کئی سالوں کے دوران میں نے زیادتی کا شکار ہونے والے اس سے بھی چھوٹے بچوں کو دیکھا ہے۔ سرجنز اس کے زخموں کا جائزہ لینے کے لیے آ پہنچے۔ اس کی گردن پر موجود زخم کا معائنہ کرنے کے بعد ان کا کہنا تھا کہ بچی کا بچ جانا ایک معجزہ ہے۔ ایک نرس نے کہا، "یہ خوش قسمت ہے۔" میں کہتی ہوں کہ اگر یہ خوش قسمت ہوتی تو یہاں ہونے کے بجائے اپنے گھر پر اپنے خاندان کے ساتھ ہوتی۔ جب اسے آپریشن تھیٹر لے جایا جارہا تھا تو اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں موجود تھا۔ میں اپنے ہونٹ اس کے کان کے قریب لے گئی۔ میرے نتھنوں میں فوراً خون کی بو گھسنے لگی۔ میں پیچھے ہوئی، ایک گہرا سانس لیا، اور وہیں کھڑی ہوگئی، میں صرف تصور ہی کرسکتی تھی کہ وہ کس کرب سے گزری تھی۔ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا اور جواب میں اس نے صرف ایک آواز نکالی۔ میں نہیں سمجھ پائی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی تھی، سو میں نے دوبارہ پوچھا، مگر اب کی بار اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ درد ہو رہا ہے؟ اس نے مجھے ایسی بے چینی سے دیکھا جیسے اس واضح سی بات پر ایک بے وقوفانہ سوال پوچھنے پر حیران ہو۔ اس نے اپنی ٹانگوں کے درمیان اشارہ کیا۔ میں اس کی آنکھوں میں درد پڑھ سکتی تھی، مجھے ایسا لگا کہ یہ درد میرا اپنا ہے۔

فاریزکس میں اپنے 15 سال سے زائد کے کریئر میں میں نے ہمیشہ جذبات سے عاری رہنے پر فخر کیا ہے۔ کیس چاہے کتنا ہی کربناک کیوں نہ ہو، میں ہمیشہ اسے اپنے جذبات سے علیحدہ رکھ کر اپنا کام کرتی ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ کس قدر ظلم و ستم کرسکتا ہے، اور یہ کہ کچھ لوگ کس قدر درد سہہ سکتے ہیں اور زندہ بچ جاتے ہیں۔ مگر جو اس بچی کے ساتھ ہوا تھا، وہ حقیقت سے پرے معلوم ہو رہا تھا۔ آپریشن تھیٹر میں اسے جنرل اینستھیسیا کے زیرِ اثر رکھا گیا۔ سرجنز نے اس کے گلے کے زخم کا آپریشن کرتے ہوئے اسے سطح در سطح ٹھیک کیا۔ اس کے ساتھ جو ہوا، اسے وحشیانہ سلوک قرار دینا بہت چھوٹا لفظ ہوگا۔ اسے ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرنے کے بعد پھینک دیا گیا۔ کیا مجرم کو انسان بھی کہا جاسکتا ہے؟ اور وہ قانون کی گرفت سے آزاد گھوم رہے ہیں۔ میں یہ سوچ کر ہی کانپ جاتی ہوں کہ وہ کسی اور کو بھی ایسے ہی اپنی ہوس کا نشانہ بنائیں گے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد سرجنز نے اپنا کام مکمل کرلیا۔ اس کے دائیں ہاتھ کے کٹ چکے بافتوں کا آپریشن بعد میں کیا جانا تھا۔ تب تک کے لیے اسے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں منتقل کردیا گیا۔

اس رات میں بس یہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد گھر پہنچ جاؤں، اپنے بچوں کو گلے سے لگاؤں اور انہیں بتاؤں کہ میں انہیں کتنا چاہتی ہوں۔ اگلی دفعہ جب میں نے اسے دیکھا تو وہ آئی سی یو میں تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں، اور میری جانب ایک شکستہ سی مسکراہٹ سے دیکھا۔ میں اس کی ہمت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔ اس کے بعد ماہرینِ نفسیات نے اس کا معائنہ کیا۔ انہوں نے پایا کہ وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھی، اور اس صورتحال سے نکلنے کے لیے اسے مسلسل تھیراپی کی ضرورت ہے۔ ماہرینِ نفسیات روزانہ کی بنیاد پر اس کا جائزہ لیں گے۔ وہ اس صدمے سے گزری ہے جس کا ہم اور آپ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ جسمانی طور پر اس کے زخم بھر رہے ہیں، مگر اس کی روح کو پہنچنے والے زخم بھرنے میں ایک عمر لگے گی۔

(بشکریہ ڈان)

جوانسال بیٹی کو پھانسی دیدی

پشاور تھانہ تہکال کے علاقے پلوسئی میں رشتہ سے انکار پر سوتیلے باپ نے جوانسال بیٹی کو بیدردی سے پھانسی دیکر قتل کردیا اور نعش تھانہ مچنی گیٹ کے علاقے آبشار کالونی میں پھینک دی پولیس نے بروقت کاروائی کرتے ہوئے قاتل باپ کو گرفتار کرلیا جبکہ شناخت کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کردی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے مزید تفتیش شروع کردی ہے۔ تہکال پولیس کے مطابق مسماۃ حسینہ زوجہ اشرف خان سنہ پلوسی نے 30 دسمبر 2016 کو رپورٹ درج کرائی کہ اس کی 16 سالہ بیٹی مسماۃ جویریہ کو اس کے سوتیلے باپ اشرف ولد نیاز خان نے اپنے رشتہ دار عباس خان سکنہ فیصل آباد کے ساتھ ملکر اغواء کیا پولیس کے مطابق رپورٹ درج کرکے تفتیش شروع کی گئی تو اگلی صبح تھانہ مچنی گیٹ کے علاقے آبشار کالونی سے ایک جوانسال دوشیزہ کی نعش برآمد ہوئی جسے پھانسی دیکر قتل کیا گیا تھا۔ پولیس نے نعش قبضے میں لیکر پوسٹ مارٹم کیلئے مردہ خانہ منتقل کردی اس دوران مسماۃ حسینہ کو نعش کی شناخت کیلئے بلایا گیا تو وہ نعش دیکھ کر زاروقطار رونے لگی اور بتایا کہ یہی اس کی بیٹی ہے جسے اس کے سوتیلے باپ نے اپنے رشتہ دار کے ساتھ مل کر قتل کیا ہے۔ پولیس کے مطابق پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کردی ہے جبکہ مقدمہ درج کرکے بروقت کاروائی کرتے ہوئے قاتل باپ کو گرفتار کرلیا۔ مدعیہ کے مطابق شوہر نے رشتے سے انکار پر بیٹی کو قتل کیا ہے۔

(روزنامہ آج)

شوہر نے قتل کردیا

چترال چترال سے تعلق رکھنے والی حوا کی ایک اور خاتون کو اس کے شوہر نے قتل کردیا جسے اس کے آبائی گاؤں غوچ میں سپردِ خاک کردیا گیا۔ غوچ، چترال کے مفتاح الدین کی بیٹی مسماۃ (ج) جس کی بارہ سال کی عمر میں چھ سال قبل قبل سوات کے رہائشی امیر زادہ سے شادی ہوئی جس سے اس کے تین بچے ہیں۔ امیر زادہ اور اس کی بیوی مسماۃ (ج) کے درمیان گھریلو تنازع پر تکرار ہوئی جسے بنیاد بنا کر امیر زادہ نے اپنے والد کی مدد سے چاقوؤں سے وار کرکے اسے شدید زخمی کردیا جس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہوئی۔ واضح رہے کہ چترال سے باہر شادی شدہ خواتین کے قتل کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے اس سے پہلے بھی ضلع سے باہر شادی شدہ خواتین کی بڑی تعداد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہیں اور قاتل نہایت آسانی سے بچ جاتے ہیں کیونکہ چترال کے کسی غریب شخص کیلئے ضلع سے باہر کی عدالتوں میں کیس کی پیروی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

سسرالیوں کے ہاتھوں جھلسنے والی خاتون پمز ہسپتال میں دم توڑ گئی

پشاور سسرالیوں کے ہاتھوں پٹرول چھڑک کر آگ سے جھلسنے والی زخمی خاتون مسماۃ عظمٰی بیگم پمز ہسپتال اسلام آباد میں دم توڑ گئی وہ گزشتہ 25 روز سے ہسپتال میں زیر علاج تھی۔ نوشہرہ کے علاقے اضاخیل سے تعلق رکھنے والی مسماۃ عظمٰی دختر امیر حسین کو اس کے سسرالیوں نے 18 دسمبر 2016 کو معمولی تکرار کے نتیجے میں پٹرول چھڑک کر آگ لگادی تھی جس کے نتیجے میں اس کے جسم کے 54 فیصد حصہ جھلس گیا تھا اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں خیبر ٹیچنگ ہسپتال پشاور کے سرجیکل سی وارڈ میں زیر علاج تھی تاہم ایک غیر سرکاری تنظیم نے اس کی تشویشناک حالت کو دیکھتے ہوئے پیمز ہسپتال اسلام آباد منتقل کردیا تھا جہاں وہ چند روز موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد دم توڑ گئی۔ مسماۃ عظمٰی بیگم کی میت کو ان کے والدین اور بھائیوں نے آبائی علاقہ منتقل کردیا ہے جبکہ متعلقہ پولیس کے ساتھ قتل کا مقدمہ درج کرنے کیلئے رابطہ کرلیا گیا ہے۔

(روزنامہ آج)

دو لڑکیوں کو اغواء کرلیا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ دو مختلف واقعات میں دو لڑکیوں کو زبردستی اغوا کرلیا گیا ہے جس کی بازیابی کے لیے پولیس مصروف تفتیش ہے۔ گوجرہ کے چک نمبر 371 ج ب کے گنڈا سنگھ کے رہائشی مانگو نے اپنے ہی گاؤں کے مظہر عباس کی بیٹی شاہدہ بی بی کا رشتہ مانگا اور لڑکی کے باپ نے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کردیا۔ ملزم رشتہ سے انکار پر مشتعل ہوگیا جس نے دوشیزہ کو زبردستی اغوا کرنے کی دھمکیاں دینا شروع کردیں۔ وقوعہ کے روز شاہدہ کسی کام سے گھر سے باہر نکلی ہی تھی کہ پہلے سے گھر کے آس پاس منڈلاتے ہوئے مسلح کار سوار ملزموں نے گن پوائنٹ پر اسے اغوا کرلیا اور فرار ہوگئے۔ اس سلسلہ میں مغویہ کے والد نے سٹی پولیس کو تحریری طور پر مطلع کردیا تاحال مقدمہ کے اندراج اور ملزموں کی گرفتاری کا علم نہیں ہوسکا۔ دوسرے واقعہ میں محلّہ قادری دربار کے اختر علی کی اٹھارہ سالہ بیٹی ثنا فورتھ ائیر کی طالبہ ہے جو معمول کے مطابق حصول تعلیم کے لیے کالج گئی اور واپس گھر نہ پہنچ سکی۔ گھر والوں کو تشویش لاحق ہوئی تو انہوں نے طالبہ کی تلاش شروع کی لیکن وہ نہ مل سکی جس پر لڑکی کے والد اختر نے سٹی پولیس گوجرہ میں بیٹی کے اغوا کا مقدمہ درج کروادیا ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے مغویہ اور ملزموں کی تلاش شروع کردی ہے۔

(اعجاز اقبال)

بیوی جاں بحق، شوہر زخمی

پشاور تھانہ فقیر آباد کے علاقے ہارون آباد میں رات کی تاریکی میں نامعلوم مسلح ملزموں نے گھر میں گھس کر اندھادھند فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں بیوی جاں بحق جبکہ شوہر شدید زخمی ہوگیا۔ ملزمان واردات کے بعد فرار ہوگئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ پولیس حکام کے مطابق اسلام جان ولد لالو سکنہ ہارون آباد نے رپورٹ درج کرائی کہ رات وہ تہجد کی نماز پڑھنے کیلئے اٹھ کر وضو کررہا تھا جبکہ اہلیہ مسماۃ حسین بی بی بھی اس کے ساتھ کھڑی تھی کہ اس دوران نامعلوم افراد گھر میں گھس آئے اور ان پر اندھادھند فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں دونوں شدید زخمی ہوگئے مجروحین کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں بیوی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے مزید تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

بیوی اور کمسن بیٹی پر تشدد کیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ پیرمحل میں ایک شخص نے اپنی بیوی اور کمسن بیٹی پر بہیمانہ تشدد کیا اور اسی دوران تشدد کرکے اپنی بیوی کا بازو کاٹ دیا۔ نواحی گاؤں 320 کے رہائشی حال مقیم بستی اوڈاں والی نذیر شاہ نے اپنی بیوی تسلیم کوثر اور دس سالہ بیٹی پر کلہاڑیوں کے وار کرکے انہیں شدید زخمی کردیا جس سے اس کی بیوی کا بازو جسم سے الگ ہوگیا۔ مضروبین کو ڈسٹرکٹ ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ منتقل کیا گیا تاہم حالت نازک ہونے کے پیش نظر خاتون کو الائیڈ ہسپتال فیصل آباد ریفر کردیا گیا ہے جہاں اس کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ بیوی کو تشدد کا نشانہ نشانہ بنانے والے شخص کو ایس ایچ او تھانہ پیرمحل رائے فاروق احمد نے بھاری نفری کے ہمراہ کامیاب کارروائی کرتے ہوئے آلہ ضرب سمیت گرفتار کرکے قانونی کارروائی شروع کردی ہے۔ واقعہ 7 جنوری کو پیش آیا تھا۔

(اعجاز اقبال)

بیوی کے قتل کو ڈکیتی کا رنگ دینے کی کوشش

پیر محل 13 جنوری کو کھیکھا بنگلہ روڈ پر محمد آصف اپنی بیوی عذرا بی بی کے ساتھ موٹر سائیکل پر اپنے گاؤں چک نمبر 296 گ ب جارہا تھا کہ راستہ میں چک نمبر 346 گ ب کے قریب ڈکیتی کا ڈرامہ رچا کر محمد آصف نے گولی مار کر اپنی بیوی کو موت کی نیند سلادیا تھا اور شور مچایا کہ موٹر سائیکل سوار ملزمان دوران ڈکیتی مزاحمت پر اس کی بیوی کو قتل کرکے فرار ہوگئے ہیں۔ ملزم محمد آصف نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اسے اپنی بیوی کے کردار پر شبہ تھا اور اسی بنا پر اس نے منصوبہ بندی کرکے اسے قتل کردیا۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کرلیا تاہم عذرا بی بی کے قتل کا مقدمہ پہلے ہی تھانہ چٹیانہ میں درج ہے۔

(اعجاز اقبال)

خواتین کے حقوق کے تحفظ پر زور

پاکپتن ضلع پاکپتن میں بچیوں کی کم عمر میں شادی کردی جاتی ہے۔ وٹہ سٹہ کی شادی کردی جاتی ہے جو کہ ایک جرم ہے لیکن ایسی صورت میں ان بچیوں پر تشدد ہوتا ہے جو بچیاں میکے جہیز کم لاتی ہیں۔ کم عمری کی شادی کی وجہ سے لڑکے بالغ نہ ہونے اور بیروزگار رہونے کی وجہ سے بڑے مسائل کا سامنا کرتے ہیں اور ان فرسودہ روایات کی وجہ سے بچیوں کو بڑے مسائل درپیش ہیں اور ان فرسودہ روایات کی وجہ سے کئی بچیوں کے گھر بابرد ہوچکے ہیں۔ امانت بی بی نے کہا کہ وہ بھٹہ مزدور خواتین پر بھٹہ مالکان کی طرف سے دن رات کام نہ کرنے اور ڈلیوری کے دوران چھٹیاں کرنے پر تشدد کیا جاتا ہے۔ درواں ڈلیوری خواتین پر تشدد کیا جاتا ہے۔ ڈلیوری سے ایک دن پہلے تک اور ڈلیوری سے دوسرے دن کام پر مجبور کیا جاتا ہے۔ صحت کی سہولیات میسر نہیں اور بچیوں کو تعلیم کے مواقع بہت کم میسر ہیں۔ کشور پروین ممبر میونسپل کمیٹی پاکپتن نے کہا کہ ابھی تک ضلع پاکپتن میں بھی ایسے دیہات ہیں جہاں پر بچیوں کو تعلیم حاصل نہیں کرنے دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ان دیہات کے لوگوں میں شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

(نامہ نگار)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

عارف والا 08-09 دسمبر 2016

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام پنجاب کی تحصیل عارف والا میں قائد اعظم انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اینڈ کمپیوٹر سائنس کے مقام پر ''انتہا پسندی کا خاتمہ اور انسانیت دوست اقدار کا فروغ'' کے عنوان سے دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل اور انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار جیسے موضوعات زیر بحث رہے۔ سہولت کاروں میں ایچ آر سی پی کے چیف کوآرڈینیٹر حفیظ بزدار، ریجنل کو آرڈینیٹر عون محمد، ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر نعمان صاحب، صابر علی اور کاشف صاحب شامل تھے جبکہ شرکاء میں صحافی، وکلاء، اُساتذہ، سماجی کارکنان، اور طلبہ کی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔ علاوہ ازیں ورکشاپ میں "ہم انسان"، "ضمیر کی عینک" اور، "ہم آواز اٹھاتے رہیں گے" کے نام سے دستاویزی فلمیں دکھائی گئی اور شرکاء کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے گروپ ورک اور گیمز بھی کروائی گئیں۔ ورکشاپ کا آغاز شرکاء کے تعارف سے کیا گیا۔

ورکشاپ کے اغراض و مقاصد

محمد ثاقب جاوید

پاکستان میں انتہا پسندی کے موضوع پر اگرچہ بہت زیادہ توجہ دی جا رہی ہے مگر اس کے باوجود اس کو سمجھنے اور اس کی وجوہات کی نشاندہی کرنے میں بے شمار شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق انتہا پسندی ایک ایسا طرز عمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔ ایچ آر سی پی کی جانب سے انسانی حقوق کی تعلیم کے فروغ، انتہا پسندی سے آگاہی اور اس کی روک تھام کے لیے پورے ملک میں کوششیں جاری ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کاوش آج کی ورکشاپ ہے اور میں آپ سب کا بہت مشکور ہوں کہ آپ اپنے قیمتی وقت سے کچھ لمحات نکال کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ ہمیں مل کر سوچنا ہے کہ انتہا پسندی جیسے سرطان کو روکنے کے لیے کن تدابیر کی ضرورت ہے ورنہ ہمارا معاشرہ بہت تیزی سے زوال کا شکار ہوگا۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ ہماری ورکشاپ کے مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔

ورکشاپ میں شرکاء کو تجزیاتی اور تجاویزی فارم دیئے گئے اور اس کے ساتھ ہی ورکشاپ کے ٹائم ٹیبل اور نشستوں کے دوران قوائد و ضوابط سے آگاہ کیا گیا اور قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدی جائزہ لیا گیا۔ استعدادی جائزہ میں شرکاء سے انسانی حقوق کے حوالے سے بنیادی 20 سوالات پوچھے گئے جس کے لئے شرکاء کو 10 منٹ کا وقت دیا گیا۔

> پاکستان میں انتہا پسندی کے موضوع پر اگرچہ بہت زیادہ توجہ دی جا رہی ہے مگر اس کے باوجود اس کو سمجھنے اور اس کی وجوہات کی نشاندہی کرنے میں بے شمار شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق انتہا پسندی ایک ایسا طرز عمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

حقوق حق کی جمع ہے اور حق سے مراد ایک ایسا مفاد ہے جس کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ حق اور ضرورت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ہر انسان کو پیدائش سے چند بنیادی حقوق مل جاتے ہیں مثلاً زندگی جینے کا حق، آزادی رائے کا حق، معلومات لینے کا حق، مل جل کر بیٹھنے کا حق۔ انسانی حقوق کی تحریک میں ہر دور کے علماء، صوفیا اور انقلابی رہنماؤں نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ اس تحریک کے باقاعدہ آغاز کا سراغ روم اور یونان سے ملتا ہے اور اس سلسلے میں ہمورابی کا قانون بہت اہمیت کا حامل ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ تحریک مختلف مراحل میں سے گزرتی ہوئی ایک عالمی منشور پر آ کر رکی جس نے اس تحریک کو باقاعدہ اور منظم شکل دی۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں جانوں کے ضیاع کے بعد اقوام عالم نے ایک معاہدہ قبول کیا جس کی پہلی شق کے مطابق تمام انسان بلا تفریق رنگ و نسل برابر ہیں۔ یہ معاہدہ دنیا میں انسانی حقوق کے عالمی منشور (UDHR) کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ 10 دسمبر 1948 کو منظور کیا گیا۔ اس کی 30 شقیں ہیں جو انسانیت کو تمام بنیادی حقوق دینے کی ضامن ہیں۔ آج 192 ممالک اس معاہدے کو قبول کرتے ہیں اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ انسانی حقوق کو لوگوں تک پہنچانے کا طریقہ خود کار سسٹم کی طرح ہونا چاہیے۔ یعنی لگاتار، مسلسل چلنے والا سسٹم۔ شروع سے لے کر آخر تک تمام لوگوں کو ہر قسم کے حقوق حاصل ہونے چاہیے۔ جیسے گورنمنٹ ٹیکس لینے کے لیے براہ راست یا بلا واسطہ طریقہ استعمال کرتی ہے اسی طرح انسانی حقوق کی فراہمی کے لیے بھی ایک خود کار طریقہ ہونا چاہیے۔ اگر ہم اندازہ لگائیں تو ایک انتخابی حلقے میں ایک دن کا ٹیکس تقریباً لاکھوں روپے جمع ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا ٹیکس جمع کرانے والوں کو کیا حکومت ان کے حقوق بہم فراہم کر رہی ہے۔

ہمارے گردونواح میں با اثر افراد نے سیاست کو ذاتی کاروبار یا جاگیر بنا لیا ہے۔ ہم لوگ بھی ووٹ دیتے وقت اپنی محلوں کے چودھریوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ کسی بھی پارٹی کا منشور یا قیادت کے نظریات کی قدر نہیں کرتے۔ جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں لوگ ووٹ صرف اور صرف پارٹی منشور یا پھر پارٹی قیادت کے فیوچر پلان کو سامنے رکھ دیتے ہیں۔ وہاں سیاست ایک ادارہ ہے، جو بھی اہل ہوگا اسے موقع ملے گا۔ جبکہ ہمارے ہاں سیاست موروثیت کا شکار ہے، ایک ایم این اے کا بیٹا ہے اگلی بار ایم این اے کا امیدوار بنے گا۔ پارٹی کے دوسرے کسی رکن کو اجازت نہیں ملتی۔ یہاں ہمارے سیاسی حقوق کو قتل کیا جا رہا ہے۔ پانچ اہم سماجی ادارے: خاندان، تعلیم، مذہب، اکنامکس اور سیاست۔ ہماری سوچ کی بنیاد ہمارے خاندان سے شروع ہوتی ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو ہم اپنے آس پاس ہونے والے عوامل کو آہستہ آہستہ اپنا لیتے ہیں۔ کیونکہ میں آج جہاں ہوں، جو بھی ہوں، اور جیسے ہوں یہ سب ایک حادثاتی بنیاد پر مبنی ہے۔ میرا مذہب میں نے خود نہیں چُنا کیونکہ میرے دادا کا یہ مذہب تھا اور پھر یہ میرے باپ کو منتقل ہوا اور پھر اسی طرح مجھے بھی۔ دُنیا میں ہزاروں

زُبانیں بولی جاتی ہیں جو کہ حالات و واقعات اور ضروریات کے پیشِ نظر سامنے آئیں۔ لیکن آج ہر زبان کی اپنی الگ پہچان ہے۔ اِسی طرح مذاہب بھی مختلف ہیں اور ہر کسی کو ایک دوسرے کے عقیدے اور ایمان کی عزت کرنی چاہیے۔ اور یہی ہمارا جمہوری رویہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کا نعرہ لگاتے ہیں تو پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ کیا ہمارے رویے اور ہمارے گھروں میں جمہوریت ہے؟ اصل مسئلہ ہی یہ ہے کہ ہمارے اندر جمہوری رویے نہیں ہیں اور کوئی ایسا ادارہ بھی نہیں جو جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے کام کرتا ہو۔ ہماری سوچ میں تبدیلی کے لیے ہماری کمیونٹی بھی کارفرما ہوتی ہے اور کمیونٹی میں ہماری درسگاہیں اور سکول بھی شامل ہیں۔ اور ہمارے سکولوں میں جو نصاب ہمیں پڑھایا جاتا ہے اُس سے ہماری سوچ کی مزید ترقی ہوتی ہے لیکن وہ مثبت ہے یا منفی یہ نصاب پر منحصر ہے۔ ہمارے ملک پاکستان کے آئین میں بھی انسانی حقوق شامل ہیں لیکن جب تک ہمیں یہ پتا ہی نہیں کہ ہمارے حقوق کیا ہیں اور ہم کس سے وہ حقوق مانگ سکتے ہیں یا کون ہمارے حقوق دینے کا مجاز ہے اُس وقت تک حقوق کا حصول ناممکن ہے۔ ہماری درسگاہوں اور سکولوں میں پڑھائے جانے والے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیمات کا کہیں بھی ذکر نہیں جبکہ یورپین ممالک میں پانچویں جماعت تک طالب علموں کو اُن کے بنیادی حقوق کا پتا چل جاتا ہے۔

چنانچہ ہماری سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ہمیں بنیادی انسانی حقوق کا پتا ہونا بہت لازم ہے اور اِس کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کو یہ پتا ہونا چاہیئے کہ حق کیا ہوتا ہے اور اُسے کیسے اور کہاں سے حاصل کرنا ہے۔ اِس کے لیے ریاست کا کردار مثبت ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ریاست ایک ماں کی طرح ہوتی ہے اور جس طرح ہماری سوچ کی بنیاد ہمارا خاندان ہے اُسی طرح سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ریاست کا کردار بھی اہم ہے۔

طرزِ فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

محمد نعمان

ہم میں سے بہت سے لوگ انتہا پسندی کے مفہوم سے بھی واقف نہیں ہیں۔ پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ انتہا پسندی کیا ہے؟ انتہا پسندی بنیادی طور پر کسی عمل، سوچ، رویے، عقیدے میں آخری حد تک تجاوز کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک گلاس میں پانی ڈالا جائے اور پانی گلاس میں بھرنے کے بعد نیچے بہتا رہے تو وہ پانی کا نقصان ہے۔ اسی طرح کسی بھی چیز کی کثرت نقصان دہ ہوتی ہے اور جب ہم کسی بھی عقیدے، سوچ یا رویے میں آخری حد تجاوز کرنے سے بھی نہیں ڈرتے تو اس کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔ ہماری کتب میں کچھ ایسا شر انگیز مواد موجود ہے جو انتہا پسندی کے فروغ میں اور تنگ نظر احمق پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہماری کئی درسی کتابیں بچوں کے نازک ذہنوں میں دوسرے فرقوں اور عقائد کے لیے تنگ نظری پیدا کرتی ہیں۔ کلاس اول سے پنجم تک تمام ''میری کتابوں'' میں مسلمانوں کو بھائی بھائی کہا گیا ہے۔ بار بار دہرائی گئی اس قسم کی باتوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مشترکہ عقیدہ ہی بھائی چارے کی واحد بنیاد ہے۔ مسلم بھائی چارہ قومی بنیاد پر قابلِ تقسیم نہیں ہے۔ ان کتابوں میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں ملتا کہ تمام انسان آپس میں بھائی ہیں اور نہ ہی اس بات کا کوئی امکان نظر آتا ہے کہ دنیا بھر کے تمام انسان رنگ و نسل، مذہب و مسلک، زبان و ثقافت سے بالاتر ہو کر ایک واحد انسانی خاندان کے افراد ہیں۔ ان وجوہات جو عیاں ہیں کی بنیاد پر کثیر الوجود اور شراکتی جمہوریت بین المذاہب یکجہتی اور انسانی حقوق کی اقدار کو فروغ دینے کے لیے نصابی کتب میں نظرِ ثانی کے کام میں اگر کوئی تاخیر کی جاتی ہے تو حکومت پر الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ اگر وہ قصداً نہیں تو نادانستہ طور پر ملک میں مذہبی انتہا پسندی کی راہیں استوار کر رہی ہے۔ تعلیم ایک طرف تو نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے اور دوسری طرف قدیم ثقافت میں موجود متروک اقدار سے نجات بھی دلاتی ہے۔ تعلیمی مواد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نامیاتی اکائی کی طرح ہو اور اس میں زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی ماحول میں ہونے والی پیش رفتوں کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا رہے۔ ہمارا نصاب اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ مطلب یہ کہ ہماری تعلیم میں جدت نہیں ہے۔ نصابی کتابیں طلباء میں غیر مسلموں اور چھوٹے مسلم فرقوں کے خلاف تعصب کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ ایک طرف تو اقلیتوں کی ملک کے لیے خدمات کو نصاب میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ دوسری طرف ان کے متعلق حقارت آمیز اقتباسات درج ہیں۔ صنفی مساوات کے فروغ میں ہمارا تعلیمی نظام ناکام ہے۔ ہمارا نصاب عورتوں اور مردوں کے جنسی امتیاز کی عکاسی کرتا ہے۔ عورتوں کو صرف گھریلو کردار ادا کرنے والی جنس کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ سماج میں ان کی ترقی کے متعلق مواد موجود نہیں۔ انسانی حقوق کیا ہیں، اس حوالے سے حکومت پر عائد فرائض اور انسانی حقوق کی تحریک میں قومی و بین الاقوامی جہد و جہد کو اجاگر کرنے سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ شہریوں میں ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے قیام کی خواہش پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ ہم آہنگی، باہمی تعاون اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے۔

انتہا پسندی کیا ہے؟ انتہا پسندی بنیادی طور پر کسی عمل، سوچ، رویے، عقیدے میں آخری حد تک تجاوز کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک گلاس میں پانی ڈالا جائے اور پانی گلاس میں بھرنے کے بعد نیچے بہتا رہے تو وہ پانی کا نقصان ہے۔ اسی طرح کسی بھی چیز کی کثرت نقصان دہ ہوتی ہے اور جب ہم کسی بھی عقیدے، سوچ یا رویے میں آخری حد تجاوز کرنے سے بھی نہیں ڈرتے تو اس کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔

پاکستانی نظامِ تعلیم پر افسوس کرتے ہوئے بس اتنا ہی کہوں گا کہ ہمارے ہاں زیادہ تر بچے سکول نہیں جاتے اور جو سکول جاتے ہیں وہ ایسا کچھ بھی نہیں سیکھتے جس کی بناء پر وہ بہتر شہری بن سکیں۔ سکولوں کو بذاتِ خود مسئلہ بننے کی بجائے مسئلے کے حل کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ سکول مناسب طور پر تعلیم فراہم نہیں کر رہے اور نہ ہی طالب علموں کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معیاری تعلیم کا مطلب تو یہ ہے کہ طالب علم جمہوری اور اخلاقی اقدار کی جانب راغب ہوں، بنیادی انسانی حقوق سے آگاہی حاصل کریں اور ان کے ذہن میں نئے خیالات پیدا ہوں۔ تعلیم پچھلی حکومتوں کی ترجیح تو کبھی نہیں رہی اور اب بھی تعلیم کے لیے وقف کردہ بجٹ 3 فیصد سے کم ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل

صابر علی

انسان اچھا یا برا چننے میں حق بجانب ہے کیونکہ اس کو ذہانت جیسی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ مذہبی رواداری کے تناظر میں عظیم رومی تہذیب کے کارناموں پر نظر دوڑائیں تو ہم پر واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ادب، فنونِ لطیفہ، فلسفہ، سائنس، علم معرفت اور ریاضی میں کیسے ترقی کی۔ مذہب ایک رُخی تصور نہیں ہے۔ یہ تاریخ سے متصل ہے اور بغیر تاریخ کے مذہب کا کوئی تصور نہیں۔ دنیا میں 4200 کے قریب مذاہب ہیں۔ تمام بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ پاکستان میں یہی مذہبی انتہا پسندی گزشتہ کئی دہائیوں سے اپنے عروج پر ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا اگر اگر مذہب میں ہم آہنگی پائی جائے تو بلندیوں کو چھوا جاسکتا ہے مگر بہت افسوس

سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ بیماری پاکستانی معاشرے میں بہت گہری جڑ پکڑ گئی ہے۔

انتہا پسندی جیسی سنگین بیماری کے علاج کے لیے اس کی علامات جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ اس نے پاکستانی معاشرے میں عدم برداشت، دوہرا پن اور نفرت سے بھرپور جذبات پیدا کر دیئے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کے اس خطے میں اس قسم کا شدید تشدد پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا لیکن اب بدقسمتی سے ہم بین الاقوامی سیاست کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے نصابی کتب میں ایسا مواد شامل کر دیا جو کہ مغربی تہذیب سے جنگ کرنے کے لیے مجاہدین تیار کر رہا ہے۔ اس اسلامائزیشن نے زندگی کے تمام پہلوؤں کو بھی متاثر کی۔ آج ہم فلسطین، مصر اور چیچنیا میں قتل و غارت کے خلاف تو نعرے بلند کرتے ہیں لیکن اپنے معاشرے میں مذہبی انتہا پسندوں کے کثیر مظالم کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتے۔ ہم اسلام کے عالمگیر پیغام 'تمام انسانیت کی بھلائی' کو مکمل طور پر فراموش کر چکے ہیں اور ہم نے اسلام کی اپنے مفادات کے مطابق تشریحات کر لی ہیں۔ اب موزوں وقت ہے کہ ہم اکٹھے ہو کر انتہا پسندی جیسی بھیانک بلا کا مقابلہ کریں اور اس کے خاتمے کے لیے حکمت عملی تشکیل کریں۔ اس طرح ہی ہم اپنے آنے والی نسل کے مستقبل کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ عمومی طور پر جب ہم انتہا پسندی کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں فوراً مذہبی انتہا پسندی کا نام آتا ہے اور ایسا ہونا اس لیے فطری ہے کہ معاشرتی سطح پر ہم اس کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔ وہ اس لیے بھی کہ انتہا پسندی کی باقی اشکال واضح نہیں ہیں جن میں سیاسی انتہا پسندی، ریاستی انتہا پسندی اور لسانی انتہا پسندی شامل ہے۔

مذہبی انتہا پسندی کا سادہ سا مفہوم ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر انسانوں کی برتری اور کمتری کا تعین کرنا اور اسی عقیدے کی رو سے ان سے سلوک کرنا۔ یہ ایک طرح سے انتہا پسندی کی سب سے خطرناک قسم ہے کیونکہ انسانی تاریخ میں لوگ سب سے زیادہ اسی وجہ سے غیر انسانی سلوک کا نشانہ بنے ہیں۔ یہ تمام انسانوں کا بنیادی حق ہے کہ آپ اپنے عقیدے کو برحق سمجھیں لیکن کسی کے عقیدے کو بزور طاقت تبدیل کرنا غلط ہے۔ عقیدے کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کرنا اور اپنے عقائد کو بزور طاقت دوسروں پر مسلط کرنا مذہبی انتہا پسندی ہے۔ سماجی رویوں اور ضابطوں میں کسی بھی صورت انتہا پر چلے جانا سماجی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے سماج میں بچیوں کی شادیاں طے کرتے وقت ان کی مرضی کو شامل نہیں کیا جاتا، یہ سماجی انتہا پسندی ہے۔ اس کا عموماً یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ والدین اپنے بچوں کا بُرا تھوڑا چاہیں گے۔ مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ والدین جو بھی کہیں گے وہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح آپ اپنی بچی کا ایک قانونی، آئینی، اور مذہبی حق چھین رہے ہیں۔ اسی طرح غیرت کے نام پر قتل بھی سماج کا انتہا پسندانہ فیصلہ ہے۔ ہم غیرت اور تقدس جیسے دولفظوں کے گرد صدیوں سے گھوم رہے ہیں۔

انتہا پسندی خواہ کسی شکل میں ہو تو وہ تباہی کا موجب بنے گی۔ کیا کبھی ایک بیماری کا علاج دوسری بڑی بیماری سے ہوا ہے؟ ایک جہالت کا مقابلہ دوسری بڑی جہالت سے، ایک پاگل پن کا خاتمہ دوسرے بڑے پاگل پن سے، ایک دہشت کا خاتمہ دوسری بڑی دہشت سے، ایک جنون کا مقابلہ دوسرے بڑے جنون سے اور ایک شدت پسندی کو دوسری بڑی شدت پسندی سے ختم کرنا حماقت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ اس وقت ہم سب کو انتہا پسندی، دہشت گردی، جمہوریت، ملکی خودمختاری اور توانائی کے بحران کا سامنا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان تمام مسائل کا مل کر مقابلہ کریں۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

شبیر حیدر

پورا لفظ اصل میں Mass Media ہے اور یہ میڈیم سے نکلا ہے یعنی ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک پہنچے میڈیا کہلاتا ہے۔ میڈیا کی تین بنیادی اقسام ریاستی میڈیا، پرائیوٹ میڈیا اور متبادل میڈیا ہیں۔ ریاستی میڈیا میں ریاست کے کنٹرول شدہ اخبار اور چینلز شامل ہیں جبکہ پرائیوٹ یا نجی میڈیا نجی کاروبار کی طرح ہے۔ ان کے اپنے مفادات اور ڈھانچہ ہوتا ہے۔ متبادل میڈیا میں متبادل ذرائع فیس بک، ٹویٹر اور سکائپ وغیرہ ہیں اور ان کی کمانڈ اور کنٹرول لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ ریاستی میڈیا پر حکومت سے متعلق اچھی خبریں ملتی ہیں جبکہ پرائیوٹ میڈیا پر میرٹ پر خبر نشر ہوتی ہے۔

نجی میڈیا کے ستون معیشت، پالیسی، ساخت اور اثر ہیں۔ کچھ چینلز اپنے لوگو بنا لیتے ہیں جیسے "سنسنی نہیں خبر" وغیرہ۔ ہمارے ہاں مالک ہی سب کچھ ہوتا ہے سوائے چند ایک کے۔ رپورٹر ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے مگر سب سے زیادہ استحصال اسی کا کیا جاتا ہے۔ یہ اکثر باقاعدہ تنخواہ، سیکیورٹی اور پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت سے محروم ہیں۔ میڈیا کا بھی ضابطہ اخلاق ہے جس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ میڈیا نے ہر دور میں اجارہ داری قائم کی ہے۔ 2000ء میں عالمی سطح پر دنیا کے 196 بڑے چینلز نے یونین بنا کر اتحاد کر لیا اور اسے AOL کا نام دیا۔ انہوں نے اپنا آئین اور ضابطہ اخلاق بنایا۔

ہمارے ہاں اکثر اینکرز خود کو ہر موضوع پر ہر فن مولا سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ حکومت کو توڑ بھی سکتے ہیں جب چاہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں وہ خارجہ پالیسی کے ایکسپرٹ نہیں لیکن اُس کے باوجود بے لگام بات چیت کرتے ہیں۔ سیاسی گالی گلوچ ایک عام سی بات ہے۔ اینکرز خود ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور مسئلے کا حل بھی خود ہی نکال لیتے ہیں جو ان کا رول نہیں۔ آج میڈیا کی ترقی نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنا دیا ہے۔ اس لیے میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہئے۔ رائے عامہ کی خبر کو سچائی سے عوام تک پہنچانا چاہئے۔ رپورٹر کا دیانتدار اور غیر جانبدار ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کسی بھی پروفیشن میں جانے کے لیے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ پاکستان میں میڈیا والوں کی کوئی باقاعدہ تربیت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے حالت سامنے ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

کاشف شہزاد

فنون لطیفہ سے مراد ہر وہ فن جو آپ کو لطافت کا احساس دے خوشی دے مسرور کر دے فنون لطیفہ ہے۔ فنون لطیفہ زندگی میں خوبصورتی پیدا کرتے ہیں چاہے وہ موسیقی ہو، رقص ہو، کوئی پینٹنگ ہو، کوئی خوبصورت آواز ہو کوئی دلکش نقش و نگار کسی کپڑے پر خاص طور پر خواتین جو کپڑوں پر کڑھائی کرتی ہیں۔ یہ سب چیزیں زندگی کو سہل کرنے کے لیے ہیں مگر انتہا پسند سوچ کے مالک لوگ ان تمام چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔

اکیسویں صدی کا آغاز ہوا تو اپنے ضمیر کے مطابق لکھنے اور انسانی حقوق کو اپنی تحریروں کا پیمانہ بنانے والے ادیبوں کو چین، ایران، پیرو اور بعض دوسرے ملکوں میں سرکاری عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں طویل مدت کے لیے قید کیا گیا۔ چین اور ایران کے معاملات آج بھی کچھ خاص بہتر نہیں ہوئے۔ گزشتہ 10 برسوں کے دوران 150 ادیب اور صحافی گرفتار، 50 سے زیادہ قتل اور درجنوں لاپتہ ہوئے جن کا کوئی کھوج نہیں مل سکا۔ یہ اپنے ضمیر کے مطابق انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر آواز اٹھانے کی قیمت ہے جو ادیب اور صحافی ادا کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کسی بھی سماج میں ادیبوں کا کیا کردار ہے۔ یہ رویہ صرف انہی ملکوں میں نہیں ہوتا جہاں آمرانہ حکومتیں ہوتی ہیں، جمہوری حکومتیں غاصبانہ قوت بن کر کسی دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتی ہیں تب بھی ادیبوں کی ذمہ داریاں یہی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں کے خلاف احتجاج کریں اور انسانی حقوق کی پامالی کے راستے میں چٹان کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ اس کی ایک بڑی مثال 2004 میں

امریکی شاعروں اور ادیبوں نے پیش کی۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکی فوجیں عراق پر قبضہ کر رہی تھی اور نہتے شہریوں پر بمباری ہو رہی تھی۔ ہم نے 1979 میں بھٹو صاحب کی پھانسی کے صرف چند دن بعد جنرل ضیاء الحق کی اس ضیافت کے منا ظر دیکھے جس میں ملک بھر کے بیشتر ادیب، شاعر، اور نقاد مدعو کیے گئے تھے اور گنتی کے چند ادیبوں کو چھوڑ کر بیشتر سر کے بل اس تقریب میں گئے تھے۔

اس کے برعکس ہم نے دیکھا عراق پر غاصبانہ امریکی قبضے کے دنوں میں امریکی خاتون اول مسز لارا بش نے وائٹ ہاؤس میں ایک شعری نشست کا اہتمام کیا اور اس کے دعوت نامے جاری کیے۔ ہزاروں میل دور عراقیوں کے ہر انسانی حق کو چھینا جا رہا تھا اور امریکی شاعروں اور ادیبوں سے یہ توقع کی جا رہی تھی کہ وہ اپنی خاتون اول کی دعوت پر وائٹ ہاؤس جائیں گے اور اپنے قلم کی آزادی وائٹ ہاؤس کے طعام خانے میں گروی رکھ دیں گے۔ اس رویے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اہم امریکی دانشوروں اور ادیبوں نے ای میل کے ذریعے ایک دوسرے کو یہ پیغام دیا کہ اس روز کوئی وائٹ ہاؤس کا رخ نہیں کرے گا اور یہ کہ اس روز جنگ کے خلاف شاعروں کو اور اس ادبی تحریک کو دوبارہ منظم کیا جائے جو ویت نام کی جنگ کے خلاف وجود میں آئی تھی۔ یہ سائبر اسپیس میں انسانی حقوق کی پہلی جنگ تھی جو امریکی ادیبوں نے شاندار طور پر لڑی اور ہزاروں جنگ مخالف امریکی نظمیں دنیا کے تمام براعظموں تک پہنچیں۔ سائبر اسپیس کا یہی وہ استعمال ہے جو ہم نے عرب اسپرنگ کے دوران بھی دیکھا اور اسی لیے کہا جاتا ہے اس کا آزادانہ استعمال بھی انسانی حقوق میں سے ایک ہے۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ برصغیر میں جب فرقہ واریت کی کالی آندھی چلی تو ہمارے کچھ ادیبوں نے مایوسی کے عالم میں یہ اعلان کیا کہ انسان مر گیا ہے۔ لیکن عین اسی وقت اردو، ہندی، بنگلہ، پنجابی، سندھی اور برصغیر کی دوسرے زبانوں کے ادیبوں نے اپنا قلم فرقہ واریت، مذہبی جنون اور قتل عام کے خلاف استعمال کیا۔ ان کی تحریکوں میں اس انسان کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں جو نفرتوں اور عداوتوں سے ماورا ہے۔ جنگ فسادات اور تنازعات کے زمانے میں ادیب حب الوطنی یا مذہبی وابستگی کا نعرہ مارتے ہوئے کسی ایک فریق کے ساتھ نہیں بلکہ انسان کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور یہی انسانی حقوق کی تحریک کی بنیاد ہے جس سے آگے کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔

دنیا کے متعدد ادیبوں اور دانشوروں نے نفرتوں اور عصبیتوں کی آگ ٹھنڈی کرنے کا فریضہ انجام دیا اور انسانی حقوق کی پاسداری کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ اس کی ایک شاندار مثال 2008 میں اس وقت سامنے آئی جب انسانی حقوق کے عالمی منشور کی 60ویں سالگرہ منائی جا رہی تھی۔ اس موقع پر دنیا کے 30 اہم اور نامور ادیبوں نے اس عالمی منشور کی 30 شقوں کے حوالے سے 30 کہانیاں لکھیں جن کا مجموعہ "فریڈم" کے نام سے شائع ہوا۔ کہانیوں کے اس مجموعے کا پیش لفظ ڈیسمنڈ ٹوٹو نے لکھا اور اس کتاب کی ساری آمدنی ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نام ہوئی۔

دانشور کسی بھی ملک کا اثاثہ ہوتے ہیں۔ معاشرے کے سدھار اور پرامن بقائے باہمی کے راستے نکالنے میں ان کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اپنے دانشوروں اور لکھاریوں کو وہ مقام نہیں دیا جس کے وہ مستحق تھے۔ یہی وجہ ہے آج ہمارے ہاں کتب بینی کا کلچر بہت تیزی سے گراوٹ کا شکار ہے۔ آج ہم ڈگریاں تو دے رہے ہیں مگر نسلِ نو کو دانش کا وہ گرانمایہ ذخیرہ جو کسی بھی معاشرے کی خوشحالی کی بنیاد ہوتا ہے دینے سے قاصر رہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فنون لطیفہ کو فروغ دیا جائے دانشوروں کو وہ مقام دیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

چیچہ وطنی 13-14 دسمبر 2016

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام پنجاب کی تحصیل چیچہ وطنی میں ''انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ'' کے عنوان ایک دوروزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا۔ ورکشاپ میں حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، مذہبی ہم آہنگی اور رواداری وقت کی اہم ضرورت ہے، پنجاب میں کم سن بچوں کے نظام انصاف پر عمل درآمد کی صورتحال، انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت جیسے موضوعات زیر بحث رہے۔ سہولت کاروں میں ایچ آر سی پی کے چیف کوآرڈینیٹر حفیظ احمد بزدار، محمد نعمان، منصور معین، کاشف شہزاد اور شبیر حیدر صاحب شامل تھے۔ شُرکاء میں صحافی، وکلاء، اساتذہ، سماجی کارکنان، طلبہ اور دیگر مکاتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ علاوہ ازیں ورکشاپ میں "ہم انسان" اور "ضمیر کی عینک" کے نام سے دستاویزی فلمیں دکھائی گئی اور شرکاء کے درمیان رواداری کے فروغ کے لیے گروپ ورک اور گیمز بھی کروائی گئیں۔ ورکشاپ کی مختصر روداد ذیل میں بیان ہے۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

جواد احمد

پاکستان کی سلامتی کو درپیش مسائل، معاشرے میں عدم برداشت اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات ایک گھمبیر چیلنج بنتے جا رہے ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے ریاستی سطح سے لے کر عوامی سطح تک، انفرادی اور اجتماعی کاوشوں کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ایچ آر سی پی کی کاوش ہے کہ ریاست اور دیگر سماجی و مذہبی طبقات کے ساتھ مکالمے اور مشاورت کے ذریعے ان طریقہ ہائے کار پر غور اور اتفاق پیدا کیا جائے تاکہ ایک پرامن اور متوازن معاشرے کی جانب مثبت پیش رفت کی جا سکے۔ ہمیں اس وقت بدامنی کی جن مختلف صورتوں کا سامنا ہے ان کا آپ کو بھی مکمل ادراک ہے۔ ایچ آر سی پی کی جانب سے انسانی حقوق کی تعلیم کے فروغ، انتہا پسندی سے آگاہی اور اس کی روک تھام کے لیے پورے ملک میں کوششیں جاری ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کاوش آج کی ورکشاپ ہے اور میں آپ سب کا بہت مشکور ہوں کہ آپ اپنے قیمتی وقت سے کچھ لمحات نکال کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ ہمیں مل کر سوچنا ہے کہ انتہا پسندی جیسے سرطان کو روکنے کے لیے کن تدابیر کی ضرورت ہے۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ ہماری ورکشاپ کے مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور امن ورواداری کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

انسانی حقوق کی بات کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ انسانی حقوق کے منشور کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو ہمارے مخالفین اور ہمارے دشمن ہیں۔ عالمی منشور کی تیسری شق ہر شخص کو زندہ رہنے، آزاد رہنے اور ذاتی تحفظ کا پیدائشی حق دیتی ہے۔ ان تمام شقوں کی موجودگی میں ان پر یقین رکھتے ہوئے ہمیں اپنے دشمنوں سے کہنا چاہیے آج آپ بہت سے بے گناہوں کو ذبح کر رہے ہیں، ان کے سکول، ہسپتال اور قبرستان بموں سے اڑا رہے ہیں، لیکن جب آپ کل گرفتار ہونگے، اپنے مخالفین کے قبضہ قدرت میں ہوں گے تو ہم آپ کے انسانی حقوق کے لیے بھی آواز بلند کریں گے، کیونکہ ہم آپکی طرح اپنے مخالف کو غیر انسان نہیں سمجھتے۔ اس وقت مجھے میثاق تہران یاد آ رہا ہے جس کی شق 10 میں حقوق انسانی کی نفی کرنے والی کسی بھی جارحانہ کاروائی اور مسلح تصادم کی شدت سے مذمت کی گئی ہے اور کہا گیا کہ ایسی کسی بھی صورتحال یا اس سے پیدا ہونے والے ردعمل کے نتیجہ میں دنیا بھر کے انسان غضبناک تکالیف برداشت کرتے ہیں۔

انسانی حقوق کی تحریک کا جدید دور دوسری جنگ عظیم کے

بعد شروع ہوا۔ بچوں، عورتوں کے حقوق کی تحریک چلی۔ انسانی حقوق کے فروغ کے لئے بہت سی تحریکیں کارفرما تھیں بالآخر 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کے تحفظ کا چارٹر اپنایا گیا جس میں 30 اہم نکات ہیں۔ انسانی حقوق کے فروغ کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی بہت بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ ہماری سیاسی تنظیموں کا رویہ بھی اتنا تسلی بخش نہیں رہا ہے۔

پاکستان اس وقت معاشی استحصال اور انتشار کا شکار ہے، جس کی بنیادی وجہ کمزور جمہوری حکومت ہے۔ عام آدمی کو اپنے بنیادی حقوق کا پتہ نہیں کہ یہ حقوق ہیں کیا، اور کہاں سے ملیں گے۔ ان حقوق کے حصول میں سول سوسائٹی اہم کردار ادا کرسکتی ہے اور عام لوگوں میں حقوق کا شعور پیدا کرنے اور اس تک رسائی حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ ایک آدمی کی ذمہ داری صرف اس کے خاندان، معاشرے، طبقہ، ذات، مذہب یا قوم تک محدود نہیں بلکہ وہ تمام انسانیت کو جواب دہ ہوتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد 1945ء میں اقوام متحدہ قائم ہوئی کیونکہ دو عالمی جنگوں اور جغرافیائی تنازعات نے مزدوروں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، اقلیتوں اور کمزور طبقات کے حقوق، سیاسی وسماجی حقوق، تعلیم اور روزگار کے حقوق، بچوں کے حقوق اور معاشی آزادیوں کو شدید متاثر کیا تھا اور ان حقوق کے تحفظ کی شدید ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ اقوام متحدہ نے 10 دسمبر 1948ء کو اپنی جنرل اسمبلی کی منظور شدہ قرارداد کے تحت انسانی حقوق سے متعلق جو اعلان کیا اسے ''انسانی حقوق کا عالمی منشور'' کہا جاتا ہے۔ یہ منشور 30 دفعات پر مشتمل ہے۔ اس میں انسانی وقار اور عظمت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ رنگ ونسل اور علاقائی تعصّاب سے بالاتر یہ ایک ایسا مسودہ ہے جو تمام اقوام عالم کے لیے قابل قبول ہے۔ پاکستان نے بھی 1973ء کے آئین میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں حقوق کے فروغ اور حقوق کے حصول کے لیے سول سوسائٹی کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان معاشروں کی حالت بھی چند صدیاں پہلے ہمارے معاشرے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ مختلف انجمنوں، طلبہ تنظیموں اور ٹریڈ یونینوں نے اپنے اپنے حقوق کی بقاء کے لیے کوششیں کیں اور نتیجتاً ایک مضبوط اور متحرک سول سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا جس نے حقوق کی تحریک کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ اسے رواں دواں بھی رکھا۔

پنجاب میں کم سن بچوں کے نظام انصاف پر عمل درآمد کی صورتحال: منصور معین

بچے ہمارے معاشرے کا بہت اہم حصہ ہیں اس لیے خصوصی توجہ اور اہمیت کے حامل ہیں۔ بچے ذہنی اور جسمانی لحاظ سے اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ اپنے فائدے اور نقصان کو سمجھ سکیں یا اپنا دفاع کرسکیں۔ اس وجہ سے وہ مختلف زیادتیوں اور ناانصافیوں کا شکار بنتے ہیں۔ بعض مرتبہ بچوں کو مختلف جرائم میں پھنسا دیا جاتا ہے، یا وہ اپنے اردگرد کے ماحول، بری صحبت، اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے چھوٹے بڑے جرائم کر گزرتے ہیں۔ البتہ ایسے بچے جو سنگین نوعیت کے جرائم میں ملوث ہوں ان کے لیے ایک خاص طریقہ کار کے مطابق کارروائی کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کے بچوں کی اصلاح اور ان کی معاشرے میں اس طرح سے شمولیت کے وہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرسکیں، حکومت اور ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس بارے میں ہمارے ملک میں ایک حد تک تو قوانین کتابوں میں ضرور موجود ہیں لیکن ان پر باقاعدہ سے عمل نہیں کیا جارہا ہے۔ ماضی میں جرائم میں ملوث کمسن بچوں کے لیے قانونی کارروائیاں انہی قوانین کے مطابق کی جاتی تھیں جو قوانین بڑوں کے لیے تھے۔ اس وجہ سے فوجداری قوانین میں بچوں کے لیے الگ نظام قانون کی ضرورت رہی ہے اور اس طرح کے قوانین کا مقصد صرف سزا دینا نہیں بلکہ اخلاقی، تعلیمی اور فنی تربیت دینا ہے تاکہ ایسے بچوں کی اصلاح ہوسکے۔ اسلامی قوانین میں بھی بچوں سے متعلق سزاؤں کا طریقہ کار مختلف ہے، اور انہیں حد اور قصاص جیسی سزاؤں سے استثناء حاصل ہے۔

پاکستان میں سال 2000 میں بچوں سے متعلق "جووینائیل جسٹس سسٹم آرڈیننس 2000 " آیا۔ البتہ اس سے قبل صوبہ پنجاب میں Punjab Youthful Offenders Act1952 موجود تھا جس کو منسوخ کر کے Punjab Youthful Offenders Ordinance 1983 منظور گیا۔ مگر اس آرڈیننس میں صرف دو دفعات کو فعال رکھا گیا اور بقیہ دفعات کے بارے میں یہ کہا گیا کہ حکومت جب چاہے گی بذریعہ نوٹیفیکشن یا آفیشل گزٹ ان کو نافذ کیا جائے گا۔ اس آرڈیننس کی دفعہ 2 شق (a) میں بچے کی تعریف یہ کی گئی کہ جس کی عمر 15 سال پوری نہ ہوئی ہو۔ جبکہ جووینائیل جسٹس سسٹم آرڈیننس 2000 میں بچے کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس کی عمر ارتقاب جرم کے وقت 18 سال سے کم ہو.

Punjab Youthful Offenders Ordinance 1983 کے مطابق صوبہ پنجاب میں بچوں کے لیے فلاحی مراکز اور ان کی فنی تعلیم وتربیت کے سنٹرز بنائے جانے تھے مگر قانون پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا۔ بعد ازاں یہ قانون منسوخ کر کے "Punjab Destitute and Neglected Children Act 2004" متعارف کرایا گیا۔ اگرچہ یہ قانون بچوں کے جرائم سے متعلق نہیں ہے مگر اس قانون میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے چند دفعات کو شامل کیا گیا۔

بچوں کے جرائم کے حوالے سے اس وقت ملک میں بشمول صوبہ پنجاب ''جووینائیل جسٹس سسٹم آرڈیننس' 2000 نافذ ہے۔ اس قانون میں بچوں سے متعلق جو خاص شقیں درج کی گئی ہیں وہ اس طرح سے ہیں۔

- ☆ علاقائی سطح پر ایک یا ایک سے زائد بچوں کی فوجداری عدالتوں کا قیام۔ ہائی کورٹ ماتحت عدالتوں یا درجہ اول کے جوڈیشل مجسٹریٹ کو جووینائیل کورٹ کے طور پر کام کرنے کا اختیار دے گی۔
- ☆ ایسے بچے جو کسی جرم یا فوجداری مقدمے میں ملوث پائے جائیں انہیں ریاست کی طرف سے قانونی مدد فراہم کی جائے۔ ایسے بچوں کے مقدمات کی سماعت صرف جووینائیل کورٹس کریں گی اور بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات چار ماہ کے اندر نمٹائے جائیں گے۔
- ☆ پولیس اگر کسی بچے کو کسی جرم میں گرفتار کرے گی تو فوری طور پر گرفتاری کی اطلاع اس کے گھر والوں کو دے گی اور انہیں جرم، وقت اور تاریخ کے بارے میں آگاہ کیا جائے گا اور یہ بھی کہ بچے کو کونسی جووینائیل کورٹ میں پیش کیا جانا ہے۔
- ☆ قابل ضمانت جرم میں بچوں کو معقول ضمانت پر رہا کردیا جائے گا۔
- ☆ ایسا بچہ جس کی عمر 15 سال سے کم ہو اور اس سے ناقابل ضمانت جرم سرزد ہوجائے تو عدالت ایسے جرم کو قابل ضمانت تصور کرکے بچے کی ضمانت منظور کرلے گی۔ البتہ ایسا بچہ جسک ی عمر 1 5 سال سے زائد ہو اور 18 سال سے کم ہو اور اس سے کوئی سنگین جرم سرزد ہو تو پھر ضمانت عدالت کی صوابدید پر منظور ہوگی۔ کسی بچے کو ہتھکڑی یا بیڑیاں نہیں لگائی جائیں گی۔ دوران قید کسی بچے سے مشقت نہیں کرائی جائے گی اور نہ ہی اسے کوئی جسمانی سزا دی جائے گی۔ پروبیشن آفیسر بچے کے کردار سے متعلق رپورٹ بنا کر متعلقہ جووینائیل کورٹ کو فراہم کرے گا۔ بچے سے متعلق کوئی شناخت یا جووینائیل عدالت کی کارروائی سے متعلق کوئی بات کسی اخبار یا جریدے وغیرہ میں نہیں چھاپی جائے گی۔
- ☆ کسی بچے کو سزائے موت نہیں دی جائے گی۔
- ☆ اگر کسی بچے کی عمر کے متعلق کوئی سوال یا اعتراض ہو تو اس کا تعین عدالت بذریعہ انکوائری یا میڈیکل رپورٹ

کیا جائے گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ قوانین پر ان کی حقیقی روح کے مطابق عمل کیا جائے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

کاشف شہزاد

اکیسویں صدی کا آغاز ہوا تو اپنے ضمیر کے مطابق لکھنے اور انسانی حقوق کو اپنی تحریروں کا پیمانہ بنانے والے ادیبوں کو چین، ایران، پیرو اور بعض دوسرے ملکوں میں سرکاری عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں طویل مدت کے لیے قید کیا گیا۔ چین اور ایران میں حالات آج بھی کچھ خاص بہتر نہیں ہوئے۔ وہاں گزشتہ 10 برسوں کے دوران 150 ادیب اور صحافی گرفتار ہوئے اور 50 سے زیادہ قتل ہوئے۔ درجنوں لا پتہ ہوئے اور ان کا کوئی کھوج نہیں مل سکا۔ یہ اپنے ضمیر کے مطابق انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں پر آواز اٹھانے کی قیمت ہے جو ادیب اور صحافی ادا کرتے رہے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کسی بھی سماج میں ادیبوں کا کیا کردار ہے۔ ان کا یہ رویہ صرف انہی ملکوں میں نہیں ہوتا جہاں آمرانہ حکومتیں ہوتی ہیں، جمہوری حکومتیں غاصبانہ قوت بن کر کسی دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتی ہیں تب بھی ادیبوں کی ذمہ داریاں یہی ہوتی ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں کے خلاف احتجاج کریں اور انسانی حقوق کی پامالی کے راستے میں چٹان کی طرح کھڑے ہو جائیں۔ اس کی ایک بڑی مثال 2004 میں امریکی شاعروں اور ادیبوں نے پیش کی۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکی فوجیں عراق پر قبضہ کر رہی تھی اور نہتے شہریوں پر بمباری ہو رہی تھی۔ ہم نے 1979 میں بھٹو صاحب کی پھانسی کے صرف چند دن بعد جنرل ضیاء الحق کی اس ضیافت کے مناظر دیکھے جس میں ملک بھر کے بیشتر ادیب، شاعر، اور نقاد مدعو کیے گئے تھے اور گنتی کے چند ادیبوں کو چھوڑ کر بیشتر سر کے بل اس تقریب میں گئے تھے، تقریب شاہی کے نشے میں سرشار تھے اور سولی کے سائے میں بچھنے والے دسترخوان سے فیض یاب ہوئے تھے۔

ہم نے یہ بھی دیکھا کہ برصغیر میں جب فرقہ واریت کی کالی آندھی چلی تو ہمارے کچھ ادیبوں نے مایوسی کے عالم میں یہ اعلان کیا کہ انسان مر گیا ہے۔ لیکن عین اسی وقت اردو، ہندی، بنگلہ، پنجابی، سندھی اور برصغیر کی دوسری زبانوں کے ادیبوں نے اپنا قلم فرقہ واریت، مذہبی جنون اور قتل عام کے خلاف استعمال کیا۔ ان کی تحریکوں میں اس انسان کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں جو نفرتوں اور عداوتوں سے ماورا ہے۔

دنیا کے متعدد ادیبوں اور دانشوروں نے نفرتوں اور عصبتوں کی آگ ٹھنڈی کرنے کا فرض انجام دیا ہے اور انسانی حقوق کی پاسداری کے لیے سینہ سپر ہوئے۔ اسکی ایک شاندار مثال 2008 میں اس وقت سامنے آئی جب انسانی حقوق کے عالمی منشور کی 60 ویں سالگرہ منائی جا رہی تھی۔ اس موقع پر دنیا کے 30 اہم اور نامور گرامی ادیبوں نے اس عالمی منشور کی 30 شقوں کے حوالے سے 30 کہانیاں لکھیں جن کا مجموعہ "آزادی" کے نام سے شائع ہوا۔ کہانیوں کے اس مجموعے کا پیش لفظ ڈیسمنڈ ٹوٹو نے لکھا اور اس کتاب کی ساری آمدنی ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نام ہوئی۔

انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

شبیر حیدر

اگر ہم پاکستان میں انتہا پسندی کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نظام سے قبل برصغیر پاک و ہند طویل عرصے تک شہنشاہوں، بادشاہوں، وڈیروں، چوہدریوں اور سرداروں کے تسلط میں رہا۔ یہ لوگ اپنی قوم یا قبیلوں پر لامحدود اختیارات رکھتے تھے۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو انتہا پسندی کے ہر فعل کے پیچھے کچھ سیاسی، مذہبی، معاشی اور سماجی وجوہات رہیں۔ دنیا کے 57 اسلامی ممالک ایک حقیقی جمہوری نظام کو قائم کرنے میں ناکام رہے جس کے باعث آج پوری دنیا میں انتہا پسندی تیزی سے پھیلتی جا رہی ہے۔ کہیں مذہبی انتہا پسندی عروج پر ہے تو کہیں معاشرہ سماجی انتہا پسندی کا شکار ہے اور کسی معاشرے کو سیاسی انتہا پسندی کا سامنا ہے تو کسی میں معاشی استحصال جاری ہے۔ اگر پاکستان میں انتہا پسندی کے آغاز کی بات کریں تو اس کا آغاز پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہی ہو گیا تھا اور اس سلسلے کی پہلی کڑی قرارداد مقاصد کو کہا جاتا ہے جس نے مذہب کو سیاست میں شامل کر کے مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد رکھی۔ پھر بھٹو کے دور میں احمدیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ اسی سوچ کو مزید ہوا دیتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے ایک تناور درخت بنا دیا جس کی جڑیں اب پورے ملک میں پھیل چکی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے افغان جنگ میں امریکہ کی حمایت کی اور جہاد کے نام پر بہت سارے ہتھیار منگوائے اور پاکستان کو اسلحے کا ڈپو بنا دیا۔ پاکستان میں انتہا پسندی کی موجودہ صورتحال بہت خطرناک ہے۔ غربت، بے روزگاری اور ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ اور خودکش حملوں جیسے کلچر کو فروغ مل رہا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان مستحکم ہو اور ترقی کا سفر طے کرے تو یہاں پر بسنے والی قوموں کو مکمل حقوق دینا ہوں گے۔ صرف یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر اس خطے کو بچایا جا سکتا ہے۔ ہمیں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا ہو گا اور میڈیا پر ایسے اینکرز کو بولنے کی اجازت نہ دی جائے جو فرقہ پرستی کو ہوا دینے کا موجب بنتے ہیں۔ اینکرز خود ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور مسئلہ کا حل بھی خود ہی کر لیتے ہیں جو ان کا کام نہیں۔ آج میڈیا کی ترقی نے دنیا کو ایک گلوبل ویلیج بنا دیا ہے۔ اس لیے میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہئے۔ خبر کو سچائی سے عوام تک پہنچانا چاہئے۔ رپورٹر کا دیانتدار اور غیر جانبدار ہونا، اور یہ ادراک رکھنا کہ کرنا کیا ہے بہت ضروری ہے۔ ہمارے اینکر ہر موضوع پر ہر فن مولا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ حکومت کو توڑ بھی سکتے ہیں جب چاہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ صحافیوں میں پایا جانیوالا یہ رویہ ختم ہونا چاہیے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کسی بھی شعبے میں جانے کے لیے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے مگر اس اصول کو ہمارے ہاں اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ میڈیا میں گیٹ کیپر اور پیمپرا کا کردار بہت اہم ہے۔ گیٹ کیپر ایک ایسے عہدہ کا نام ہے جس کا کام ایسی تمام خبروں کو روکنا ہے جس سے معاشرے میں بدامنی یا انتشار پھیلے۔

مذہبی ہم آہنگی اور رواداری وقت کی اہم ضرورت ہے

حفیظ احمد بزدار

11 اگست 1947 کی قائداعظم کی تقریر میں پاکستان کے لئے رہنما اصول متعین کر دیے گئے تھے لیکن اس تقریر کو قوم سے چھپایا گیا اور نصاب میں شامل نہ کیا گیا کیونکہ بعض لوگ قائد کا پاکستان نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ قرارداد مقاصد کے ذریعے کچھ ایسی چیزیں پاکستان کی نظریاتی ساخت میں شامل کر دی گئیں جو قائد کی 11 اگست والی تقریر سے متصادم تھیں۔ اس کے بعد وہ لوگ پاکستان سے مایوس ہو گئے۔ مذہبی رواداری ختم ہوتی گئی۔ پاکستان کے قیام کے وقت ملک میں 25% اقلیتیں موجود تھیں جن میں تقریباً 25000 ہزار یہودی بھی تھے اب کوئی بھی نہیں ہے۔ پاکستان بنانے میں شریک اقلیتیں بعد ازاں خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگیں۔ ایس پی سنگا اسپیکر پنجاب اسمبلی نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ 1977-88 کے مارشل لاء دور میں بہت سے مذہبی اور نسلی اور علاقائی مسائل نے جنم لیا۔ 1971 میں گورنمنٹ نے تمام پرائیویٹ اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا جس سے ملک میں موجود اقلیتوں کے تمام ادارے بھی گورنمنٹ کے کنٹرول میں چلے گئے جس سے ان میں اپنے اثاثہ جات کے غیر محفوظ ہونے کا احساس بھی ابھر کر سامنے آیا اور ان میں بعض ادارے انہیں واپس ملے تو ان کی حالت قابل رحم تھی۔

بوٹوں کے نیچے مذہبی نشان بنانیوالی فیکٹری کے خلاف مظاہرہ

پشاور مسیحی برادری نے سپریم کورٹ آف پاکستان سے اپیل کی ہے کہ بوٹوں کے نیچے ان کے مذہبی نشان بنانے والی فیکٹری کے خلاف انکوائری کمیٹی بنائی جائے جس میں ان کے فادر اور بشپ بھی شامل ہوں۔ پشاور پریس کلب کے سامنے مسیحی برادری نے اس حوالے سے پادری گلفام شہزاد بشیر کی قیادت میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ راول پنڈی میں واقع ایک کمپنی نے جوتوں کے نیچے ان کا مذہبی نشان چھاپ کر ان کے جذبات کو مجروح کیا ہے جو کہ ایک غیر ذمہ دارانہ اقدام ہے جس کی وہ پر زور مذمت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس طرح کی حرکت کرنے والے مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان انتشار پھیلانا چاہتے ہیں۔ مقررین نے وزیر اعظم، آرمی چیف اور صوبائی حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اس کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے اور ضبط شدہ تمام سٹاک کو جلایا جائے۔ (روزنامہ ایکسپریس)

صحافیوں کا احتجاجی مظاہرہ

چمن 27 دسمبر کو ڈسٹرکٹ نیشنل پریس کلب ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے زیر اہتمام ڈپٹی کمشنر آفس کے سامنے ایک بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا۔ احتجاجی مظاہرے میں صحافیوں سمیت سیاسی و مذہبی جماعتون کے قائدین، انجمن تاجران چمن، سول سوسائٹی و دیگر سماجی تنظیموں کے کارکنوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مظاہرین نے صحافیوں کے عدم تحفظ اور ڈاکوؤں کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کے خلاف شدید نعرے بازی کی۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے۔ احتجاجی مظاہرے سمیت جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم مولانا محمد حنیف، پریس کلب قلعہ عبداللہ کے صدر فضل محمد جاجک، روزنامہ کوژک چمن کے چیف ایڈیٹر محمد اسلم اچکزئی، جماعت اسلامی کے قاری عطاءاللہ مرکزی جامع مسجد کے خطیب حافظ مطیع اللہ، انجمن تاجران کے صدر محمد صادق اچکزئی اور شمشاد رائٹرز فورم چمن کے صدر سیف الرحمان نے خطاب کرتے ہوئے واقعے کی شدید مذمت کی۔ صحافی عبدالہادی اچکزئی سے گاڑی چھین کر صحافی حضرات کی زندگی مشکل کر دی۔ شہر میں بدامنی کی وجہ سے عوام سخت پریشان ہیں۔ انہوں نے ضلعی انتظامیہ سے پرزور اپیل کی کہ صحافی عبدالہادی پر حملہ کرنے والوں کو جلد از جلد گرفتار کیا جائے۔ (محمد صدیق)

انسانی حقوق کے تحفظ اور بدعنوانی کے خاتمے پر زور

تربت 8 جنوری کو ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران نے اپنا ماہانہ اجلاس منعقد کیا۔ جس میں 17 سرگرم کارکنان نے شرکت کی، جن میں جمال پیر محمد، رؤف شہزاد، خان محمد جان، خدا بخش قومی، حیدر کے بی، امبر دلمراد، گلناز شبری، شہناز شبیر، ساجدہ گل، روزینہ ابراهیم، رخشندہ تاج، محمد کریم گچکی، راجہ احمد خان گچکی، شکر اللہ یوسف، اسداللہ بلوچ، فضل کریم اور راقم الحروف شامل تھے۔ شرکاء کی حاضری، اپنے اپنے تعارف اور ابتدائی کلمات کے بعد خواتین ٹیم کی کوآرڈینیٹر شہناز شبیر نے تین خواتین سے متعلقہ تین کیسز کی مفصل رپورٹ پیش کی۔ شرکاء سے تینوں کیسز کے بارے میں مشاورت کی گئی، اور انہیں آگے بڑھا کر منطقی نتائج تک پہنچانے کے لئے ایک 7 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کے بعد اجلاس کے موضوع ''کرپشن کی وبا'' پر اظہار خیالات کیا گیا۔ مقررین میں غنی پرواز، خان محمد جان، رخشندہ تاج، رؤف شہزاد، شکر اللہ یوسف، محمد کریم گچکی، شہناز شبیر، فضل کریم اور خدا بخش قومی شامل تھے۔ انہوں نے کرپشن کی تعریف اور مختصر تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک میں اس کی خاص مثالیں بھی دیں۔ اور بتایا کہ اگرچہ یہ ایک عالمی مسئلہ ہے لیکن پاکستان میں اس نے باقاعدہ ایک وبا کی شکل اختیار کر لی ہے اور کوئی بھی شعبہ اس کی زد سے محفوظ نہیں۔ کرپشن کا بنیادی سبب سسٹم کی خرابی ہے۔ اگر سسٹم کو ٹھیک کیا جائے تو مجبوری اور لالچ کے اسباب بھی خود بخود دُور ہو جائیں گے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کا سسٹم ٹھیک کر دیا جائے تاکہ کرپشن جڑ سے ختم ہو جائے، اور ملک ترقی کر سکے۔ آخر میں درج ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

- ☆ آج کے اجلاس کا مطالبہ ہے کہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کو یا تو بالکل ختم کر دیا جائے، یا کم سے کم اس میں کمی لائی جائے اور لوڈ شیڈنگ کا ایک شیڈول مقرر کیا جائے اور اس پر عمل بھی کیا جائے۔
- ☆ تربت شہر اور ضلع کیچ کچرے کے ڈھیر بن کر رہ گئے ہیں۔ اور کچرے کے ان ڈھیروں کے حجم میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ کچرے کے یہ ڈھیر ختم کیے جائیں، اور اگر ختم نہیں کئے جا سکتے، تو کم از کم ان کے حجم میں اضافہ نہ کیا جائے۔
- ☆ ضلع کیچ میں ملیریا، ڈینگی اور بیماریوں کے تدارک کے لیے اسپرے کرنا ضروری ہے، اس لیے ضلعی حکومت اس مسئلہ کا نوٹس لے۔
- ☆ ملک سے کرپشن کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کئے جائیں اور انتظامی عدالتی جوابدہی کا شفاف نظام قائم کیا جائے۔
- ☆ ضلع کیچ میں 8 ہزار سے زیادہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں دو مہینوں سے بالکل بند تھیں۔ اب ان کے کھلنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے مگر یا تو بنکوں کے اے ٹی ایم بند رہتے ہیں یا پھر بنکوں میں کیش ہی نہیں ہوتا جس سے یہ سرکاری ملازمین کافی پریشان ہیں۔ اس اجلاس کا مطالبہ ہے کہ بنکوں کے سربراہان اپنے اپنے بنکوں کے اے ٹی ایم اور کیش کے مسائل جلد از جلد حل کریں۔
- ☆ جناح یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر، مشہور شاعر اور سماجی کارکن سلمان حیدر کو بعض طاقتوں نے بنی گالا کے علاقے سے جبری طور پر اغوا کر لیا جو ابھی تک لاپتہ ہیں۔ یہ اجلاس مذکورہ واقعہ کی مذمت کرتا ہے، اور مطالبہ کرتا ہے کہ انہیں جلد از جلد بازیاب اور رہا کر دیا جائے۔
- ☆ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام بنیادی طور پر تو غریبوں اور محتاجوں کی مالی معاونت کے نام پر شروع کیا گیا تھا۔ اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اِسی مقصد کے لئے جاری رہے لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اس کے ذریعے یا تو، اپنے خوشحال رشتہ داروں اور کارکنوں کو نوازا جاتا ہے یا پھر ایسے لوگوں کے نام اور نمبر وغیرہ استعمال کر کے لاکھوں روپے ہڑپ کئے جاتے ہیں جنہوں نے نہ تو کبھی اس کے لئے درخواست فارم پُر کئے ہیں، اور نہ ہی انہیں اس کی حاجت ہے۔ بلکہ وہ بار بار اس غلط عمل کے خلاف احتجاج بھی کرتے رہے ہیں۔ یہ اجلاس اس بدعنوانی کی مذمت اور اس کا قلع قمع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔
- ☆ تربت ماڈل سٹی پراجیکٹ کے حوالے سے تربت شہر کی سڑکوں کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد اُن کی مرمت ابھی تک مکمل نہیں ہو سکی ہے اور خصوصاً تربت تا آپسر مین روڈ کی حالت بے حد خراب ہے، جس پر نہ صرف آمد و رفت بے حد مشکل ہے بلکہ اب تک اس پر کئی ناخوشگوار حادثات بھی ہوئے ہیں۔ اس اجلاس کا پراجیکٹ کے جملہ ذمہ داران سے مطالبہ ہے کہ اس روڈ کی مرمت جلد از جلد مکمل کی جائے۔

(غنی پرواز)

پاکستان میں بڑھتی ہوئی عدم رواداری: اسباب کیا ہیں، مضمرات کیا ہیں

جھــــنگ 5 جنوری 2017ء کو سیکرڈ ہارٹ ہائی سکول جھنگ میں ضلعی کورگروپ ایچ آر سی پی اور نجم القمر فاؤنڈیشن کے اشتراک سے ایک خصوصی نشست بعنوان ''پاکستانی معاشرہ میں بڑھتی ہوئی عدم رواداری، اسباب کیا ہیں؟ مضمرات کیا ہیں؟ تدارک کیا ہے'' کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کے آغاز پر سکول کی سینئر ٹیچر محترمہ روبینہ افتخار نے کہا کہ ان کا ادارہ جھنگ میں رواداری کی بہترین مثال ہے اس سکول کو قائم ہوئے نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکا ہے یہاں مسلم اور مسیحی بچوں کو بلا کسی امتیاز داخل کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں کا ٹیچنگ سٹاف بھی دونوں مذہبی برادریوں سے لیاقت کی بنا پر لیا جاتا ہے اور کسی بھی شخص پر مذہبی بنیاد پر نہ تو کوئی دباؤ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ ہم نے اس جذبہ رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دینے کے لیے اس خصوصی نشست کا اہتمام کیا ہے۔

نجم القمر فاؤنڈیشن کی صدر محترمہ نجم النساء نے کہا کہ ہمارے معاشرے سے رواداری ختم ہوتی جارہی ہے قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ میں بدامنی جنم لے چکی ہے۔ امن کو شدید خطرہ لاحق ہے جبکہ امن کسی بھی معاشرے کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس معاشرے سے امن عنقا ہو جائے، بدامنی پھیل جائے اور لوگوں کی زندگیاں غیر محفوظ ہو جائیں وہاں سے کاروبار اور روزگار ختم ہو جاتا ہے، بیروزگاری پھیل جاتی ہے اور سرمایہ کاری رک جاتی ہے۔ لوگوں کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی تو لوٹ مار کا بازار گرم ہو جاتا ہے، اغواء برائے تاوان کی وارداتیں ہوتی ہیں، انسانی حقوق متاثر ہوتے ہیں جن کا نقصان ہم سب کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لیے رواداری کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہماری اولین کوشش ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو تشدد، انتہا پسندی سے بچا کر انہیں مل جل کر رہنے کا درس دیں لیکن اس لیے ہمیں خود کو ایک مثال بن کر پیش کرنا ہوگا۔ کورگروپ جھنگ کے ضلعی رابطہ کار قمر زیدی نے کہا کہ جب ہم انتہا پسندی کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب صرف مذہبی انتہا پسندی نہیں ہوتا۔ مذہبی انتہا پسندی تو محض ایک قسم ہے۔ معاشرے کو پرامن طریقے سے چلانے کے لیے انسانی رویوں میں لچک کا ہونا ضروری ہے۔ انسانی رویوں میں لچک ہوگی تو ان میں رواداری آئے گی، معاشرے میں امن ہوگا۔ جہاں امن ہوگا وہاں خوشحالی ہوگی۔ تعلیم ہوگی، صحت کی سہولیات ہوں گی، امن ہوگا، سکون ہوگا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک برصغیر کے حکمرانوں میں رواداری تھی معاشرے میں امن تھا لیکن جب یہاں مذہبی انتہا پسندی نے جنم لیا تو خانہ جنگی بھی ہوئی اور قتل و غارت بھی ہوئی۔

> ہمارے معاشرے سے رواداری ختم ہوتی جارہی ہے قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ میں بدامنی جنم لے چکی ہے۔ امن کو شدید خطرہ لاحق ہے جبکہ امن کسی بھی معاشرے کے لیے بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس معاشرے سے امن عنقا ہو جائے، بدامنی پھیل جائے اور لوگوں کی زندگیاں غیر محفوظ ہو جائیں وہاں سے کاروبار اور روزگار ختم ہو جاتا ہے، بیروزگاری پھیل جاتی ہے اور سرمایہ کاری رک جاتی ہے۔ لوگوں کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی تو لوٹ مار کا بازار گرم ہو جاتا ہے، اغواء برائے تاوان کی وارداتیں ہوتی ہیں، انسانی حقوق متاثر ہوتے ہیں جن کا نقصان ہم سب کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لیے رواداری کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

آپ جھنگ کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہاں پر ایک رواداری تھی، امن تھا، لوگ مل جل کر رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے مکاتب فکر کے لوگوں میں رشتے ہوتے تھے۔ پھر بدقسمتی سے ہم نے دیکھا کہ 90 کے عشرے میں جھنگ جیسے امن کے گہوارے میں قتل و غارت ہوئی۔ لوٹ مار بھی ہوئی کرفیو بھی لگے جس کے نتیجے میں کاروبار تباہ ہو گیا، بیروزگاری پھیل گئی، خاندانوں کے خاندان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ تعلیم کی طرف دیکھ لیں تعلیم فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں ریاست کی ترجیحات میں تعلیم نہیں ہے، صرف لاہور شہر میں ایک اورنج لائن ٹرین کا بجٹ پورے صوبے کے تعلیمی بجٹ سے زیادہ ہے آپ اپنے شہر جھنگ میں دیکھ لیں سرکار کے اپنے پوسٹ گریجویٹ کالج جو ضلع کا اکلوتا پوسٹ گریجویٹ کالج ہے اس کے پاس طلباء کو لانے اور لے جانے کے لیے صرف ایک بس ہے اس کالج کے سینکڑوں طلباء نجی بسوں کے پائیدانوں پر لٹک کر یا چھتوں سے بیٹھ کر اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا کر روزانہ سفر کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں ریاست میں تعلیمی اداروں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس میں نہ تو ہم آہنگی ہے اور نہ یہ دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ برصغیر کے مسلمان حکمرانوں کو تاریخ ہند میں شامل کر کے نہیں پڑھایا جاتا بلکہ انہیں اسلامی حکمران کہا جاتا ہے اور ان کے ہر غلط فعل کو مذہب کی ڈھال مہیا کی جاتی ہے۔ ہم پوری ذمہ داری سے سمجھتے ہیں کہ نصاب تعلیم کو فی الفور دور جدید کے تقاضوں کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ سکولوں کے بچوں کو ابتداء سے ہی ماحولیات کی تعلیم دی جائے اور ٹریفک ایجوکیشن کی تعلیم دی جائے، فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی جائے، قدرتی آفات سے بچنے کی تعلیم دی جائے۔ تعلیمی اداروں میں مار پیٹ کا رواج ختم کر کے پیار محبت اور اسباق کو آنکھیں بند کر کے حفظ کرنے کے طریقہ کو ختم کر کے دلیل سے بات کرنے اور دلیل سے بات سننے کو لازم قرار دیا جائے۔ تفریحی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے، ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر سکولوں اور کالجوں میں مباحثے کرائے جائیں۔

محترمہ سوسن نے کہا کہ جو لوگ انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں اور شرف انسانی پر یقین رکھتے ہیں، ہم ہمیشہ سے ان کے ساتھ ہیں پہلے بھی یہ ہمارے ادارے میں آ کر مختلف موضوعات پر بات چیت کر چکے ہیں، ہم آئندہ بھی ان سے تعاون کرتے رہیں گے، اور ان کے ساتھ مل کر انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کام کریں گے۔ جہاں تک ہمارے اپنے تعلیمی ادارے کی پالیسی کا تعلق ہے یہ صرف ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ یہاں کوئی مذہبی تفریق نہیں ہے، ہم امن کے مبلغ ہیں اور ہم بھائی چارے کے مبلغ ہیں۔ ہم ضرورت انسانیت میں یقین رکھتے ہیں، ہم عظمت انسانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ ہم مستقبل میں نجم القمر فاؤنڈیشن اور ایچ آر سی پی ڈسٹرکٹ کور کے ساتھ مل کر ''رواداری'' اور انسانی حقوق کے حوالے سے کام کریں گے۔ اس موقع پر وہاں موجود تمام لوگوں نے طلباء و طالبات کے ساتھ مل کر گایا

''ہر آدمی الگ سہی لہو کا رنگ ایک ہے''۔

(قمر زیدی)

نیشنل ایکشن پلان کی اصل ناکامی کیا ہے؟

وجاہت مسعود

ہم کیسے بیدار مغز لوگ ہیں۔ دسمبر 2016ء میں بیٹھ کر 2014ء کے نیشنل ایکشن پلان کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جسٹس فائز عیسیٰ کو 8 اگست 2016ء کے سانحہ کوئٹہ کی تحقیق پر مامور کیا گیا تھا۔ اس واقعہ میں پاکستان کے بہترین قانون دان بیٹے اور بھائی مارے گئے تھے۔ جسٹس عیسیٰ کی رپورٹ منظر عام پر آ گئی ہے۔ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف نیشنل ایکشن پلان مرتب کرتے ہوئے مناسب غور فکر کیا گیا اور نہ اس پر عمل درآمد میں سنجیدگی دکھائی گئی۔ اس رپورٹ پر ایک ردعمل وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان سے آیا۔ انہوں نے اپنی ذات اقدس کا دفاع کرتے ہوئے انکوائری رپورٹ کو یکطرفہ اور اس کے مندرجات کو مینڈیٹ سے انحراف قرار دیا۔ چوہدری صاحب کے لب و لہجے سے ہم ایسے نیاز مند خوب واقف ہیں۔ محترم جناب فضل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ نیشنل ایکشن پلان آسمان سے اترا ہوا لفظ نہیں۔ مولانا کی قادر الکلامی تسلیم، مشکل یہ ہے کہ قوموں کے فیصلے آسمان سے نہیں اترتے، یہ معاملات گوشت پوست سے بنے فانی انسان پارلیمنٹ وغیرہ جیسے زمینی اداروں میں طے کرتے ہیں۔ ایک بہت اہم خبر ریٹائر جنرل شعیب امجد نے دی ہے۔ ہمارے مقتدر ترین خفیہ ادارے کے سربراہ نے سال رواں میں وزیراعظم کو ایک خط لکھ کر تجویز کیا تھا کہ "پرامن جہادی تنظیموں" کے ارکان کو سرکاری ملازمتیں دی جائیں اور جو جہادی عناصر اس پر امادہ نہ ہوں، انہیں 'ڈی ریڈیکلائز' کر کے سیکورٹی اداروں کا حصہ بنا دیا جائے۔ سبحان اللہ! کیسی مثبت سوچ ہے۔ گویا تجویز یہ تھی کہ ریاست دشمن سوچ سے لڑنے کی بجائے قاتل کو گھر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے، اسے جینے اور نقل وحرکت کی پوری آزادی ہو۔ پرامن شہریوں کو اس کی سوچ پر انگلی اٹھانے کی اجازت نہ ہو۔ غیر واضح سوچ رکھنے والا سپہ سالار ہمیشہ بین بین راستہ نکالتا ہے۔ اگر شر رہے تو بھڑ کے جو پھول ہے تو کھلے... محترم وزیراعظم نے بوسنیا میں فرمایا کہ ہم نے طالبان اور القاعدہ کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہ کہ داعش کا کوئی وجود ہماری زمین پر نہیں۔ یہ اعلان قبل از وقت ہے۔ آگ دوڑی رگ احساس میں گھر سے پہلے...

نیشنل ایکشن پلان کی کامیابی یا ناکامی پر غور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ دہشت گردی ہے کیا؟ دہشت گردی کا یہ عفریت پاکستان سے کیسے منسوب ہوا؟ وطن کو دہشت گردی سے پاک کرنے کے لئے کیا اصولی فیصلے ضروری ہیں؟ سیاسی مقصد کے لئے تشدد کے ذریعے خوف و ہراس پھیلا کر معمول کے ریاستی بندوبست کو مفلوج کرنے کا نام دہشت گردی ہے۔ دہشت گردی میں تشدد کا خوف تشدد کے حقیقی حجم سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ ایک شخص کو قتل کر کے پورے شہر کو خوف زدہ کیا جاتا ہے۔ ریاست، شہری اور اداروں کے درمیان اعتماد کا پل اڑایا جاتا ہے۔ دہشت گردی کی روایت صدیوں پرانی ہے۔ لارنس آف عریبیا سلطنت عثمانیہ کے اردن پار علاقوں میں کیا کر رہا تھا؟ بنگال کے آزادی پسند اور بھگت سنگھ کے رفقا کیا کر رہے تھے؟ کیا 1948 میں اسرائیل اور عربوں کے درمیان دہشت گردی نہیں ہو رہی تھی؟ کیا قومی آزادی کی تحریکوں میں دہشت گردی اختیار نہیں کی گئی۔ کیا نیلسن منڈیلا نے ہتھیار نہیں اٹھائے؟ ہوا یہ کہ تاریخ، معیشت اور ٹیکنالوجی میں ارتقا کے ساتھ ساتھ دہشت گردی ایک جائز سیاسی طریقہ کار کے طور پر رد کر دی گئی ہے۔ گاندھی جی سے نیلسن منڈیلا اور یاسر عرفات سے آئرلینڈ تک تشدد سے پرامن سیاسی جدوجہد کا سفر بالکل واضح ہے۔ ایک اہم تبدیلی یہ ہوئی کہ جمہوری بندوبست کے مستحکم ہونے کے بعد دہشت گردی کے ایک جائز سیاسی حربے کے طور پر استعمال پر سوال اٹھنے لگے۔

پاکستان میں یہ معاملہ کچھ مختلف راستوں سے گزرا ہے۔ 1948ء میں ہم نے کشمیر کی لڑائی میں قبائلیوں کی اصطلاح استعمال کی۔ آج جنرل اکبر خان اور دوسرے مورخین ہمارے حکومتی موقف کی تردید کرتے ہیں۔ ہم نے افغانستان میں سوویت قبضے کے بعد سیاسی اور اخلاقی حمایت کی ایک ترکیب استعمال کرنا شروع کی۔ اب چالیس برس بعد بتائیے کہ کیا پاکستان کی زمین اسلحہ، تربیت اور مالی مدد فراہم کرنے کے لئے استعمال نہیں ہو رہی تھی۔ نوے کی دہائی میں ہم نے کشمیری حریت پسندوں کی اخلاقی اور سفارتی حمایت کا موقف اپنایا، کارگل اور قندھار طیارہ اغوا سے ہمارا موقف منہدم ہو گیا۔ نائن الیون کے بعد ہم نے کہا کہ ہماری زمین پر طالبان اور القاعدہ کا کوئی وجود نہیں۔ اسامہ بن لادن اور ملا منصور اختر ہمارے ہاں مارے گئے۔ ملا عمر کے مرقد کی کوئی خبر نہیں، البتہ ہمارے قبرستانوں میں ستر ہزار قبریں ہمارے شہیدوں کی موجود ہیں۔ جولائی 2015 میں مری کے مقام پر ہونے والے مذاکرات میں طالبان پیراشوٹ کے ذریعے نمودار نہیں ہوئے تھے۔ یوں غیر ریاستی تشدد کے ضمن میں اہم ترین مراحل پر ہمارا موقف اپنا اعتبار کھو بیٹھا اور اس کے اسباب محض انتظامی نہیں۔ اگر دہشت گردی محض انتظامی معاملہ ہوتی تو اس پر قابو پانے کے لئے ہماری پولیس کافی تھی۔

قیام پاکستان کے بعد ہم نے ریاست کے تشخص پر فکری انتشار پیدا کیا تو ایک نادیدہ مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا کہ ہماری افواج دفاع پاکستان کے لئے ہیں یا ہماری سلامتی کے علاوہ کچھ ماورائے جغرافیہ نظریاتی مقاصد بھی موجود ہیں۔ ملک کے دفاع اور نظریاتی خود راستی کو خلط ملط کر دیا جائے تو بالآخر وہ مرحلہ آ جاتا ہے جہاں یک جماعتی آمریت کی علمبردار ریاست اور عسکری اداروں میں حد فاصل مٹ جاتی ہے۔ روس میں کمیونسٹ پارٹی اور سرخ فوج ایک ہی فریق قرار پائیں۔ آج بھی بہت سے آمرانہ ممالک میں ایسا ہی ہے۔ ہمارے ملک میں نظریاتی اجارہ داری کے دعوے داروں اور سلامتی کے اداروں میں گٹھ جوڑ کا پہلا واضح اعلان الشمس اور البدر کی صورت میں نظر آیا۔ اسی کی دہائی میں سیاسی کارکنوں کو تخریب کار کہا جاتا تھا لیکن فرقے اور مذہب کے نام پر مسلح سرگرمیوں پر پابندی نہیں تھی۔ نوے کے عشرے میں جمہوریت اور صوبائی حقوق کا مطالبہ کرنے والوں پر ملک دشمنی کا الزام لگایا جاتا تھا البتہ مذہب کے نام پہ ریاست کی جڑیں کھوکھلی کرنے والوں کو کھلی چھٹی تھی۔ پاکستان میں دہشت گردی اور خودکش حملے نائن الیون کے بعد شروع نہیں ہوئے۔ مصر کے سفارت خانے پر حملہ 1995 میں ہوا تھا۔ نیشنل ایکشن پلان ایک غیر واضح دستاویز سہی، ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کا بنیادی اعلان یہ تھا کہ پاکستان دہشت گردی کو ایک جائز سیاسی طریقہ کار کے طور پر رد کرتا ہے۔ کسی کو مذہب کے نام پر اپنی رائے مسلط کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ پاکستان کے قومی مفادات کا تحفظ پاکستان کے اداروں کا کام ہے، غیر ریاستی عناصر کو یہ ذمہ داری نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے ملک کے دستور، عدالتوں، پارلیمنٹ اور جمہوری نظام کی مخالفت کرنے والے دہشت گردوں کے حامی ہیں۔ صاحبان، نیکٹا کا غیر فعال ہونا نیشنل ایکشن پلان کی اصل ناکامی نہیں۔ اسی طرح دہشت گردی کے واقعات میں کمی نیشنل ایکشن پلان کی کامیابی کا ثبوت نہیں۔ خودکش بمبار کے سینے پر بارود باندھنے سے پہلے ذہنوں میں بارود بھرا جاتا ہے۔ نیشنل ایکشن پلان ہمارے ذہنوں میں رکھی بارودی سرنگوں کی نشاندہی کرنے اور انہیں غیر فعال کرنے میں ناکام رہا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

جنگل میں بچاؤ کا طریقہ ء کار

بابر ستار

اغوا ہونے والے سوشل میڈیا کارکنوں، جن پر منظرِ عام سے غائب کر دینے کے بعد وطن دشمنی اور اسلام کی مخالفت کے الزامات لگائے گئے اور حکومت کے اندھے یقین کہ فوجی عدالتیں انتہائی اچھوتا تصور ہیں اور ان کی ہر حالت میں حفاظت کی جانی چاہیے، میں کیا قدر مشترک ہے؟ پیغام یہ گیا ہے کہ پاکستان میں قانون کی بالادستی اور شخصی آزادی کا حق طاقتور افراد اور اداروں کی مرضی کے تابع ہے۔ یہ افراد اور ادارے گمان کرتے ہیں کہ ریاست کے بیانیے کا تعین کرنا اُن کا ہی قطعی استحقاق ہے۔

دوسری طرف قانون کی حکمرانی کا تصور یہ ہے کہ ریاست میں کوئی بھی حتمی طاقت نہیں رکھتا، اور یہ کہ شہریوں پر اُن کے نام پر چلائے جانے والے اداروں اور افراد کی من مانی کی بجائے قانون میں درج طریقِ کار کے مطابق حکومت کی جائے گی۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ ریاست کے افسران کے پاس طاقت لامحدود نہیں، نیز اُنہیں اس طاقت کے ناجائز استعمال سے روکنے کیلئے چیک اینڈ بیلنس کا نظام موجود ہے۔ آئین ریاست اور شہریوں کے درمیان طے پانے والے ایک معاہدے کا نام ہے۔ اس کے ذریعے شہری اپنی اجتماعی طاقت ریاستی افسران کو تفویض کرتے ہیں جو اُنہیں قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔

چاہے یہ مارشل لا ہو یا شہریوں کی جبری گم شدگی (اغوا کا مہذب نام)، دونوں کے پیچھے نیشنل سکیورٹی اور قومی مفاد کی مبہم تفہیم اور اس پر حتمی اتھارٹی کے زعم کی کارفرمائی ہے۔ اس زعم میں مبتلا کچھ ادارے نہ صرف مقدس گائے سمجھے جاتے ہیں بلکہ ان میں کام کرنے والے افراد کے بارے میں یقین دلایا جاتا ہے کہ اُن کے افعال وسیع تر قومی مفاد میں ہیں، چاہے وہ آئین کی کھلی خلاف ورزی اور شہریوں کے حقوق کی پامالی ہی کیوں نہ ہوں۔ جب 'گمشدہ افراد' کا معاملہ پھیلتا گیا تو ہمیں بتایا گیا کہ ایسے کچھ اقدامات درکار ہیں۔ اس سے پہلے پاکستان کے وجود کے دشمن دہشت گردی اور غداری کے الزامات سے بری ہو رہے تھے کیوں کہ عدالتیں خوفزدہ اور قانونی نظام ایجنسیوں کو انٹیلی جنس حاصل کرنے اور ان کی حاصل کردہ معلومات کو ثبوت کے طور پر تسلیم نہیں کرتا تھا۔ نیز انٹیلی جنس اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں کریمنل جسٹس سسٹم کی حدود میں رہ کر کام کرنا چاہتی تھیں۔ تاہم ''زمینی حقائق'' کو دیکھتے ہوئے سسٹم میں کچھ تبدیلیوں کی ضرورت تھی تاکہ دشمنوں کو گرفتار کر کے سزا دی جا سکے۔

کافی سوچ بچار کے بعد ہمارے سول اور ملٹری ادارے اس نادر نتیجے پر پہنچے کہ ہمارے قانونی نظام میں کچھ ناگزیر چیزیں اس طرح ملائی جائیں کہ مشکوک افراد کے درمیان فرق مزید مبہم ہو جائے۔ اس غیر معمولی سوچ کے نتیجے میں ہم نے ''ریگولیشنز فار فاٹا اینڈ پاٹا (PATA)''، کو وجود میں آتے دیکھا۔ اس کے بعد اینٹی ٹیررا یکٹ، فیئر ٹرائل ایکٹ اور پھر پروٹیکشن آف پاکستان ایکٹ کو تخلیق ہوتے دیکھے۔ ان اقدامات کے ذریعے ریاست نے اپنے سسٹم میں اتنی لچک پیدا کر لی جس میں اس کے اہل کار من مانی کر سکیں۔ یہ ہماری حالیہ تاریخ کی ''کریمنل جسٹس سسٹم کی حدود میں رہ کر کام کرنے کا تجربہ'' کہلاتا ہے۔ یہ تجربہ مختصر ثابت ہوا۔ اس دوران 'زمینی حقائق' سے عہدہ برا ہونے والے عناصر کی فعالیت دکھائی نہ دی۔ لیکن چونکہ قومی سلامتی کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا ہے، اس لئے لوگ گم ہونے لگے۔ عین جس وقت ہم سوچ رہے تھے کہ ہم نے اپنے اداروں کو تقویت دی ہے اور ہماری ایجنسیاں ہمارے دشمنوں پر ہاتھ ڈال رہی ہیں، اور اُنہیں قانون کی حدود میں رہتے ہوئے سزائیں دے رہی ہیں، تو اُس وقت آرمی پبلک اسکول پشاور پر حملہ ہو گیا۔ شدید صدمے اور غم کے عالم میں ڈوبی ہوئی قوم کو بتایا گیا کہ کریمنل جسٹس سسٹم کام نہیں کر رہا، چنانچہ حالتِ جنگ میں ہمیں فوجی عدالتوں کی ضرورت ہے۔ دو سال تک فوجی عدالتوں کو فعال رہنے اور سزائے موت سنانے کے باوجود ایسا کوئی تاثر نہیں ملتا کہ ان کی وجہ سے دہشت گرد خائف ہو گئے ہوں، یا ایک خودکش بمبار، جو مرنے نکلا ہے، محض پھانسی سے ڈر کر خود کو دھماکے سے اُڑانے سے باز رہے۔ اس سے بھی اہم یہ کہ نئے اور ترمیم شدہ قوانین کے ذریعے انٹیلی جنس اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو دیئے گئے تمام تر اختیارات اور فوجی عدالتوں کے باوجود شہری ابھی بھی گم ہو رہے ہیں۔ اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ تو کیا پہلی تفتیش ہی غلط تھی؟ کیا معاملہ صرف

فوجی عدالتوں میں حقیقی کشش یہ ہے کہ اُنہیں اپنے فیصلوں کی وجوہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

قوانین کے ناکافی ہونے کا نہیں تھا؟ فوجی عدالتیں ہمیں کیوں بھاتی ہیں؟ کیا ہم انہیں موثر اور فعال نہیں سمجھتے؟ کیا یہ بات نہیں کہی جاتی کہ جب فوجی افسران جج اور استغاثہ کے طور پر کام کرتے ہیں تو وہ نہ منظرِ عام پر آتے ہیں اور نہ ہی خائف ہوتے ہیں؟ نیز کیسز کا فیصلہ بروقت ہو جاتا ہے۔ چلیں ان کے فعالیت کے ڈھانچے کی خرابیوں کو بھول جائیں کہ ایک ادارہ ہی پولیس، تفتش کار، جج اور جلاد کے فرائض دے رہا ہے، لیکن کیا کوئی جانتا ہے کہ ان کے سزا سنانے کیلئے کس قسم کی شہادت پیش کی تھی؟ کیا کسی گواہ کو پیش کیا گیا؟ کیا ملزم کو اپنا دفاع کرنے کیلئے کسی وکیل کی سہولت فراہم کی گئی؟

فوجی عدالتوں میں حقیقی کشش یہ ہے کہ اُنہیں اپنے فیصلوں کی وجوہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مقدمہ عوام کے سامنے نہیں چلایا جاتا اور عدالت کی دی گئی رولنگ کی جانچ نہیں ہو پاتی۔ کوئی ملزموں کی کہانیاں نہیں سن پاتا کہ اُنھوں نے کیا کیا اور ایسا کیوں کیا؟ فیصلوں پر کوئی بحث نہیں ہوتی کہ کیا یہ عدالتیں شہریوں کو سزائے موت سناتے ہوئے انتہائی احتیاط اور عرق ریزی کا مظاہرہ کر رہی ہیں یا نہیں؟ وہ کسی کو اجازت نہیں دیتیں کہ وہ اخلاقی اور پالیسی کے معاملات پر بات کر سکے، اور یہ وہی پالیسی اور اخلاقی ایشوز ہیں جو معاشرے میں انتہا پسندی کے ذرائع، جو دہشت گردی کی سپلائی چین ہے، کا تحفظ کرتے ہیں۔

جس دوران فوجی عدالتوں کو قانون کا لبادہ پہنایا گیا تو جو دلائل سننے کو ملے، وہ وہی تھے جو اب ان ''گمشدگیوں'' کے موقع پر ارزاں کیے جا رہے ہیں۔ دونوں دلائل کا محور یہ نکتہ ہے کہ شہریوں کے بنیادی حقوق اتنے ٹھوس نہیں ہوتے کہ انہیں درپیش چیلنجز، جیسا کہ دہشت گردی، کی صورت میں برہم نہ کیا جا سکے۔ دونوں دلائل اس تصور کو تقویت دیتے ہیں کہ وسیع تر عوامی مفاد میں ریاست مخالف سرگرمیوں کو قانونی طریقِ کار اختیار کیے بغیر کچلا جا سکتا ہے۔ دونوں سے یہ تاثر تقویت پاتا ہے کہ ریاست کے اہلکار اپنی مرضی سے، کسی چیک اینڈ بیلنس کے بغیر، شہریوں کی زندگی اور موت کے فیصلے کرتے ہوئے ایک طرح کی آسمانی طاقت ہونے کا زعم رکھتے ہیں۔ دونوں اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انسانی آزادی کوئی بنیادی حق نہیں، بلکہ ایک سہولت ہے جو موقع کی مناسبت سے واپس بھی لی جا سکتی ہے۔ اگر آپ کے کچھ الفاظ یا افعال ریاست کے افسران کی منشا کے مطابق نہ ہوں تو آپ کی سہولت ختم۔

جنگل میں کوئی اخلاقی یا قانونی ضابطہ مستعمل نہیں ہوتا۔ وہاں واحد اصول اپنا بچاؤ کرنے کیلئے ماحول کے مطابق خود کو ڈھالنا ہے۔ زندہ رہنے کیلئے آپ کو مناسب الائنس میں شامل ہونا پڑتا ہے۔

آپ طاقتور کو برہم کرنے کی کوشش کر کے اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالتے اور نہ ہی اپنے سے زیادہ طاقتور سے الجھتے ہیں۔ پھر آپ غیر ضروری خطرات بھی مول نہیں لیتے اور نہ ہی اصول طے کرنے کیلئے کسی اور کی جنگ لڑتے ہیں۔ جنگل میں ایک جانور کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ کس سے لڑنا ہے اور کس سے گریز کرنا ہے؟ اہم افراد کے نظام کو تسلیم کرنا ہی تہذیب کی بنیاد ہے۔ جو اس نظام کو تسلیم کرتے، اُنہیں ''مثال'' بنا کر دوسروں کو تہذیب یافتہ بنایا جاتا ہے۔ ہم قانون کی حکمرانی رکھنے والا معاشرہ نہیں۔ ہم ایک جنگل میں رہ رہے ہیں جہاں ہم نے امن سے رہنا سیکھنا ہے۔ گزشتہ ہفتے سلمان حیدر کا نام میڈیا کی زینت بنا۔ ہم میں سے زیادہ تر نے گم ہونے والے دیگر سوشل میڈیا کارکنوں کے بارے میں کچھ نہیں سنا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ انہیں ''مثال'' بنا کر دیگر کو اس راہ پر چلنے سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اُنھوں نے کیا کیا تھا، لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ اُنھوں نے اُن افراد کو ناراض ضرور کیا ہوگا جو قومی مفاد کا تعین کرتے ہیں۔ اور یقیناً ہمارا قومی مفاد مانیٹر کرنے والا نظام غفلت یا سستی کا شکار ہرگز نہیں ہوتا۔

سوشل میڈیا کارکنوں کے اغوا سے اس کے علاوہ کیا پیغام دیا گیا ہے کہ شہری طاقت کے نظام کو تسلیم کریں؟ ہم میں سے جو سوچتے تھے کہ ہم اپنی پرائیویسی میں رہتے ہوئے ڈیجیٹل دنیا میں اپنی رائے کا بلا روک ٹوک اظہار کر سکتے ہیں، غلطی پر تھے۔ یہ بات علی اعلان بتا دی گئی ہے کہ آج کے بعد اس ڈیجیٹل دنیا پر بھی جنگل کا قانون لاگو ہوتا ہے۔ فی الحال یہ اغوا سخت اقدامات دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے دیگر افراد کو سبق ملے گا اور اپنے سوشل میڈیا پیغامات کو خود ہی سنسر کر لیا کریں گے۔ کون کہتا ہے کہ یہ اقدام وسیع تر قومی مفاد کیلئے ضروری نہ تھا؟

(بشکریہ، روزنامہ جنگ)

عوام کے بنیادی مسائل حل کیے جائیں

تورغر 6سال گزرنے کے باوجود ضلع تورغرعوام کے دیرینہ مسائل حل کرنے میں حکومت ضلعی انتظامیہ اور منتخب سیاسی نمائندے یکسر ناکام ہیں۔اس سے پہلے یہ علاقہ قبائلی تھا۔حکومت نے علاقہ کے مشران اور سوشل لوگوں کو یہ باور کرایا کہ اس علاقے کو حکومت کی رٹ میں لاکر تورغر کے عوام کی پسماندگی ختم کی جائے گی۔لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ تورغر کے عوام آج بھی زندگی کے بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔عوام سوال کرتے ہیں کہ کالا ڈھاکا اور تورغر میں کیا فرق ہے۔اس طرح سے عوام میں بے چینی اور مایوسی پھیل رہی ہے اور حکومت اور انتظامیہ سے عوام کا اعتماد اٹھ رہا ہے۔تھانہ کوٹ سے دربند تک کا روڈ کھنڈر بن چکا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں۔تورغر میں 24 گھنٹوں میں صرف دو گھنٹے بجلی ہوتی ہے۔ڈسٹرکٹ کمپلیکس جدباء اور جدباء کی آبادی کے لیے 2012ء میں چھ کروڑ روپے کی واٹر سپلائی سکیم منظور کی گئی تھی جس کے پائپ جدباء ہیڈکوارٹر میں زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ابھی تک سرکاری عمارتوں اور جدباء کے آبادی میں پانی نہیں آیا۔آج کے جدید دور میں جدباء کی خواتین میلوں دور سے سروں پر پانی بھر کر لاتی ہے۔2012ء میں جدباء آبادی میں گلیوں میں پختگی کا کام ہوا جس پر سرکار نے کروڑوں روپے خرچ کئے مگر ناقص میٹریل کی وجہ سے گلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔بی ایچ یو جدباء میں پچھلے تین ماہ سے ڈاکٹر موجود نہیں ہے۔تورغر کے غریب عوام علاج معالجہ کی سہولت سے محروم ہیں۔ڈی ایچ او ڈیوٹی پر نہیں آتا اور اگر آتا بھی ہے تو ڈی ایچ او نے اپنا آفس ہیڈکوارٹر سے بیس کلومیٹر دور دوڑ میرا میں بنایا ہوا ہے تاکہ کسی کو پتہ نہ ہو کہ ڈی ایچ او ہے یا نہیں۔عوام جب اے سی جدباء کے پاس اپنے مسائل لے کر جاتے ہیں تو اے سی جدباء یہ کہتا ہے کہ آپ لوگوں کے پاس کیا ثبوت ہیں کہ آپ تورغر کی زمین کے مالک ہو۔انتظامیہ کے اس رویے سے عوام انتہائی پریشان ہیں۔ڈی سی ضلع کا اہم ذمہ دار ہوتا ہے۔لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈی سی ہفتہ میں دو دن بیٹھتا ہے۔یہ وہ ضلع ہے جہاں عوام نے رضامندی سے حکومت کی رٹ کو قبول کیا تاکہ ان کے علاقہ میں خوشحالی اور ترقی آئے۔لیکن بدقسمتی سے تورغر صرف سرکاری افسران کہ تنخواہوں کس ایک ذریعہ ہے۔عوام ٹھوکریں کھا کھا کر تنگ آ گئے ہیں۔تورغر کے عوام صرف پولیس کے رحم وکرم پر ہیں۔پولیس جانچ پڑتال کئے بغیر غریب عوام پر مقدمات درج کرتی ہے۔المیہ یہ ہے کہ تورغر میں عدالتی نظام موجود نہیں ہے۔تورغر کا ایک غریب آدمی ضمانت کے لیے مانسہرہ تحصیل اوگی آتا ہے۔ایک تو وہ اپنا خرچہ بھی کرتا ہے اور چونکہ ضمانت کے لیے مقامی افراد کا ساتھ کا ہونا لازمی ہے اس لیے ساتھ تین افراد کو بھی لانا پڑتا ہے۔اس طرح اسے ان تین افراد کے اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں اور ساتھ آنے والے پولیس سپاہیوں کو بھی خرچہ دینا پڑتا ہے۔تورغر کے عوام مزید انتہا پسندی کی طرف مائل ہوتے جارہے ہیں۔ہم اعلیٰ حکام سے اپیل کرتے ہیں کہ تورغر کے اس مسائل پر فوری طور پر عمل کر کے عوام اور حکومت کے درمیان حائل رکاوٹیں دور کی جائیں اور ایسے افسران جو ڈیوٹیاں نہیں کرتے اور عوام سے اخلاق سے پیش نہیں آتے ،ان افراد کے خلاف قانونی کارروائی کرکے تورغر کے عوام کے لیے ذمہ دار افسران تعینات کئے جائیں۔ضلع تورغر کے عوام نے کمشنر ہزارہ ڈویژن کو ایک تحریری درخواست ارسال کی ہے جس میں استدعا کی گئی ہے کہ مندرجہ بالا مسائل کے حل کے لیے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔

(محمد زاہد)

گیس لوڈشیڈنگ کے خلاف عوام اور بلدیاتی نمائندوں کا مظاہرہ

سوات گزشتہ روز 19جنوری 2017 کو مینگورہ میں سوئی گیس لوڈشیڈنگ کے خلاف بلدیاتی نمائندوں اور عوام نے سوئی گیس بحالی کمیٹی کے زیراہتمام احتجاجی مظاہرہ اور نعرے بازی کی اور لوڈشیڈنگ فوری ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔گزشتہ روز اہلیان مینگورہ اور بلدیاتی نمائندوں نے سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ کے خلاف مظاہرہ کیا اور نشاط چوک کے مقام پر روڈ کو بند کردیا۔اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے بلدیاتی نمائندوں ڈاکٹر خالد محمود، نثار احمد خان، یوسف علی، راحت علی خان، زاہد خان عرف باز خان، شوکت علی اور دیگر نے کہا کہ وہ محکمہ گیس کے حکام کی من مانیاں مزید برداشت کرنے کو تیار نہیں کیونکہ گیس کی مسلسل بندش کے سبب گھریلو صارفین سمیت عام لوگوں کو بھی شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

(روزنامہ آج)

غیرت کے تصور نے ایک اور جان لے لی

راجن پور 05جنوری کو محمد سلیم ولد خان محمد پیشی پر آیا ہوا تھا اور پیشی سے واپس جارہا تھا کہ پانچ افراد مجاہد حسین، شاہد حسین، سجاد، یوسف اور آصف نے مل کر اسے قتل کردیا۔مجاہد حسین کو شک تھا کہ محمد سلیم کے اس کی بہن کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

(اجمل حسین)

امن کمیٹی کا سابق رکن قتل

ڈیرہ اسماعیل خان کورائی کے قریب ایک شخص کی سربریدہ نعش ملی ہے۔مقتول شیر پاؤ محسود امن کمیٹی کے سابق رکن تھے ، تھانہ ڈیرہ ٹاؤن کی حدود کورائی کی ارضیات میں ایک شخص شیر پاؤ محسود سکنہ کورائی کی ذبح شدہ نعش کی اطلاع پر پولیس پہنچی اور نعش کو قبضے میں لیکر ہسپتال منتقل کردیا گیا۔مقتول کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ چوکیدار تھا جبکہ نعش کے قریب ایک خط بھی پایا گیا جس میں تحریر تھا کہ طالبان کی جاسوسی کرنے والوں کا یہی انجام ہوگا۔پولیس نے نعش کو پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کردیا ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

گیس بندش کے خلاف دھرنا

کرک پرانا بازار کرک کی خواتین نے گیس بندش کے خلاف ڈپٹی کمشنر آفس میں دھرنا دیا اور 24 گھنٹے میں گیس بحال نہ کرنے کی صورت میں انڈس ہائی وے بند کرنے کا اعلان کردیا۔گزشتہ روز نمبر ہوڈ کونسل میٹھا والا کی خاتون کونسلر گلاب جانہ کی قیادت میں ایک درجن سے زائد خواتین نے چار ماہ سے جاری گیس بندش کے خلاف تحصیل چوک میں دھرنا دے کر ضلعی دفاتر کو جانے والی سڑک کو ہر قسم کی آمدورفت کیلئے بند کردیا۔تاہم ڈپٹی کمشنر عابد خان وزیر کی آمد اور اپیل پر سڑک کھول دی اور ڈپٹی کمشنر کے ساتھ ان کے دفتر جا کر گیس کی بندش کی وجہ سے درپیش مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے خبردار کیا کہ اگر 24 گھنٹے کے اندر گیس بحال نہ ہوئی تو وہ آج لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اعلانات کر کے شہر کی تمام خواتین کو ساتھ لیکر انڈس ہائی وے بند کردیں گے۔اس دوران ڈپٹی کمشنر نے انہیں مطمئن کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ بضد رہیں اور آفس کے احاطے میں ہی دھرنا دیا اس دوران متوقع امیدوار قومی اسمبلی سعد اللہ خٹک بھی آ پہنچے۔انہوں نے خواتین کے موقف کی بھرپور تائید کرتے ہوئے سوئی نادرن کمپنی کے اعلیٰ حکام کو خبردار کیا کہ اس سے قبل کہ پرامن ضلع کرک میں دوبارہ گھیراؤ جلاؤ کا عمل شروع ہو گیس پریشر میں فوری اضافہ کرکے عوام کو درپیش مشکلات سے نجات دلائی جائے ،بصورت دیگر وہ بھی خواتین کے ہمراہ احتجاج کی ہر حد تک جائیں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پاراچنار سبزی منڈی میں بم دھماکہ، 24 افراد جاں بحق، 60 زخمی

پاراچنار 21 جنوری 2017ء کو پاراچنار سبزی منڈی میں بم دھماکے میں اب تک 24 افراد جاں بحق جبکہ 60 دیگر زخمی ہوگئے ہیں۔ 24 شدید زخمیوں کو پشاور اور ملک کے دیگر ہسپتالوں میں ایمبولینسوں اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے منتقل کیا گیا۔ پاراچنار کی سبزی منڈی میں صبح 8 بجکر 40 منٹ پر اس وقت ایک زوردار دھماکا ہوا جب لوگ سبزی منڈی میں لین دین میں مصروف تھے۔ دھماکے کے بعد لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت زخمیوں کو قریبی ہسپتال پہنچانا شروع کیا جہاں پر ایمرجنسی نافذ کردی گئی۔ ہسپتال ذرائع کے مطابق 67 زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا گیا جن میں سات افراد جان بحق ہوگئے جبکہ 24 شدید زخمیوں کو ہیلی کاپٹر اور ایمبولینسوں کے ذریعے پشاور، کوہاٹ اور ملک کے دیگر علاقوں کے ہسپتالوں میں منتقل کیا گیا ہے۔ پاراچنار کی مرکزی امام بارگاہ اور چنار بلڈ بنک کے مطابق اس دھماکے میں 24 جان بحق ہو چکے ہیں۔ جاں بحق ہونے والوں میں ایبٹ آباد سے تعلق رکھنے والے ریاست علی ولد محمد مسکین بھی شامل ہیں جو عرصہ دراز سے پاراچنار میں مقیم تھے جبکہ جاں بحق ہونے والے ایک نامعلوم شخص کا تعلق کرم ایجنسی کے دوردراز علاقے مقبل سے بتایا جاتا ہے۔ جاں بحق افراد میں دو کمسن بچے بھی شامل ہیں جن کی عمریں 10 اور 12 سال بتائی جاتی ہیں جو سکول میں چھٹی ہونے کی وجہ سے وہاں پر ہتھ گاڑی چلا کر مزدوری کرنے آئے تھے۔ دھماکے میں متعدد گاڑیوں کو بھی نقصان ملا اور قریبی عماتوں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے۔ دھماکے کے نوعیت کے متعلق حکام کا کہنا ہے کہ یہ ایک ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ تھا جس میں 12 کلو بارودی مواد استعمال کیا گیا تھا۔ دھماکے کے خلاف علاقے میں سہ روزہ سوگ کا اعلان کیا گیا اور پاراچنار شہر کی تمام دکانیں اور کاروباری مراکز بند رہے، جبکہ جان بحق شدگان کی تدفین کا سلسلہ کرم ایجنسی کے مختلف علاقوں میں جاری ہے۔ دھماکے کا ایک عینی شاہد شیر حسین کے مطابق جو سبزی منڈی میں مزدوری کرتا ہے نے بتایا کہ منڈی میں کاروبار زور شور سے جاری تھا اور وہ دکان سے سبزیوں کی بوریاں باہر لانے میں مصروف تھے۔ جب وہ بوری لینے اندر گئے اس وقت ایک زور دھماکا ہوا اور وہ فرش پر زور سے گر گئے۔ جب وہ باہر آئے تو ہر طرف لاشیں اور انسانی اعضاء بکھرے پڑے تھے۔ خون اور بارود کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور لوگ چیخ وپکار میں مصروف تھے، وہ زخمیوں کو اٹھانے میں مصروف ہوگئے۔ کسی کو کچھ پتہ نہ چلا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا کیونکہ اس وقت سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ جان بحق اور زخمیوں میں زیادہ تر غریب مزدور اور ہتھ گاڑیاں چلانے والے اور وہ دکاندار شامل تھے جو اپنی اپنی دکانوں کے لئے پھل اور سبزی خریدنے آئے تھے۔ دوسری جانب ایک عسکریت پسند تنظیم لشکر جھنگوی نے دھماکے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ان کے ساتھیوں کو قید کئے جانے کا ردعمل ہے۔ پولیٹیکل حکام کہ کہنا ہے کہ چھ مشکوک افراد کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان سے تحقیقات جاری ہے۔ دھماکے کے بعد آئی جی ایف سی مظہر شاہین نے پاراچنار کا دورہ کیا اور مرکزی امام بارگاہ میں عمائدین سے تعزیت اور واقعے پر افسوس کا اظہار کیا اور بعدازاں ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کرتے ہوئے کہا کہ غریبوں کا یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا اور جلد ہی ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

(محمد حسن)

فائرنگ سے ایک شخص زخمی

چمن 28 دسمبر کو چمن کے علاقے میں اندھی گولی لگنے سے ایک شخص شدید زخمی ہوگیا۔ تفصیلات کے مطابق چمن کے علاقے میں واقع مسجد شاہ ولی سے ایک شخص نماز پڑھ کر گھر جارہا تھا کہ نامعلوم سمت سے آنے والی اندھی گولی لگنے سے زخمی ہوگیا۔ زخمی کو ہسپتال منتقل کردیا گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔

(محمد صدیق)

نوجوان حبس بے جا سے بازیاب

میرپورخاص 30 دسمبر کو سیشن کورٹ عمرکوٹ کی طرف سے نامزد ریڈ کمشنر عبدالغفور بہرانی نے تحصیل پتھورو کے علاقے غلام نبی شاہ کے پولیس تھانے پر چھاپہ مار کر ناحق باندی بنائے گئے نوجوان علی محمد نوہڑی کو بازیاب کرالیا۔ نوجوان پر کوئی مقدمہ وغیرہ نہ تھا۔ ریڈ کمشنر نے ایس ایچ او پولیس تھانہ غلام نبی شاہ کو ریکارڈ سمیت 31 دسمبر کو سیشن کورٹ عمرکوٹ کی عدالت میں پیش ہونے کا حکم بھی دیا۔

(اوکھومنروپ)

مقامی ماہی گیروں پر حملہ

پسنی پسنی کے علاقہ بدوک کے کھلے سمندر میں پسنی سے تعلق رکھنے والے مقامی ماہی گیروں پر غیرقانونی فشنگ کرنے والے مافیا کے لوگوں نے شکار کے دوران اچانک حملہ کردیا جس کے باعث دو افراد زخمی ہوگئے جن کو فوری طور پر مقامی ماہی گیروں نے اپنی مدد آپ کے تحت آر ایچ سی پسنی پہنچایا۔ ذرائع کے مطابق حملہ آوروں کے لانچ کو مقامی ماہی گیروں نے ازخود پکڑ کر محکمہ فشریز کے حوالے کردیا۔ واضح رہے کہ بلوچستان کی ساحلی پٹی میں عرصہ دراز سے سندھ اور بلوچستان کے غیرقانونی فشنگ کرنے والا مافیا سرگرم عمل ہے وہ کھلے سمندر میں نہ صرف سمندری حیات کی نسل کشی کرتے بلکہ ماہی گیروں پر وقتاً فوقتاً تشدد بھی کرتے ہیں۔ اکثر ماہی گیروں کا الزام ہے کہ ان کو محکمہ ماہی گیری کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔

(غلام نبی)

قوم پرست رہنماؤں کو رہا کیا جائے

میرپورخاص قوم پرست پارٹی کے مقامی رہنما استاد محمد راہموں کی بازیابی کے لیے راہماں برادری کی طرف سے ممتاز، رستم، کمال، محمد امین اور دیگر کی رہنمائی میں 21 دسمبر کو پریس کلب عمرکوٹ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ انہیں ایک ماہ گزرنے کے باوجود تاحال آزاد نہیں کیا گیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ میں قوم پرست کارکنوں کو اٹھانے کا سلسلہ تیز ہوتا جارہا ہے جس سے سندھی قوم تشویش کا شکار ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ قوم پرست رہنما استاد محمد راہموں کو جلدازجلد بازیاب کرایا جائے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ استاد محمد راہموں نے ہمیشہ پرامن جدوجہد کی ہے۔ ان کی طبعیت خراب ہے وہ دل کے عارضے میں مبتلا ہے۔ مذکورہ رہنما بدین کے علاقے کے رہائشی ہیں۔

(اوکھومنروپ)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 24 دسمبر سے 24 جنوری تک کے دوران ملک بھر میں 148 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 47 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 80 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 32 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 74 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 19 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 68 نے زہر کھا/پی کر، 33 نے خود کو گولی مار کر اور 33 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 228 واقعات میں سے صرف 38 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆24دسمبر	پیروزکھوسو	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ نہال کھوسو، سکھر	۔	روزنامہ کاوش
☆24دسمبر	سید محمد	مرد	۔	۔	۔	۔	خودکوگولی مارکر	گودر، جمرود، خیبرایجنسی	درج	روزنامہ آج
☆25دسمبر	شاکراللہ	مرد	۔	35برس	۔	بے روزگاری سے تنگ آکر	خودکوگولی مارکر	سرورآباد، جلالہ، تخت بھائی، مردان	درج	روزنامہ آج
25دسمبر	شکیل	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	پنجاب کوآپریٹو بنک، پھول نگر	۔	روزنامہ جنگ
25دسمبر	گوپی	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	روجھان	۔	روزنامہ جنگ
25دسمبر	۔	مرد	۔	۔	۔	ذہنی معذوری	ٹرین کے آگے کودکر	مبارک پور	۔	روزنامہ جنگ
☆26دسمبر	حاجی پیلو	۔	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	چھاچھرو، ٹھٹھہ	۔	روزنامہ کاوش
☆26دسمبر	موہن داس بھیل	مرد	۔	35برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندالےکر	گاؤں 151 ڈگری، میرپورخاص	۔	روزنامہ کاوش
☆26دسمبر	سرتاج	مرد	۔	30برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندالےکر	ٹنڈوآدم، سانگھڑ	۔	روزنامہ کاوش
☆26دسمبر	لبنیٰ	خاتون	۔	21برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	بابوزئی، داؤدزئی، پشاور	درج	روزنامہ آج
☆26دسمبر	عثمان علی	مرد	۔	20برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
26دسمبر	صائمہ	خاتون	۔	18برس	غیرشادی شدہ	مرضی کے خلاف رشتہ طے ہونے پر	زہرخورانی	108/9 ایل، ساہیوال	۔	روزنامہ ایکسپریس
26دسمبر	صائقہ	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فریدٹاؤن، ساہیوال	۔	روزنامہ ایکسپریس
26دسمبر	شمشاد	مرد	۔	65برس	شادی شدہ	جائیداد کا تنازعہ	زہرخورانی	سبحان کالونی، گجراں والا	۔	روزنامہ نیوز
26دسمبر	عثمان علی	مرد	۔	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں
☆27دسمبر	ذوالفقار	مرد	۔	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 102 پی، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
☆28دسمبر	منورگبول	مرد	۔	۔	۔	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	میرپورماتھیلو، گھوٹکی	۔	روزنامہ کاوش
☆28دسمبر	واجد	مرد	۔	20برس	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	کندے خوجہ خیل، متنی، پشاور	درج	روزنامہ آج
☆28دسمبر	احمد حسن	مرد	۔	22برس	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	چک 72 این پی، رحیم یارخان	درج	روزنامہ خبریں ملتان
28دسمبر	امیرعلی	مرد	۔	۔	۔	۔	پھندالےکر	تھانہ سکھیکی، حافظ آباد	۔	روزنامہ نیوز
☆29دسمبر	ہارون	مرد	۔	25برس	۔	۔	خودکوگولی مارکر	گاؤں بہادر کلے، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
☆29دسمبر	ڈوگرجی	مرد	۔	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 170، صادق آباد، رحیم یارخان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
☆29دسمبر	کنیز فاطمہ	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی کگڑاں، بہاول پور	درج	خواجہ اسداللہ
29دسمبر	باسط علی	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	شیدوٹاؤن، نوشہرہ	درج	راولپنڈی نیوز
29دسمبر	سہیل احمد	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بدھائی کے جھگیاں، قصور	۔	روزنامہ نوائے وقت
29دسمبر	رضیہ بی بی	خاتون	۔	۔	غیرشادی شدہ	۔	زہرخورانی	چک 7 ج ب، فیصل آباد	۔	روزنامہ نوائے وقت
29دسمبر	۔	مرد	۔	25برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چنیوٹ	۔	روزنامہ نوائے وقت
29دسمبر	شجر حسن	مرد	۔	۔	۔	۔	پھندالےکر	سیووال، ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
29دسمبر	کنیز بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	اسلامی کالونی، بہاول پور	ـ	روزنامہ نیوز
☆30دسمبر	غلام بشیر	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ فضل گرد، رادن، دادو	ـ	روزنامہ کاوش
☆30دسمبر	نادیہ	خاتون	ـ	20برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	ہیڈ پنجند علی پور	درج	روزنامہ خبریں ملتان
د30دسمبر	محمود	مرد	ـ	26برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
30دسمبر	ساجد	مرد	ـ	20برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	فیروزوٹواں	ـ	روزنامہ ایکسپریس
31دسمبر	اکرم	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	مالی حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	قصبہ قبولہ، عارف والا	ـ	روزنامہ جنگ
31دسمبر	علی رضا	مرد	ـ	26برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ سلامت پورہ، کاموکی	ـ	روزنامہ جنگ
☆31دسمبر	جنت بھیل	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ عبدالکریم کلوئی، بدین	درج	روزنامہ کاوش
☆31دسمبر	ابرار	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	مینار کلے، جمرود، خیبر ایجنسی	درج	روزنامہ آج
☆ یکم جنوری	نعیم احمد شاہانی	مرد	ـ	17برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	گوٹھ شفیع محمد شاہانی، خیر پور	درج	روزنامہ کاوش
☆ یکم جنوری	نصیر احمد	مرد	ـ	27برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لیاقت پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
یکم جنوری	محمد عامر	مرد	ـ	27برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے آگے کود کر	نیوماڈل ٹاؤن، کاموکی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم جنوری	شہزاد	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں جھگیاں نکسیں، وار برٹن	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆2جنوری	طوبہ	خاتون	ـ	24برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	لیاقت کالونی، حیدر آباد	ـ	روزنامہ کاوش
☆2جنوری	صفیہ	خاتون	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	جرندہ لارہ، ناصر باغ، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
☆2جنوری	والو بھیل	مرد	ـ	37برس	ـ	ـ	زہرخورانی	ڈگری، میر پور خاص	ـ	روزنامہ کاوش
2جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	محبت میں ناکامی	زہرخورانی	کھوئی رٹہ، آزاد کشمیر	ـ	روزنامہ دی نیشن
2جنوری	نادیہ بی بی	خاتون	ـ	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تھلی چوک، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں
2جنوری	منامہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چک 258 گ ب، پیر محل	ـ	روزنامہ نیوز
2جنوری	نائلہ رند	خاتون	ـ	22برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	سندھ یونیورسٹی، جامشورو	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆3جنوری	سلمیٰ شر	خاتون	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	میر پور ماتھیلو، گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش
☆3جنوری	نظرینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو تشدد سے تنگ آ کر	زہرخورانی	تاجی کلہ، مندہ خیل، بنوں	درج	روزنامہ آج
3جنوری	سفیان احمد	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	فصلیہ کالونی، سانده، لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
3جنوری	محمود	مرد	ـ	28برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک جھمرہ	ـ	روزنامہ نئی بات
3جنوری	انسا	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 88/6 آر، ساہیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
3جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	ـ	روزنامہ نئی بات
3جنوری	رخسانہ مختار	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	شوہر کی دوسری شادی پر	زہرخورانی	جوکالیاں، گجرات	ـ	روزنامہ جنگ
4جنوری	اویس	مرد	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاد باغ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
4جنوری	نیاز حسن	مرد	ـ	ـ	ـ	کزن سے تلخ کلامی	خود کو گولی مار کر	ڈُلے والا	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆4جنوری	شازیہ	خاتون	ـ	22برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	سکندر آباد، پیپلی والا، شجاع آباد	درج	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	لیاقت ہراج	مرد	ـ	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	موضع رام پور مگھ، تلمبہ	درج	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	کوثر بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو چھری مار کر	بیگ کالونی، جھنگ	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	شاہد	مرد	ـ	30برس	ـ	ـ	زہرخورانی	عبداللہ چوک، ہارون آباد	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	بشریٰ بی بی	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5جنوری	شکیل	مرد	ـ	45برس	شادی شدہ	کاروبار میں نقصان	پھندا لے کر	غازی آباد، تاج پورہ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
☆5جنوری	ملن درس	مرد	ـ	29برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہر خورانی	گوٹھ علی مراد درس، ٹھٹھہ	ـ	عوامی آواز
☆6جنوری	عاقب	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گجو، مکلی، ٹھٹھہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆6جنوری	فیصل	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	زمیندار کالونی، چشتیاں	درج	روزنامہ خبریں ملتان
6جنوری	احمد بلال	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	خود کو گولی مار کر	پی آئی اے سوسائٹی، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6جنوری	ساجد مسیح	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہر خورانی	چک 33، قصور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6جنوری	محمد عالم زرگر	مرد	ـ	45برس	ـ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	ہاؤسنگ کالونی، چیچہ وطنی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6جنوری	محمد فیصل	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	چشتیاں، بہاول پور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6جنوری	مبرا	خاتون	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ مصطفیٰ آباد، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆7جنوری	میر محمد	مرد	ـ	40برس	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندا لے کر	نوون کوٹ، خیر پور میرس	درج	روزنامہ کاوش
☆7جنوری	ناہید بی بی	خاتون	ـ	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بخشاپور، رحیم یار خان	درج	روزنامہ خبریں ملتان
☆7جنوری	عقیل فرید	مرد	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کالونی نمبر 1، خانیوال	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
7جنوری	شاہد قمر	مرد	ـ	32برس	ـ	غربت سے تنگ آکر	خود کو گولی مار کر	نواب ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ نیشن
7جنوری	ثاقب	مرد	ـ	23برس	غیر شادی شدہ	بیرون ملک نہ بھجوانے پر	پھندا لے کر	مکھن پورہ، شادباغ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
7جنوری	امتیاز	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹ پیراں، قصور	ـ	روزنامہ جنگ
☆8جنوری	رشیدہ بی بی	خاتون	ـ	17برس	ـ	ـ	چھت سے کود کر	آگرہ تاج، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
☆8جنوری	زبیدہ بی بی	خاتون	ـ	20برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	زہر خورانی	نوگڑھی ممش خیل، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
☆8جنوری	ساجد	مرد	ـ	ـ	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	موضع گھلواں، علی پور	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆8جنوری	ش	خاتون	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہر خورانی	موضع زور، کوٹ سلطان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆9جنوری	یونس بروہی	مرد	ـ	21برس	شادی شدہ	بیماری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	چک نمبر 8، نواب شاہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆9جنوری	شیر محمد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	زہر خورانی	چک لکھی غلام شاہ، شکار پور	ـ	روزنامہ کاوش
☆9جنوری	واحد جکھرو	مرد	ـ	22برس	غیر شادی شدہ	شادی نہ کرنے پر	خود کو گولی مار کر	گوٹھ سالار جکھر، مدیجی، شکارپور	ـ	روزنامہ کاوش
☆9جنوری	مقصود یونس	مرد	ـ	45برس	ـ	ـ	چھری پھیر کر	اختر کالونی، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
☆9جنوری	نارزائفہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	خوڑگئی، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
☆9جنوری	عبدالرزاق	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بستی رباں، بہادر پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆9جنوری	قدرت بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے آگے کود کر	چک 21 ایم پی آر، گیلے والا		روزنامہ خبریں ملتان
☆9جنوری	زاہد حسین	مرد	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چوک فرید، لیاقت پور	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
9جنوری	محبوب	مرد	ـ	19برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	چونگی دو گیج، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
9جنوری	محمد کاشف	مرد	ـ	24برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ہڑپہ، ساہیوال	ـ	روزنامہ ایکسپریس
9جنوری	ک	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع بمباں والا، ڈسکہ	ـ	روزنامہ نئی بات
9جنوری	نعمان	مرد	ـ	19برس	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	سمبڑیال، سیالکوٹ	ـ	روزنامہ نئی بات
9جنوری	نادیہ	خاتون	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ رحمانیہ، میاں چنوں	ـ	روزنامہ جنگ
10جنوری	سونیا	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	شادباغ، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
☆10جنوری	یاسین شر	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ حکیم شر، اوباڑو، گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆10جنوری	کلثوم ملاح	خاتون	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	محلّہ ملاح، بھریاسٹی، نوشہروفیروز	ـ	روزنامہ کاوش
☆10جنوری	کاش	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	لیاری، کراچی	ـ	روزنامہ امت
☆10جنوری	محمداقبال خان	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	تیمرگرہ، لوئردیر	درج	روزنامہ آج
☆11جنوری	قمرالزمان میمن	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	خودکوگولی مارکر	بدین	درج	عوامی آواز
☆11جنوری	علی حیدر چانڈیو	مرد	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	دڑی محلّہ، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆11جنوری	عبدالستار	مرد	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	تعلیم کے لیے مدرسہ بھیجنے پر	پھندالے کر	قصبہ جلووائی، تونسہ شریف	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆12جنوری	عبدالسلام	مرد	ـ	ـ	ـ	قرض سے تنگ آکر	پھندالے کر	کورنگی، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
☆12جنوری	فلک شیر	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چوک نادرشریف، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
12جنوری	نداشفیع	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	منصورآباد، فیصل آباد	ـ	روزنامہ مشرق
12جنوری	اکومورا	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	چھت سے کودکر	بہاول پورروڈ، ملتان	ـ	روزنامہ ایکسپریس
☆13جنوری	کچھمن کوہلی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندالے کر	گوٹھ مبین کا چھیلو، سامارو، عمرکوٹ	ـ	روزنامہ کاوش
☆13جنوری	ملک مجتبیٰ	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	موضع لئی واہن، لودھراں	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
13جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اگوکی	ـ	روزنامہ جنگ
13جنوری	شوکت	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	چک73/15ایل، میاں چنوں	درج	روزنامہ جنگ
13جنوری	اظہرہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	جوہرآباد	ـ	روزنامہ خبریں
☆14جنوری	صبری	خاتون	ـ	30برس	ـ	گھریلو جھگڑا	کنویں میں کودکر	گوٹھ ارٹیاڑو، چھاچھرو، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
☆14جنوری	م	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	گاؤں برتھانہ، مٹہ، سوات	درج	روزنامہ آج
14جنوری	فہمیدہ بانو	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	شوہر کی دوسری شادی پر	زہرخورانی	چونگی نمبر1 ایمن آباد، کامونکی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆15جنوری	ستیش کوہلی	مرد	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندالے کر	میرواہ گورچانی، میرپورخاص	ـ	روزنامہ کاوش
☆15جنوری	علی غلام رند	مرد	ـ	28برس	ـ	جوئے کی وجہ سے مقروض ہونے پر	پھندالے کر	نواب شاہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆16جنوری	عاصمہ	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانیوال	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
16جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندالے کر	قصور	ـ	روزنامہ نئی بات
16جنوری	عظمیٰ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	فریدچوک، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
16جنوری	علی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ غفورآباد، چنیوٹ	ـ	روزنامہ نئی بات
16جنوری	فضیلت	خاتون	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میلسی	ـ	روزنامہ دنیا
16جنوری	سابھری	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے تنگ آکر	کنویں میں کودکر	اسلام کوٹ ٹاؤن، تھرپارکر	ـ	روزنامہ نیشن
☆17جنوری	عدنان	مرد	ـ	21برس	غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	اخون آباد، پھندو، پشاور	درج	روزنامہ آج
17جنوری	اوسامہ	بچہ	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	ڈھوک عباسی، ترنول، اسلام آباد	ـ	روزنامہ ڈان
☆18جنوری	محمدامین	مرد	ـ	55برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	پھندالے کر	شاہ فیصل کالونی، حیدرآباد	ـ	روزنامہ کاوش
☆18جنوری	الطاف حسین	مرد	ـ	30برس	ـ	غربت سے تنگ آکر	پھندالے کر	گوٹھ عبدالکریم، خان واہن، نوشہروفیروز	ـ	روزنامہ کاوش
☆18جنوری	سانون عباسی	مرد	ـ	46برس	شادی شدہ	قرض سے تنگ آکر	پھندالے کر	محلّہ عادل پورعباسی، گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش
☆18جنوری	اعجاز	مرد	ـ	27برس	ـ	ـ	پھندالے کر	مچھرکالونی، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
☆19جنوری	صدام جاگیرانی	مرد	ـ	24برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	محلّہ حسن، گمبٹ، خیرپور	ـ	روزنامہ کاوش
☆19جنوری	فریدہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ پسند ناریجو، خیرپورمیرس	ـ	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆19جنوری	ـ	مرد	ـ	15برس	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	باڑہ اکاخیل،خیبرایجنسی	درج	روزنامہ آج
☆20جنوری	سادوخان لغاری	مرد	ـ	70برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	ٹرین کے آگے کودکر	گوٹھ کاپاہیو،ماتلی،بدین	ـ	روزنامہ کاوش
☆21جنوری	شہناز	خاتون	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆21جنوری	زوہیب	مرد	ـ	26برس	ـ	ـ	پھندالےکر	گلستان جوہر،کراچی	ـ	روزنامہ امت
☆21جنوری	حاجی گل	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	دربوشاہ،درگئی،ملاکنڈ	درج	روزنامہ آج
☆22جنوری	زبیدہ بی بی	خاتون	ـ	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆22جنوری	دھرموں	مرد	ـ	34برس	شادی شدہ	قرض سے تنگ آکر	پھندالےکر	اسلام کوٹ،تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
☆22جنوری	فضلو	مرد	ـ	35برس	ـ	ـ	ـ	ملت آباد،حیدرآباد	درج	روزنامہ کاوش
☆22جنوری	کلثوم مائی	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورنی	ظفرآباد،کہروڑپکا	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆23جنوری	علی نواز	مرد	ـ	45برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	نیوسعیدآباد،ٹیاری	ـ	روزنامہ کاوش
☆23جنوری	امین زادہ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	عالقہ بش بنڑ،منگلور،سوات	درج	روزنامہ ایکسپریس
☆24جنوری	صغریٰ سومرو	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	خان پور،شکارپور	درج	روزنامہ کاوش
☆24جنوری	حمید شیخ	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	قرض سے تنگ آکر	بجلی کے تاروں کوچھوکر	میہڑ،دادو	ـ	روزنامہ کاوش
☆24جنوری	نوراحمد آرائیں	مرد	ـ	75برس	شادی شدہ	بیماری سے تنگ آکر	پھندالےکر	گاؤں 194،ڈگری،میرپورخاص	ـ	روزنامہ کاوش
☆24جنوری	رشید سولنگی	مرد	ـ	ـ	ـ	بےروزگاری سے تنگ آکر	خودکوگولی مارکر	گوٹھ پاڈی،ٹنڈومحمدخان	درج	عوامی آواز
☆24جنوری	زرینہ بی بی	خاتون	ـ	30برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	ٹرسٹ کالونی،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆24جنوری	دھاریہ جی	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھندالےکر	شاہ داکھوہ،دھریجہ نگر،خان پور	درج	روزنامہ خبریں ملتان
☆24جنوری	چمن داس	مرد	ـ	23برس	ـ	قرض ادانہ کرسکنے پر	پھندالےکر	صنعتی ایریا،کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆24جنوری	ریحانہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلوتشدد سے تنگ آکر	زہرخورانی	ڈہرکی،گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش
☆26دسمبر	گل خان	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	اقبال ٹاؤن،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆26دسمبر	غلام یاسین	مرد	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	آدم صحابہ،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆26دسمبر	نبیل	مرد	ـ	20برس	ـ	ـ	ـ	اقبال آباد،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆26دسمبر	عزیز	مرد	ـ	20برس	ـ	ـ	ـ	جناح پارک،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆26دسمبر	محبوب احمد	مرد	ـ	22برس	ـ	ـ	ـ	بستی مولویاں،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆26دسمبر	راشد علی	مرد	ـ	19برس	ـ	ـ	ـ	خواجہ غلام فرید یونیورسٹی،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆27دسمبر	طارق قیصر	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	ڈوکری،لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆27دسمبر	نادیہ بی بی	خاتون	ـ	16برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	آدم صحابہ،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆27دسمبر	کلثوم بی بی	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	ـ	ـ	اقبال آباد،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆28دسمبر	ساجدہ چانڈیو	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	چھٹی نہ ملنے پر	زہرخورانی	منیاگوٹھ،قمبر	ـ	روزنامہ کاوش
☆28دسمبر	ساجدہ بی بی	خاتون	ـ	14برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	فتح پورکمال،رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆28دسمبر	حضوراں بی بی	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	غریب شاہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆28دسمبر	اعجاز احمد	مرد	-	14برس	غیرشادی شدہ	-	-	راجن پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆28دسمبر	جمیل احمد	مرد	-	20برس	-	-	-	غریب شاہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆29دسمبر	اللہ ڈیوایا	مرد	-	-	شادی شدہ	ملازمت سے نکالے جانے پر	-	ٹی ایم اے، تونسہ شریف	-	روزنامہ خبریں ملتان
29دسمبر	نعمان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	482ج ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	روزنامہ نئی بات
☆ یکم جنوری	شہادت علی	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	سنی پل، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆ یکم جنوری	کریم بخش	مرد	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	کشمور	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆ یکم جنوری	علی اکبر	مرد	-	25برس	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
2جنوری	خدیجہ بی بی	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	سنی پل، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
2جنوری	ابوبکر	بچہ	-	12برس	غیرشادی شدہ	-	-	رکن پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
2جنوری	میرن مائی	خاتون	-	22برس	-	-	-	اوباڑو	-	روزنامہ دنیا
2جنوری	س	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
4جنوری	نواز	مرد	-	-	-	بیوی کے قاتلوں کی عدم گرفتاری پر	خود کو جلا کر	لاہور ہائی کورٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
4جنوری	نسیم بی بی	خاتون	-	40برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	زہرخورانی	پرانی انارکلی، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
☆4جنوری	حذیفہ بی بی	خاتون	-	14برس	غیرشادی شدہ	-	-	رحمت کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	اسدکمال	مرد	-	14برس	غیرشادی شدہ	-	-	محلّہ کانجو، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	قدیر احمد	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک 93پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆4جنوری	عالم	مرد	-	82برس	-	-	-	بستی بندور، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆5جنوری	-	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے تنگ آ کر	زہرخورانی	گوٹھ امیر بخش نندوانی، شکارپور	-	روزنامہ کاوش
☆7جنوری	جمعو خان مہر	مرد	-	-	شادی شدہ	-	-	سول ہسپتال، سکھر	-	روزنامہ کاوش
☆7جنوری	شائستہ بی بی	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک عباس، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆7جنوری	سعیدہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	-	میرپور ماتھیلو	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆7جنوری	فیاض احمد	مرد	-	25برس	-	-	-	ڈیرہ شمس، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆8جنوری	حبیب سرکی	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	دریا میں کود کر	سکھر بیراج	-	روزنامہ کاوش
☆9جنوری	یاسمین	خاتون	-	-	شادی شدہ	مالی حالات سے دل برداشتہ	-	موجی پور، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆9جنوری	روبینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	مہارشریف، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆9جنوری	ثمینہ ظفر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	منگھیر شریف، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆9جنوری	زاہد حسین	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	نیا موبائل نہ ملنے پر	زہرخورانی	چوک فرید، لیاقت پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
9جنوری	غیاث الدین	مرد	-	-	-	-	دیوار سے ٹکریں مار کر	تھانہ مارگلہ، اسلام آباد	درج	روزنامہ ڈان
9جنوری	محمد سعید	مرد	-	-	-	-	دیوار سے ٹکریں مار کر	تھانہ مارگلہ، اسلام آباد	درج	روزنامہ ڈان
9جنوری	منیر	مرد	-	-	-	-	دیوار سے ٹکریں مار کر	تھانہ مارگلہ، اسلام آباد	درج	روزنامہ ڈان
9جنوری	عارف	مرد	-	-	-	-	دیوار سے ٹکریں مار کر	تھانہ مارگلہ، اسلام آباد	درج	روزنامہ ڈان
☆11جنوری	اسداللہ	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شادن لنڈ، بیٹ سوائی، ڈی جی خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
☆12جنوری	عارف راجپر	مرد	-	17برس	غیرشادی شدہ	موٹرسائیکل نہ ملنے پر	زہرخورانی	گوٹھ قبول راجپر، خیرپور	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
☆12 جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	جیکب آباد	ـ	روزنامہ کاوش
☆12 جنوری	فلک شیر	مرد	ـ	18 برس	غیر شادی شدہ	جیب خرچ نہ ملنے پر	زہر خورانی	چوک نادر شریف، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆12 جنوری	پیوماِئی	خاتون	ـ	25 برس	ـ	ـ	ـ	راجن پور کلاں، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆12 جنوری	عبدالوحید	مرد	ـ	25 برس	ـ	ـ	ـ	نورے والی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆12 جنوری	جواد	مرد	ـ	28 برس	ـ	ـ	ـ	ٹرسٹ کالونی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆12 جنوری	اسلم	مرد	ـ	35 برس	ـ	ـ	ـ	رکن پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
12 جنوری	س	خاتون	ـ	23 برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں شیر گڑھ، کامونکی	ـ	روزنامہ خبریں
☆13 جنوری	بابر تیونو	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	وگن، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆13 جنوری	ثانیہ بی بی	خاتون	ـ	14 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	ڈڑی مانگی رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆13 جنوری	شبانہ بی بی	خاتون	ـ	19 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	خان پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆13 جنوری	ثمرین بی بی	خاتون	ـ	20 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	اڈا اگلبرگ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆15 جنوری	ذوالفقار علی میرانی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہر خورانی	چک لکھی غلام شاہ، شکار پور	ـ	روزنامہ کاوش
☆15 جنوری	فیاض علی	مرد	ـ	20 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں 103/10 آر، خانیوال	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
15 جنوری	وقاص	مرد	ـ	22 برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیروز والا	ـ	روزنامہ مشرق
16 جنوری	واجد خان	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شکریال، راول پنڈی	ـ	روزنامہ ڈان
16 جنوری	فاروق	مرد	ـ	24 برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	زکریا ٹاؤن، ملتان	ـ	روزنامہ دنیا
16 جنوری	رضیہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	میر پور ماتھیلو	ـ	روزنامہ دنیا
16 جنوری	حاجرا	خاتون	ـ	20 برس	ـ	ـ	زہر خورانی	ایئر پورٹ روڈ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
☆16 جنوری	عمران ملک	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	ـ	آغا بدرالدین کالونی، سکھر	ـ	روزنامہ کاوش
☆16 جنوری	گ ز	خاتون	ـ	21 برس	غیر شادی شدہ	محبت میں ناکامی	نبض کاٹ کر	محلّہ علی پور، جام پور	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆17 جنوری	صفت اللہ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	زندگی سے تنگ آکر	خود کو گولی مار کر	بشیر آباد، فقیر آباد، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
17 جنوری	تسلیم بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رنگیل پور، سندر، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
☆20 جنوری	نوید مگریو	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ خیمسو، کنڈیارو، نوشہرو فیروز	ـ	روزنامہ کاوش
☆21 جنوری	شہناز راہوجو	خاتون	ـ	16 برس	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	شاہ بہارو کالونی، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
☆21 جنوری	شاہدہ	خاتون	ـ	24 برس	ـ	ـ	ـ	بستی کساکی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆21 جنوری	ثوبیہ مائی	خاتون	ـ	35 برس	شادی شدہ	ـ	ـ	اوباڑو	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆21 جنوری	نجمہ بی بی	خاتون	ـ	40 برس	شادی شدہ	ـ	ـ	امین گڑھ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆21 جنوری	یونس	مرد	ـ	24 برس	ـ	ـ	ـ	سنجھ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆21 جنوری	سلمان علی	مرد	ـ	14 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	شیخ واہن، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆22 جنوری	ثمینہ بی بی	خاتون	ـ	40 برس	شادی شدہ	ـ	ـ	بدلی شریف، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆22 جنوری	وقار	مرد	ـ	18 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	ماہی چوک، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆24 جنوری	شمشاد بی بی	خاتون	ـ	22 برس	ـ	ـ	ـ	نواں کوٹ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
☆24 جنوری	عقیلہ ظہور	خاتون	ـ	25 برس	ـ	ـ	ـ	سنجھ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
☆24 جنوری	خیابان علی	مرد	ـ	17 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	صادق آباد، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان

پھانسی سے محبت

آئی۔اے۔رحمان

پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی حالیہ قرارداد کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا جس میں سزائے موت پر عالمی پابندی کا مطالبہ کیا گیا تھا اور رکن ریاستوں کی اکثریت سے منظور ہوئی تھی۔

قرارداد کے خلاصے کو جنرل اسمبلی 2007ء سے ہر دو سال بعد منظور کرتی آ رہی ہے۔ قرارداد 19 دسمبر 2016ء کو منظور ہوئی جس کی 117 ریاستوں نے حمایت کی، 40 نے مخالفت کی اور 31 نے ووٹ ڈالنے سے اجتناب کیا۔ 2014ء میں ووٹنگ کی ترتیب کے برعکس قرارداد کے نئے حمایت کنندگان میں گنی، ملاوی، سلومون آئی لینڈ، سری لنکا اور سوازی لینڈ شامل تھے۔ق

جنوبی افریقہ نے سزائے موت کے لیے اپنی چاہت کو برقرار رکھا، پاکستان نے عالمی پابندی کو رد کرنے کے حوالے سے خود کو افغانستان، بنگلہ دیش، ہندوستان اور مالدیپ کے ساتھ صف آراء کیا جبکہ بھوٹان، نیپال اور سری لنکا نے اس کی حمایت میں ووٹ ڈالا۔

پھانسی پر پابندی کی حمایت میں ڈالنے والوں میں درج ذیل ممالک شامل تھے: الجیریا، آذربائیجان، بینن، بوسنیا ہرزیگوینا، برکینا فاسو، چاڈ، کوئیڈ آئیوئر، اریٹریا، گیبون، گنی، گنی بساؤ، قازقستان، کرغزستان، مالی، مذمبیق، سیرالیون، صومالیہ، سری نام، ٹوگو، تاز جکستان، طیونس، ترکمانستان اور ازبکستان۔

درج ذیل ممالک نے ووٹ ڈالنے سے اجتناب کیا: بحرین، کیمرون، کموروس، جبوتی، انڈونیشیا، اردن، لبنان، موریطانیہ، مراکو، نائجیر، یوگنڈا اور یو اے ای۔

درج ذیل مسلم ممالک نے مخالفت میں ووٹ ڈالا: افغانستان، بنگلہ دیش، برونائی، مصر، ایران، عراق، کویت، لیبیا، ملیشیا، مالدیپ، اومان، پاکستان، قطر، سعودی عرب، سوڈان، شام اور یمن۔

ہم دیکھتے ہیں کہ او آئی سی کے 57 ممالک میں سے 24 نے سزائے موت پر پابندی کی حمایت کی، جبکہ 13 نے رائے دینے سے اجتناب کیا اور صرف 18 نے مخالفت کی۔ دیگر الفاظ میں، پاکستان او آئی سی کے 18 رکن ممالک کے اقلیتی گروہ میں شامل ہے جنہوں نے سزائے موت پر پابندی کی مخالفت کی۔

پاکستانی حکومت اور اسلامی دانشوروں کو چاہیے کہ وہ اس امر پر غور کریں کہ او آئی سی کے اکثریتی ممالک نے سزائے موت پر پابندی کی قبولیت پر عقیدے پر مبنی اعتراض کو قابل قبول کیوں نہیں سمجھا۔ وہ اس امکان پر بھی غور کر سکتے ہیں کہ مذہب کے نام پر بیان کئے گئے تحفظات کی حقیقی وجہ متعلقہ ممالک کی ثقافت اور رواج ہوتا۔ اس حقیقت کی نشاندہی انسانی حقوق کے چند عالمی معاہدات پر ظاہر کئے گئے تحفظات سے بھی ہوتی ہے۔

پاکستان میں انسانی حقوق کے کارکنوں، سزائے موت کے خاتمے کے حامی گروہوں اور انسانیت دوست قانون کے فروغ کے خواہشمندوں کے لیے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ حکام سزائے موت کے قانون سے محبت کے باعث اپنی منطق پر نظرثانی کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

یونیورسل سلسلہ وار نظر ثانی یا جی ایس پی پلس پر یورپی یونین کے ساتھ مذاکرات کے دوران سزائے موت پر دیئے گئے حوالہ جات سنجیدہ غور وفکر کا نتیجہ نہیں تھے۔ یہ امر بھی شائبہ سے خالی نہیں کہ

قصاص کے قانون کی بدولت صدر مملکت سزائے موت کے قیدیوں کو معاف یا ان کی سزا کو کم نہ کر سکنے کے باوجود اس کے کہ آئین کے آرٹیکل 45 کے تحت انہیں یہ اختیار بدستور حاصل ہے۔ یہ حقیقت وضاحت طلب ہے کہ آرمی چیف سزائے موت کے قیدی کی سزا معاف کر سکتا ہے جبکہ صدر ایسا نہیں کر سکتا۔

اس موضوع پر پاکستان میں کبھی بحث وتمحیص ہوئی ہے۔ اس قسم کی بحث وتمحیص کی فوری ضرورت کو باآسانی ثابت کیا جا سکتا ہے۔

حالیہ کیسز، جن میں سپریم کورٹ نے دو افراد کو بری کیا جنہیں پھانسی دی جا چکی تھی، یا ان افراد کو رہا کرنے کا حکم دیا جو طویل برسوں سے پھانسی پانے کے منتظر تھے، نے انصاف کی فراہمی میں ناکامی کے شدید خطرے کی بنیاد پر سزائے موت کے خاتمے کے مطالبے کو تقویت پہنچائی ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے سامنے آنے والے درج ذیل دیگر معاملات پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

☆ اس نقطہ نظر کو چیلنج نہیں کیا گیا کہ سزائے موت جرم کی راہ میں حائل نہیں ہے اور نہ ہی اس نقطہ نظر کو کہ پھانسیاں معاشرے کو بے رحم بنا دیتی ہیں۔

☆ قصاص کے قانون کی بدولت صدر مملکت سزائے موت کے قیدیوں کو معاف یا ان کی سزا کو کم نہ کر سکے باوجود اس کے کہ آئین کے آرٹیکل 45 کے تحت انہیں یہ اختیار بدستور حاصل ہے۔ یہ حقیقت وضاحت طلب ہے کہ آرمی چیف سزائے موت کے قیدی کی سزا معاف کر سکتا ہے جبکہ صدر ایسا نہیں کر سکتا۔

☆ مفکرین کا اتفاق ہے کہ اسلام میں صرف دو جرائم کے لیے سزائے موت تجویز کی گئی ہے۔ ریاست 27 جرائم کے لیے مذہب کے نام پر سزائے موت کا دفاع کیسے کر سکتی ہے؟

☆ عدلیہ نے ایسے کیسز میں درپیش مسائل کی نشاندہی کی ہے جس میں سزائے موت لازمی قرار دی گئی ہے اور دستیاب شدہ شہادت کم سزا کا تقاضہ کرتی ہے۔

☆ کسی کمسن یا ذہنی معذور فرد کو پھانسی لگنے کا امکان بار بار پیدا ہوتا رہتا ہے۔

مشترکہ قانونی روایت کے تناظر میں سزائے موت کے معاملے پر ہندوستانی ردعمل پر نظر ڈالنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

لاء کمیشن انڈیا نے اگست 2015ء میں اپنی رپورٹ نمبر 262 کے ذریعے سفارش کی کہ ''دہشت گردی سے متعلقہ جرائم اور جنگ چھیڑنے کے علاوہ دیگر تمام جرائم کے لیے سزائے موت ختم کی جائے''۔ کمیشن نے اراکین پارلیمان کے اس مطالبے کے پیش نظر بعض جرائم کے لیے سزائے موت کو برقرار رکھنے پر اتفاق ظاہر کیا کہ ''دہشت گردی سے متعلقہ جرائم اور جنگ چھیڑنے جیسے جرم پر سزائے موت کا خاتمہ قومی سلامتی کو متاثر کرے گا'' اگرچہ کمیشن کی رائے میں ''دہشت گردی کو دیگر جرائم سے الگ تصور کرنے کا کوئی جائز تعزیراتی جواز موجود نہیں ہے''۔

کمیشن نے سزائے موت پر استعمال کو محدود کرنے کے لیے ہندوستان کی عشروں پر مبنی جدوجہد کے دوران کئے گئے نمایاں اقدامات کا ذکر کیا: سزائے موت کی بجائے عمر قید کی سزا دینے کے لیے خصوصی وجوہات پیش کرنے کی شرط کا خاتمہ (1955) سزائے موت کے نفاذ کی شرط کا اطلاق (1973)ء اور سپریم کورٹ کا فیصلہ کہ سزائے موت کا اطلاق ممکنہ حد تک کم کیسز پر ہونا چاہئے (1980)۔ کمیشن درج ذیل نتیجے پر پہنچا۔

''حق زندگی کے وسیع اور گہرے مندرجات اور پہلوؤں، ریاست اور افراد کے درمیان معاملات سازی میں مستحکم باضابطہ قانونی کارروائی، آئینی اخلاقیات اور انسانی وقار کے حالیہ اصولوں کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے کمیشن سمجھتا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہندوستان سزائے موت کے خاتمے کی طرف پیش قدمی کرے''۔

تاہم، یواین جنرل اسمبلی میں حالیہ بحث کے دوران، ہندوستان نے ایک بار پھر سزائے موت پر پابندی کا مطالبہ کرنے والی ''قرارداد'' کی مخالفت میں ووٹ ڈالا؛ حالانکہ لاء کمیشن کی سفارشات کی کچھ حد تک عزت افزائی کے لیے یہ ووٹنگ سے اجتناب بھی کر سکتا تھا۔ جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ پذیر ممالک میں ریاستی پالیسیوں کا تعین زیادہ تر حکام کرتے ہیں جو اتنے بزدل ہیں کہ موجودہ حالات میں تبدیلی لانے کی جسارت نہیں کر سکتے یا پھر اپنی قدامت پسندی پر اتنے نازاں ہیں کہ وقت کے تقاضوں سے آگاہ ماہرین کے مشورے پر کان دھرنے کے لیے آمادہ نہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

جھانسا اور انٹرنیٹ

رافعہ زکریا

یونیورسٹی آف سندھ جامشورو میں سردیوں کا وقفہ تھا۔ کیمپس تقریباً خالی تھا اور یہاں طلباء کا معمول کا ہجوم نہیں تھا۔ خواتین کا ہاسٹل، جہاں ایسی طالبات قیام کرتی ہیں جن کا علاقے میں کوئی خاندان نہیں، وہ بھی خالی تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں نائلہ رند نامی جواں سال طالبہ مردہ حالت میں پائی گئی۔

پولیس اور میڈیا کی رپورٹس کے مطابق نائلہ یکم جنوری بروز اتوار کی رات مردہ پائی گئی۔ وہ ایک روز پہلے اپنے ماسٹرز کے تھیسس کا کام مکمل کرنے کے لیے گاؤں سے واپس لوٹی تھی جو اس نے 15 جنوری کو جمع کرانا تھا۔ گزشتہ سالوں میں نائلہ نے یونیورسٹی کے امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس کی لاش ہاسٹل کے کمرے میں پنکھے سے جھولتی ہوئی پائی گئی۔ ایک پاکستانی میڈیا چینل نے اس لمحے کی ویڈیو حاصل کر لی جب جواں سال خاتون کی لاش برآمد ہوئی تھی۔ یہ خواتین کے حوالے سے پائی جانے والی سنگدلانہ بے توجہی کی ایک اور مثال ہے۔ یہ ناگوار اور گستاخانہ ویڈیو اب انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے اور اس پر متعدد آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔

انٹرنیٹ نے صرف نائلہ کی موت کے بعد ہی اس کی ہتک کا راستہ فراہم نہیں کیا؛ ہوسکتا ہے اس نے اسے موت کے میں دھکیلنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہو۔ لاش برآمد ہونے کے بعد پولیس نے جو چیزیں اپنے قبضے میں لیں ان میں نائلہ کا موبائل فون بھی شامل تھا۔ پولیس نے بظاہر موبائل فون پر دستیاب ڈیٹا کی بنیاد پر جامشورو کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی کے لیکچرار کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا۔ مذکور لیکچرار نے مبینہ طور پر نائلہ کے ساتھ فیس بک پر تعلقات استوار کیے تھے۔ پولیس کے مطابق اس نے نائلہ سے شادی سے انکار کر دیا اور اس کی بجائے اسے بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ نائلہ کے موبائل فون سے کئی میسج ملے جو اس نے لیکچرار کو بھیجے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نائلہ نے اپنی موت سے پہلے آخری مرتبہ اسی شخص کو فون کیا تھا۔

پولیس، جس نے موت کو خودکشی قرار دیا تھا، نے جواں سال خاتون کی نعش برآمد ہونے کے کچھ دن بعد لیکچرار کے گھر پر چھاپہ مارا اور اسے گرفتار کر لیا۔ مذکورہ شخص، جس کا باپ بھی ہائیر ایجوکیشن کا افسر ہے، اس کے خلاف نائلہ کے بھائی نثار رند کی شکایت پر مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ مقتولہ کے خاندان کا شروع سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ عام خودکشی (جیسی کہ پولیس نے ابتدا میں کہا تھا) کا واقع نہیں۔ نائلہ کو کبھی ذہنی تناؤ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور نہ ہی اسے ایسے خاندانی مسائل درپیش تھے جو اسے ایسا اقدام کرنے پر مجبور کر دیتے۔

نائلہ رند کا کیس اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ پاکستانی خواتین انٹرنیٹ پر ہراساں اور بلیک میل کیے جانے سے کس قدر غیر محفوظ ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ عشرے کے دوران سینکڑوں مردوں نے انٹرنیٹ پر سیدھی سادھی خواتین اور لڑکیوں کو اپنا شکار بنایا ہے۔ پھر وہ ان سے حاصل کی گئی معلومات کی بنیاد پر انہیں ہراساں اور بلیک میل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ لیکچرار کے نائلہ کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے تاہم انٹرنیٹ پر ہراساں کرنے کے زیادہ تر واقعات کا طریقہ کار ایک جیسا ہے۔

مرد خواتین اور لڑکیوں کو نشانہ بناتے ہیں اور اکثر سوشل میڈیا کی ویب سائٹس سے ان کے، ان کے خاندان اور دوستوں سے متعلق معلومات جمع کرتے ہیں۔ جب وہ کسی لڑکی کو اپنا ہدف

> نائلہ کا کیس ان مختلف حقائق کی نشاندہی کرتا ہے جن کے ذریعے ہراساں کرنے والے ملک کی جواں سال خواتین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

بنا لیتے ہیں تو اس کے بعد وہ تعلق قائم کرنے اور حتیٰ کہ شادی کرنے کا بہانہ کرتے ہیں۔ وہ انہیں ورغلا کر ان کی تصاویر حاصل کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بے تکلفانہ گفتگو کرتے ہیں اور اس دوران انہیں بہلا پھسلا کر ان سے ایسی معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں جو ان خواتین کے لیے شرمندگی کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہ تمام مواد ان کے حتمی منصوبے کی بنیاد بنتا ہے جس میں رقم اینٹھنا اور ہراساں اور بلیک میل کرنا شامل ہے۔

نائلہ کا کیس ان مختلف حقائق کی نشاندہی کرتا ہے جن کے ذریعے ہراساں کرنے والے ملک کی جواں سال خواتین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیگر کیسز میں، جیسا کہ میں نے دیکھا ہے، ہراساں اور بلیک میل کرنے والے افراد خاندان کے ارکان، شوہر، کزن اور رشتے دار ہوتے ہیں جو خواتین کو جنسی تعلقات استوار کرنے پر مجبور کرتے ہیں، ان کی ویڈیوز اور تصاویر بنا لیتے ہیں اور انہیں تعلقات کو جاری رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

پاکستانی معاشرہ انٹرنیٹ پر ہراساں کیے جانے کے لیے ایک خاص طور پر مکمل ماحول فراہم کرتا ہے۔ انٹرنیٹ وسیع طور پر دستیاب ہے جو نہ صرف دنیا کے ساتھ رابطے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے بلکہ یہ جنس مخالف کے ارکان کو ''میل جول'' کا موقع بھی فراہم کرتا ہے جو اس سے پہلے ممکن نہیں تھا۔ اگرچہ پاکستانی خواتین کو انٹرنیٹ تک رسائی حاصل ہے تاہم ان میں سے چند ہی انٹرنیٹ پر معلومات فراہم کرنے کے خطرات یا اس بات سے واقف ہوتی ہیں کہ جو مرد ان کی تعریف کرتے ہیں وہ با آسانی ان کا استحصال کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرتی رسوم و رواج معاشرتی برائیوں کا ذمہ دار ہمیشہ خواتین کو ہی ٹھہراتے ہیں اور ہم ایک ایسی ناسازگار صورتحال سے دوچار ہیں جہاں جدید ٹیکنالوجی اور عزت اور خواتین کی کمتری سے متعلق فرسودہ تصورات ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں، جو پاکستانی خواتین کی گردنوں میں پھندا ڈالنے کے مترادف ہے۔

جیسا کہ کام کی جگہ پر ہراساں کیے جانے اور 'غیرت' کے نام پر قتل جیسے معاملات میں دیکھا گیا ہے، انٹرنیٹ پر ہراساں کیے جانے سے کے خلاف قوانین تو موجود ہیں لیکن پر شاذ و نادر ہی عمل درآمد کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مجرم عام طور پر آزاد پھرتے رہتے ہیں۔

ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کی سربراہ نگہت داد کی جانب سے لکھے گئے ایک خط میں اس بات کا مناسب طور پر خلاصہ کیا گیا ہے کہ حالیہ سائبر کرائم بل نائلہ جیسی خواتین کے لیے مفید نہیں ہے کیوں کہ یہ ایسے جرائم کو وفاقی معاملات قرار دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جامشورو جیسی جگہوں میں مقامی پولیس عام طور پر اس بات سے لاعلم ہوتی ہے کہ انٹرنیٹ کی کوئی سرگرمی خواتین کو ہراساں کیے جانے اور ان کی موت میں کتنا اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

خط میں کہا گیا ہے کہ اس بات کا قابل مذمت ثبوت یہ ہے کہ نائلہ رند کیس میں درج کی گئی ایف آئی آر میں ملزم پر الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے بل 2009ء کی دفعہ 9 اور 13 کے تحت الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ یہ قانون کئی سال پہلے غیر فعال ہو چکا ہے۔ وزارت اطلاعات کو بھیجے گئے اس خط میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ نئے (اور حال ہی میں منظور کردہ) الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016ء کو ضوابط کی تشہیر کی جائے اور ایف آئی اے کے سائبر کرائم ونگ کو تمام ضروری وسائل فراہم کیے جائیں۔

دریں اثنا، ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن وہ کام کر رہی ہے جسے حکومت سرانجام دینے میں ناکام رہی ہے۔ اگر آپ یا آپ کا کوئی جاننے والا انٹرنیٹ پر ہراساں کیے جانے کا نشانہ بنا ہے تو آپ حال ہی میں قائم کی گئی ''انٹرنیٹ پر ہراساں کیے جانے سے متعلق ہیلپ لائن'' پر رابطہ کر سکتے ہیں؛ اس کا نمبر 0800-393-93 ہے۔ اس نمبر پر کال کریں اور یاد رکھیں کہ پاکستان کے دیگر حصوں کی طرح انٹرنیٹ خواتین کے لیے ایک خطرناک مقام ہوسکتا ہے۔

پوشیدہ پرتیں

فیصل رشید خان

کتنی تعجب کی بات ہے کہ روزمرہ کے واقعات آپ کو ایسی صورتحال میں لا کھڑا کرتے ہیں جس کے بارے میں آپ کا خیال ہوتا ہے کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں اور پھر آپ کا یقین شک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک واقعے نے پاکستانی معاشرے میں پائی جانے والی تکثیریت کے متعلق میری سمجھ بوجھ کو چیلنج کیا۔ یہ مون سون کی ایک مرطوب صبح تھی جب ایک دراز قد اور سڈول جسم والا شخص میرے کلینک میں داخل ہوا۔ وہ جھجکتے ہوئے اور آہستگی سے چل کر میرے پاس آیا۔ اس کی جھجک کی وجہ اس وقت واضح ہوئی جب اس کے بعد ایک جواں سال خاتون شرماتی اور جھجکتی ہوئی کلینک میں داخل ہوئی۔ وہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی اور اس نے ایک بلوچی شال اوڑھ رکھی تھی۔ وہ دونوں پشتون معلوم ہوتے تھے۔ وہ اپنی بیٹی کے لیے نفسیاتی مشورہ چاہتا تھا جو اس کے مطابق کئی دنوں سے خاموش اور تنہائی پسند ہو گئی تھی۔ اس کے والد کی پریشانی اس وقت کم ہوئی جب میں نے خاتون نگہبان کو بلایا اور اسے باہر انتظار کرنے کو کہا اور پھر میں نے اس کی بیٹی کا انٹرویو کیا۔

ابتداء میں اس کا رویہ گریزانہ تھا اور اس نے میرے سوالات کے مختصر جواب دیے۔ ضرور اس خاتون کو کوئی ایسی بات پریشان کر رہی تھی جسے میں دریافت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے مدافعانہ رویے میں بتدریج کمی آتی گئی اور اس نے بتایا کہ وہ ایف ایس سی مکمل کرنے کے بعد تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے گاؤں میں میٹرک اور انٹرمیڈیٹ تک ایک بہترین طالب علم رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش رکھتی تھی، باوجود اس کے کہ اس کے والدین خواتین کی تعلیم پر عائد ثقافتی پابندیوں کے باعث اس پر رضامند نہیں تھے۔ تاہم اسے اپنے والد کی حمایت حاصل تھی اور ان کی واحد شرط یہ تھی کہ وہ اس صورت میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی تھی کہ اسے اس کے لیے گاؤں سے باہر سفر نہ کرنا پڑے۔ مسئلہ یہیں سے شروع ہوا۔ اب وہ ایک ڈگری کالج میں داخلہ لینا چاہتی تھی لیکن اس کے والد اس کے خلاف تھے کیوں کہ یونیورسٹی نے اس کی والدہ کا شناختی کارڈ مانگا تھا جو قبائلی روایات کے باعث کبھی بنوایا ہی نہیں گیا تھا۔ میں اس دلیل اور سوچ پر ہکا بکا رہ گیا۔ میرا فوری ردعمل یہ تھا کہ میں لڑکی کے والد کو بلاؤں اور ان سے کہوں کہ وہ اپنے اس نارواروّیے کو ترک کریں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ اکیسویں صدی ہے جو منطق اور حقیقت پسندی پر یقین رکھتی ہے اور یہ قدیم اعتقاد ان کی بیٹی کی خواہشات کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ وہ جواں سال لڑکی اپنی تقدیر کے آگے سر جھکائے میرے سامنے بے یار و مددگار بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا کہ وہ روایات کو توڑنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناتے میں یہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری سمجھتا تھا کہ میں اس خاندان کی مدد کروں اور اس کے والد کو مشورہ دوں کہ وہ کوئی راستہ نکالیں اور لڑکی کی پریشانی کو کم کریں۔

میں نے لڑکی کے والد سے بات کی اور اس دوران وہ ایک متاثر کن اور پرسکون انداز سے کرسی پر بیٹھے رہے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیٹی کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ انہوں نے میری بات سنی۔ پھر ایک باپ کی دردمندی اور ایک قبائلی کی سنجیدگی کے ساتھ انہوں نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ ان کا تعلق بلوچستان کے ایک پشتون قبیلے سے تھا جو اپنی خواتین کو اکیلے حتیٰ کہ برقع میں بھی گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ گھر سے باہر جانا اور شناختی کارڈ بنوانا اور تصویر بنوانا ان روایات کی سراسر خلاف ورزی ہوتی جو طویل عرصے سے برقرار تھیں۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جو نہ صرف سماجی لحاظ سے ناقابل قبول تھا بلکہ یہ ایک انفرادی رکاوٹ بھی تھی جسے وہ عبور نہیں کر سکتے تھے۔ وہ بولے ”ڈاکٹر صاحب، وہ میری سے لاڈلی بیٹی ہے لیکن میں اپنی خاندانی روایات کے خلاف نہیں جا سکتا۔ میں خود کو اپنی بنیادوں سے علیحدہ نہیں کر سکتا کیوں کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ سے زیادہ شکستہ شخص اور کوئی نہیں ہو گا۔ میری کمزوری میرے پورے خاندان کی بربادی کا سبب بنے گی۔“

وہ اتنے متوازن اور موثر انداز سے گفتگو کر رہے تھے کہ میرے لیے ان کی دلیل کو رد کرنا مشکل ہو گیا۔ میں دیکھ سکتا تھا کہ ایک باپ ہونے کے ناتے وہ اپنی بیٹی کی مدد کرنا چاہتے تھے لیکن میں ان کی آنکھوں میں برسوں پرانی اقدار بھی دیکھ سکتا تھا؛ وہ اقدار جنہوں نے ان کی زندگی کی نوعیت کا تعین کیا اور انہیں سہارا دیا تھا۔ ان کے خیال میں، خود کو ان اقدار سے علیحدہ کر کے وہ اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے اور وہ اور ان کا خاندان ایک نامعلوم دنیا کے خطرات سے دوچار ہو جائیں گے۔ پسینے سے شرابور قمیضوں، بے حسی میں جکڑے ذہنوں اور خواہشات تلے دبے دلوں کے ساتھ، وہ اور میں وہاں بیٹھے متبادل راستوں پر غور کرتے رہے۔

گھر جاتے ہوئے یہ ملاقات میرے دماغ میں گھومتی رہی۔ میں ایسے پیچیدہ نفسیاتی و سماجی معاملات کو سلجھانے میں اپنے سادہ پن اور بے حسی کا اعتراف کرتا ہوں۔ اب میں اس گومگو کا شکار ہوں کہ ایک ہی وقت میں صورتحال کی ثقافتی اور روایتی نوعیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے مریض کی بہترین خدمت کیسے کی جائے۔ میرے خیال میں ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم صحت کے مسائل کو جس انداز سے دیکھتے ہیں اس کی نسبت ان کے لیے ایک زیادہ گہرا مشاہدہ نفس درکار ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ سی بی ای سی سوٹ پاکستان)

جنرل کونسلر کے گھر کے باہر دھماکہ

بنوں نورڑ میں جنرل کونسلر کے گھر کا مین گیٹ بارودی مواد سے اڑا دیا گیا۔ یکم جنوری کی شب تقریباً 10 بج کر 20 منٹ پر تھانہ میریان کی حدود میں واقع نورڑ خاص میں نامعلوم شرپسندوں نے ویلیج کونسل نورڑ کے جنرل کونسلر نعمت اللہ خان اور سکول ٹیچر گوایوب کے گھر کے مین گیٹ کے ساتھ دھماکہ خیز بارودی مواد نصب کیا تھا جو زوردار دھماکہ کے ساتھ پھٹ گیا۔ دھماکہ کی آواز دور دور تک سنی گئی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

کاری، کارو کہہ کر مارڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 28 دسمبر سے 25 جنوری تک 16 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا جن میں 7 خواتین اور 9 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم جنوری	دلمراد ملک	مرد	-	-	منگل ملک	بندوق	چچا، کزن	گوٹھ موسیٰ ملک، کشمور	-	درج	-	روزنامہ کاوش
2 جنوری	شبانہ	خاتون	26 برس	شادی شدہ	ستار شیخ	ڈنڈا	شوہر	گڈو، کشمور		درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
6 جنوری	عجیباں خاتون	خاتون	22 برس	غیر شادی شدہ	عبدالرحمان پنہور	پستول	بھائی	گوٹھ قادر پور، گڑھی خیرو، جیکب آباد	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
7 جنوری	حنیفاں	خاتون	30 برس	شادی شدہ	بلاول جتوئی	پستول	شوہر	گوٹھ رضا، پنوعاقل، سکھر	°	درج	-	روزنامہ کاوش
7 جنوری	رافعل	خاتون	-	شادی شدہ	بلاول جتوئی	پستول	دیور	گوٹھ رضا، پنوعاقل، سکھر	-	درج	-	روزنامہ کاوش
13 جنوری	عبدالغنی چانڈیو	مرد	45 برس	شادی شدہ	-	پستول	اہل علاقہ	گوٹھ سکندر چانڈیو، شکارپور	-	درج	-	روزنامہ کاوش
14 جنوری	رحیم بخش بروہی	مرد	55 برس	شادی شدہ	-	بندوق	-	نزد رتودیرو، لاڑکانہ	-	درج	-	روزنامہ کاوش
14 جنوری	فہمیدہ مغیری	خاتون	35 برس	شادی شدہ	عبدالوحید مغیری	پستول	شوہر	قمبر	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14 جنوری	ص	خاتون	-	شادی شدہ	-	بندوق	شوہر	گوٹھ شاہو، خان پور	-	درج	-	روزنامہ کاوش
17 جنوری	نظام الدین	مرد	28 برس	-	امیر بخش	بندوق	اہل علاقہ	سومرا گوٹھ، پنوعاقل، سکھر	-	درج	-	روزنامہ عوامی آواز
17 جنوری	قطب الدین	مرد	50 برس	-	امیر بخش	بندوق	اہل علاقہ	سومرا گوٹھ، پنوعاقل، سکھر	-	درج	-	روزنامہ عوامی آواز
22 جنوری	علی محمد مہر	مرد	-	-	-	بندوق	رشتے دار	گوٹھ خان بیلو، گدپور، پنوعاقل، سکھر	-	درج	-	روزنامہ کاوش
22 جنوری	خالد مستوئی	مرد	40 برس	-	میر محمد حاکم	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ امیر ارشاد خان، جیکب آباد	-	درج	-	روزنامہ کاوش
23 جنوری	امام بخش جعفری	مرد	50 برس	شادی شدہ	محراب جعفری	بندوق	اہل علاقہ	گڑھی یاسین، شکارپور	-	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
25 جنوری	پیاری جکھرانی	خاتون	-	شادی شدہ	-	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ گلشیر جکھرانی، کشمور	-	درج	-	روزنامہ کاوش
25 جنوری	عبدالوتا جکھرانی	مرد	-	-	-	بندوق	اہل علاقہ	گوٹھ گلشیر جکھرانی، کشمور	-	درج	-	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق **25** دسمبر سے **24** جنوری تک **86** افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں **55** خواتین شامل ہیں۔ **47** واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور **8** واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25 دسمبر	-	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	اعظم	اہل علاقہ	چک 8، حسین خان والا، قصور	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
26 دسمبر	ندیم جسکانی	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	خانو کھوسو، زاہد، امیر جونیجو	اہل علاقہ	ٹنڈو غلام علی	درج	-	روزنامہ کاوش
26 دسمبر	ف	خاتون	-	شادی شدہ	اکرم	اہل علاقہ	لنگیا لوانی، گکھڑ منڈی	درج	-	روزنامہ خبریں
27 دسمبر	ع	خاتون	-	شادی شدہ	اشرف، ساتھی	اہل علاقہ	قصور	درج	-	روزنامہ خبریں
29 دسمبر	محمد احمد	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	رانا غفار	ٹیچر	بستی نذیر خان، رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
29 دسمبر	ح	مرد	16 برس	غیر شادی شدہ	شہزادا احمد، محمد یامین	اہل علاقہ	چک 52، بھوئے آصل، قصور	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
29 دسمبر	ر	خاتون	-	-	شفیق	اہل علاقہ	ڈالا، قصور	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
29 دسمبر	ح	خاتون	-	-	عرفان	اہل علاقہ	سیٹلائٹ ٹاؤن اے ٹو، جھنگ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
29 دسمبر	-	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	شان	اہل علاقہ	موضع گھمان، ڈسکہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
29 دسمبر	-	بچی	5 برس	غیر شادی شدہ	-	-	سیکھم نہر، مریدکے	-	-	روزنامہ خبریں
29 دسمبر	-	خاتون	22 برس	-	-	-	مریدکے	-	-	روزنامہ خبریں
29 دسمبر	-	خاتون	17 برس	غیر شادی شدہ	عمران، عمر حیات	اہل علاقہ	موضع ٹھٹھہ بیگ، گوگیرہ	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
30 دسمبر	بلال	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	جہانگیر، یونس	اہل علاقہ	گڑھی اختیار خان، رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
30 دسمبر	فرمان علی	مرد	-	غیر شادی شدہ	منیر، سیف اللہ، حارث	اہل علاقہ	بھسر پورہ، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
30 دسمبر	ص	خاتون	-	غیر شادی شدہ	امجد	اہل علاقہ	گاؤں کوٹ قاضی، سادھوکے	-	-	روزنامہ نوائے وقت
31 دسمبر	عدنان ٹانوری	مرد	-	غیر شادی شدہ	انیس قریشی	اہل علاقہ	میر پور ماتھیلو، گھوٹکی	-	-	روزنامہ کاوش
یکم جنوری	-	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	گوٹھ جوان برڑو، ٹھل، جیکب آباد	-	-	روزنامہ کاوش
یکم جنوری	ندیم	مرد	16 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	41 ای بی، پاک پتن	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
2 جنوری	-	مرد	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	خان پور مہر، گھوٹکی	درج	-	روزنامہ کاوش
3 جنوری	-	خاتون	-	شادی شدہ	غلام نبی بجارانی	اہل علاقہ	باہو کھوسو، ٹھل، جیکب آباد	-	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3 جنوری	-	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	ٹھاروشاہ، نوشہرو فیروز	-	-	روزنامہ کاوش
3 جنوری	-	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	شعیب عباسی	اہل علاقہ	آئی 9، اسلام آباد	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
3 جنوری	فرحان	بچہ	-	غیر شادی شدہ	علی	اہل علاقہ	چیمہ ہسپتال، ستراہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
☆3 جنوری	طلحہ	بچہ	-	غیر شادی شدہ	اسد، جاوید	اہل علاقہ	عمرزئی محمود خیل، چارسدہ	درج	گرفتار	روزنامہ ایکسپریس
4 جنوری	ع ر	مرد	16 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	گمبٹ، خیرپور میرس	-	-	روزنامہ کاوش
4 جنوری	-	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	علمی نواز، ساتھی	اہل علاقہ	خان پور، شکار پور	-	-	روزنامہ کاوش
6 جنوری	س	خاتون	18 برس	غیر شادی شدہ	رمضان	اہل علاقہ	وارڈ نمبر 2، بزمان	درج	-	خواجہ اسد اللہ
6 جنوری	ف	خاتون	-	شادی شدہ	تنویر	اہل علاقہ	بھاگیوال، قصور	درج	-	روزنامہ خبریں
6 جنوری	-	بچی	-	غیر شادی شدہ	ساجد	اہل علاقہ	گاؤں بھاگو کے آرائیاں، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
6 جنوری	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	لیہ	درج	-	روزنامہ ڈان
7 جنوری	ش	خاتون	-	شادی شدہ	پیر افضل، ساتھی	اہل علاقہ	دربار شاہ دولہ، گجرات	درج	-	روزنامہ خبریں
7 جنوری	عبداللہ	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	حسنین	اہل علاقہ	کوٹ جگجیت سنگھ، ماناں والا	درج	-	روزنامہ خبریں
8 جنوری	ش	خاتون	-	شادی شدہ	شریف	اہل علاقہ	موضع چک روہاڑی، مظفر گڑھ	درج	-	روزنامہ جنگ ملتان
8 جنوری	ث	خاتون	-	-	صفدر، طارق، ظفر علی اویس، اوسامہ	اہل علاقہ	تھانہ سیتل ماڑی، ملتان	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
8 جنوری	نعمان	بچہ	8 برس	غیر شادی شدہ	ارشد	اہل علاقہ	شرق پور	درج	-	روزنامہ مشرق
8 جنوری	-	خاتون	-	-	عبدالستار	اہل علاقہ	علی ٹاؤن، غازی آباد	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
9 جنوری	-	خاتون	-	-	-	اہل علاقہ	گاؤں سدھا اوتار، چونیاں، قصور	درج	-	روزنامہ نیوز
9 جنوری	ث	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	صدیقیہ کالونی، شرق پور	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
9 جنوری	محسن علی	بچہ	-	غیر شادی شدہ	زاہد	اہل علاقہ	محلہ رسول پورہ، سمبڑیال	-	-	روزنامہ نوائے وقت
10 جنوری	س	خاتون	-	شادی شدہ	ارشد چودھری	اہل علاقہ	الفلاح تھیٹر، سول لائن، لاہور	-	-	روزنامہ خبریں
10 جنوری	ع	بچی	5 برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	کوٹ پیراں، قصور	-	-	روزنامہ نوائے وقت
10 جنوری	وسیم	بچہ	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	چک 44، فیروز والا	درج	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
11 جنوری	-	بچہ	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	گاؤں بلبڑ کے، شیخوپورہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
11 جنوری	الف	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	حضرت اللہ	اہل علاقہ	جاکے چیمہ، ڈسکہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
11 جنوری	-	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	تنویر	اہل علاقہ	موضع میتراں، ڈسکہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	س	خاتون	-	-	اللہ دتہ، ساتھی	اہل علاقہ	زرعی ترقیاتی بنک، شیخوپورہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	س	خاتون	-	-	نوید	اہل علاقہ	شاہ کوٹ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	ش	خاتون	-	-	عمران	اہل علاقہ	رینالہ خورد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	الف	خاتون	-	-	جمال، بلال، ساتھی	اہل علاقہ	سیالکوٹ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	ن	خاتون	-	-	محسن	اہل علاقہ	پاک پتن	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	م	بچی	-	غیر شادی شدہ	شان	اہل علاقہ	نارووال	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	-	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	محمود طارق	اہل علاقہ	جلال پور جٹاں، گجرات	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12 جنوری	یاسین	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	ساجد	اہل علاقہ	جڑاں والا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
13 جنوری	فرہاد علی	بچہ	-	غیر شادی شدہ	صوفی اکرم	اہل علاقہ	سلامت پور، فیروز والا	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
13 جنوری	ت	خاتون	-	-	محمد مسلم، ملازم حسین	اہل علاقہ	چک 77 ای بی، پاک پتن	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
13 جنوری	بابر	بچہ	-	غیر شادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	اوکاڑہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
14 جنوری	ز	خاتون	-	-	-	اہل علاقہ	پنو عاقل، سکھر	-	-	روزنامہ کاوش
14 جنوری	ندا	خاتون	-	-	زبیر	اہل علاقہ	نیو گارڈن ٹاؤن، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
14 جنوری	م	خاتون	-	غیر شادی شدہ	عمران، ساتھی	اہل علاقہ	چاہ سناروالا، لنڈیاں والا، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
14 جنوری	س	خاتون	-	-	شہباز، ساتھی	اہل علاقہ	چک 484 گ ب، مریدوالا، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
14 جنوری	ث	خاتون	-	-	اللہ دتہ	اہل علاقہ	کمہیاروالا، جھنگ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
14 جنوری	فرحان	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	عابد	اہل علاقہ	یوسف ٹاؤن، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
15 جنوری	ر	خاتون	-	شادی شدہ	لطیف الرحمان	اہل علاقہ	اقبال نگر، کسووال	درج	-	روزنامہ خبریں
15 جنوری	م	خاتون	-	شادی شدہ	سرور	سسر	گاؤں جھگیاں کرنالیاں، شاہ کوٹ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
15 جنوری	ش	خاتون	ـ	ـ	واجد	اہل علاقہ	چک 542 گ ب، فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
15 جنوری	الف	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	مطاہر علی، مجاہد علی، اصغر علی	اہل علاقہ	چک 340 ج ب، گوجرہ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
15 جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	مرکز بنیادی صحت، بھیلوال، گجرات	درج	ـ	روزنامہ ڈان
15 جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	مرکز بنیادی صحت، بھیلوال، گجرات	درج	ـ	روزنامہ ڈان
16 جنوری	ثناء	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	ناصر	اہل علاقہ	شاہ کوٹ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
16 جنوری	اویس	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	انور، ساتھی	اہل علاقہ	چک نمبر 100 ج ب، نشاط آباد، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
16 جنوری	س	خاتون	ـ	ـ	ندیم مغل	اہل علاقہ	تھانہ رمنا، اسلام آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
18 جنوری	ز	خاتون	ـ	ـ	آصف، زوہیب	اہل علاقہ	سمبڑیال	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
18 جنوری	ز	خاتون	ـ	ـ	ـ	اہل علاقہ	محلّہ ظفروال، پاک پتن	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
18 جنوری	ـ	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	تھانہ موترا، سیالکوٹ	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
18 جنوری	ش	خاتون	15 برس	غیر شادی شدہ	یاسین	رشتہ دار	عشری درہ، دیر لوئر	ـ	ـ	روزنامہ آج
19 جنوری	ش	خاتون	17 برس	غیر شادی شدہ	صادق	اہل علاقہ	خیر پور ٹامے والی، رحیم یار خان	درج	ـ	روزنامہ شیخ مقبول
19 جنوری	ف	خاتون	ـ	ـ	اکرم	اہل علاقہ	رسول پارک، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20 جنوری	ط	بچی	6 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	ابراہیم حیدری، کورنگی، کراچی	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20 جنوری	ص	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	اسد	اہل علاقہ	اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20 جنوری	ف	خاتون	ـ	ـ	ندیم	اہل علاقہ	جھنگ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21 جنوری	ک	خاتون	ـ	ـ	جمیل	اہل علاقہ	مسلم کالونی، بہاول پور	درج	ـ	روزنامہ خواجہ اسد اللہ
21 جنوری	ـ	بچہ	4 برس	غیر شادی شدہ	ـ	ـ	جوزف کالونی، بادامی باغ، لاہور	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21 جنوری	ـ	مرد	15 برس	غیر شادی شدہ	ـ	معلم	گاؤں جہانیاں، گجرات	درج	گرفتار	روزنامہ ڈان
22 جنوری	ابوسفیان	مرد	ـ	غیر شادی شدہ	عابد، خرم، ساتھی	اہل علاقہ	تھانہ بھکھی، ونواں کوٹ	درج	ـ	روزنامہ خبریں
23 جنوری	ن	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	مصور	اہل علاقہ	چک 17، چھانگا مانگا، قصور	درج	ـ	روزنامہ خبریں
23 جنوری	الف	خاتون	ـ	شادی شدہ	ارشاد	اہل علاقہ	گاؤں جسوکی، گجرات	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں

چند انتخابی اصلاحات

آئی۔اے۔رحمان

انتخابی اصلاحات سے متعلق پارلیمانی کمیٹی (پی سی ای آر) اگلے سال ہونے والے انتخابات سے پہلے انتخابی نظام کی اصلاح کے حوالے سے اپنی تجاویز کو حتمی شکل دینے پر تعریف کی مستحق ہے۔قومی اسمبلی کے سپیکر اس وقت شاید غیر مناسب طور پر پرعزم دکھائی دیے جب انہوں نے 29 ماہ پہلے قائم کی گئی اس کمیٹی کو تین ماہ کے اندر اپنا کام مکمل کرنے کو کہا۔

کمیٹی کا وسیع مینڈیٹ انتخابی نظام میں پائے جانے والے نقائص کے حوالے سے مختلف فریقین کے خدشات کی عکاسی کرتا ہے۔ان میں درج ذیل شامل تھے: آزادانہ، غیر جانبدارانہ اور شفاف انتخابات کو یقینی بنانے کے لیے انتخابی اصلاحات بشمول انتخابات کے انعقاد کے لیے جدید ترین ٹیکنالوجی کی دستیابی، اور اگر ضروری ہو تو مجوزہ قانون سازی بشمول آئینی ترامیم کے لیے سفارشات مرتب کرنا۔

پی سی ای آر کی تجاویز کا ایک حصہ جو چیف الیکشن کمیشن کے تقرر سے متعلق تھا اس نے آئین کی بائیسویں ترمیم کی شکل اختیار کر لی ہے جس کی منظوری قومی اسمبلی پہلے ہی دے چکی ہے۔ججوں کے علاوہ سابق سول سرونٹس اور ماہرین کو چیف الیکشن کمشنر اور ای سی پی کے اراکین کے طور پر تقرر کا اہل قرار دینے پر اس ترمیم کو کافی سراہا گیا ہے۔

اب پی سی ای آر کی تفصیلی رپورٹ جو الیکشن بل 2017ء کی شکل میں ہے، کئی فورمز پر زیر بحث ہے۔امید کی جا رہی ہے کہ پارلیمنٹ اس بل کی منظوری سے پہلے ان بحث و مباحث پر غور کرے گی کیوں کہ اس کے کئی حصوں پر نظر ثانی اور چند ضروری اصلاحات کی ضرورت ہے۔

انتخابی نظام میں جو مزید اہم اصلاحات تجویز کی گئی ہیں ان میں ای سی پی کو مزید مالی اور انتظامی اختیارات دینا، سمندر پار پاکستانیوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دینا، انتخابی نتائج کی اشاعت کا بہتر نظام، ای سی پی کے عملے کے لیے ضلعی ریٹرننگ افسران کی اسامیوں کی دستیابی، انتخابی فہرستوں کی تیاری اور تصحیح اور حلقہ بندیوں کے لیے نادرا کے کوائف کا بہتر استعمال، ای سی پی میں پیش ہونے اور اعتراضات/شکایات جمع کرانے کے لیے مزید وقت کی فراہمی، بلدیاتی انتخابات کا باقاعدگی سے انعقاد، اور خواتین کے ووٹ ڈالنے کے حق کے تحفظ کے لیے خصوصی اقدامات شامل ہیں۔حکومت کو ضوابط بنانے کا اختیار دینا ایک نا پسندیدہ تجویز ہے جو ای سی پی کی انتظامیہ سے آزادی کے اصول کے لیے نقصان دہ ہے۔

پی سی ای آر کی سفارشات کا اب بھی باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اس کا اندازہ انتخابات میں خواتین کی مناسب شرکت کو یقینی بنانے کے حوالے سے تجویز کیے گئے اقدامات سے لگایا جا سکتا ہے۔'الیکشن کمیشن کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ 'اگر کسی حلقے میں خواتین کے ووٹوں کا تناسب کل ووٹوں کے دس فیصد سے کم ہو تو وہ ایک یا ایک سے زائد پولنگ اسٹیشنوں پر پولنگ، یا پورے حلقے کے انتخابات کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔''اگر ای سی پی کا یہ خیال ہو کہ ''کسی معاہدے کے ذریعے خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا ہے'' تو وہ اس حوالے سے کارروائی کرے گا۔

اگرچہ اس شق میں ایک اچھا تصور پیش کیا گیا ہے تاہم اس کے متن کو واضح اور بہتر کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہ ان وکلاء کو گنجائش فراہم کرتا ہے جو ای سی پی کے فیصلوں کو چیلنج کر سکتے ہیں۔ایک حلقے میں خواتین کی جانب سے ڈالے گئے ووٹوں اور ایک یا ایک سے زائد پولنگ اسٹیشنوں پر پولنگ کو کالعدم قرار دینے کے حوالے نے جو ابہام پیدا کیا ہے اسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ ای سی پی کی مداخلت کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکے جانے کے ''معاہدے'' کا کوئی ثبوت موجود ہو۔تاہم، خواتین کو اکثر بغیر کسی رسمی معاہدے کے ووٹ ڈالنے سے روکا جاتا ہے۔متن میں پائی جانے والی خامی ''قیاس'' کے لفظ کو حذف کر کے دور کی جا سکتی ہے۔اتفاق کی بات یہ ہے کہ پریذائڈنگ افسر کو خواتین کے کم ٹرن آؤٹ سے متعلق اطلاع دینے کا پابند کرتے وقت جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ کسی حد تک بہتر ہے کیوں کہ اگر اس کے پاس اس بات پر یقین کرنے کا جواز ہو کہ ''کسی واضح یا مخفی معاہدے کے ذریعے خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا ہے'' تو وہ اس حوالے سے کارروائی کرے گا۔

> کمیٹی کا وسیع مینڈیٹ انتخابی نظام میں پائے جانے والے نقائص کے حوالے سے مختلف فریقین کے خدشات کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک قابل ستائش شق ای سی پی کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ سالانہ رپورٹس میں قومی اسمبلی کے ہر حلقے میں میں رجسٹرڈ مرد اور خواتین ووٹروں کی تعداد کے فرق کا جائزہ لے، اور اس فرق کو کم کرنے کے لیے خصوصی اقدامات کرے۔

اگر مجوزہ قانون میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے ووٹروں کے مناسب اندراج کو فروغ دینے اور ان کے زیادہ سے زیادہ ممکنہ ٹرن آؤٹ کو یقینی بنانے کے حوالے سے اقدامات شامل کیے جاتے تو یہ جمہوریت کے لیے سودمند ہوتا۔

انتخابات سے متعلق نو قوانین کو ایک ہی بل کا حصہ بنانے پر کافی داد وصول کی جا چکی ہے، لیکن اس اقدام کے فوائد یقینی نہیں ہیں۔

ان نو قوانین میں انتخابی فہرستوں کا ایکٹ 1974 اور حلقہ بندیوں کا ایکٹ 1974، سینیٹ (انتخابات) ایکٹ 1975، لوگوں کی نمائندگی کا ایکٹ 1976؛ اور مشرف حکومت کے پانچ آرڈر، الیکشن کمیشن آرڈر، عام انتخابات کے انعقاد کا آرڈر، سیاسی جماعتوں کا آرڈر، عہدہ رکھنے کے لیے معیار اہلیت کا آرڈر اور علامات کی تخصیص کا آرڈر شامل ہیں۔(اگر انتخابی معاملات کو ایک ہمہ گیر قانون میں شامل کرنا ہی مقصود تھا تو پھر انتخابات اور اسمبلیوں کی طاقت سے متعلق آئینی شقوں یا صدارتی انتخابات سے متعلق ضوابط کو اس میں شامل کیوں نہیں کیا گیا؟) ایسا مربوط قانون وکلاء اور سیاست کے طالب علموں کے کام میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔

پی سی ای آر سے جن متعدد مسائل کے حل کی توقع کی جا رہی تھی انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ان میں ایک مسئلہ اہلیت/نااہلی کے معیار ہیں جنہیں جنرل ضیاء نے آئین (آرٹیکل 62 اور 63) کا حصہ بنایا تھا اور جو جمہوری اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ انتخابی میدان کو صرف امیر لوگوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔اصل مسئلہ یہ فرض کر لینے میں ہے کہ ہر وہ فرد جو ووٹ ڈالتا ہے وہ آزادانہ فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، جبکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد آزادانہ فیصلے کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی جن میں گروی مزدور، مزارعین، دیہی محروم طبقہ، اور اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے مرد اور خواتین شامل ہیں۔

چنانچہ جمہوری لحاظ سے قابل قبول انتخابات کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں جاگیردارانہ، سماجی اور ذات پر مبنی طبقہ بندی کا خاتمہ کیا جائے۔ان تبدیلیوں کے وقوع پذیر ہونے تک سینیٹ میں کسانوں اور مزدوروں کے لیے نشستیں مخصوص کرنا اشد ضروری ہے کیوں کہ وہ اس رعایت کے علماء اور ٹیکنوکریٹس سے زیادہ حق دار ہیں۔

حالیہ مشق کا سب سے بڑا مسئلہ بے جا طور پر یہ یقین کر لینا ہے کہ ایک شرفاء دوست نظام کے ذریعے نشستیں حاصل کرنے والے ارکان پارلیمان سٹیٹس کو کی مزاحمت کر سکتے ہیں۔حالیہ تجاویز خوش آئند ہیں لیکن ایک حقیقی جمہوری انتخابی نظام کی تشکیل کے لیے شاید ایک نئے کمیشن کا قیام ضروری ہے جو سیاست دانوں اور ارکان پارلیمان کے علاوہ ماہرین قانون، ماہرین تعلیم، اور سول سوسائٹی کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

بچے

خسرے کی وبا سے تین بچے ہلاک

پسنی بلوچستان کے ضلع آواران میں خسرے کی وباء پھیلنے سے تین بچے ہلاک اور کئی متاثر ہوئے۔ میدیا کے مطابق بلوچستان کے شورش زدہ ضلع آواران کی تحصیل مشکے میں خسرے کی وبا پھوٹ پری ہے جس کے نتیجے میں وہاں سے امدہ اطلاع کے مطابق تین بچے جاں بحق اور کئی بچوں کی حالت نازک ہے۔ دوسری جانب ضلع آواران کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر نور بخش نے وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ تحصیل مشکے میں ایک ہی خاندان کے پانچ بچے موت کا شکار ہوئے ہیں۔ دھر سیکرٹری صحت بلوچستان نے میڈیا کو بتایا کہ جب انہیں اس بارے میں اطلاع لی تو ان کی جانب سے متعلقہ محکمہ کو الرٹ کر دیا گیا ہے اور ٹیمیں متاثرہ علاقوں میں روانہ کر دی گئیں ہیں۔

(غلام یاسین)

جیلوں میں 39 بچوں کے نمونیہ سمیت دیگر امراض میں مبتلا ہونے کا انکشاف

پشاور شدید سردی کے باعث صوبے کی جیلوں میں ماؤں کے ساتھ قید 39 بچوں کا نمونیہ سمیت دیگر امراض میں مبتلا ہونے کا انکشاف ہوا ہے، ذرائع کے مطابق سنٹرل جیل پشاور میں 9، ڈیرہ سماعیل خان جیل میں 11، چارسدہ جیل میں 4، مردان جیل میں 3، سنٹرل جیل ہری پور میں 7، بنوں جیل میں 5 بچے نمونیہ، چیسٹ انفیکشن اور بخار میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ جیلوں میں صحت کی مناسب سہولیات نہ ہونے کے باعث ان بچوں کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ ذرائع نے بتایا کہ مالاکنڈ ڈویژن کی جیلوں میں سب سے زیادہ بچے مختلف امراض میں مبتلا ہیں۔

(روزنامہ آج)

11 سالہ بچی کی تشدد زدہ لاش برآمد

سوات تحصیل کبل کے علاقہ بلوچ میں 11 سالہ مصوم بچی کی تشدد زدہ لاش ملی، گزشتہ روز بلوچ میں 11 سالہ معصوم بچی شازمہ دختر رحیم اللہ کی تشدد زدہ لاش ملی، بتایا جاتا ہے کہ بچی بول نہیں سکتی تھی جس کو تشدد کر کے قتل کیا گیا، پولیس نے واقعہ کی رپورٹ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

تاوان کی عدم ادائیگی پر کمسن بچی کا قتل

ایبٹ آباد تھانہ میر پور کی حدود جھنگی سیداں میں درندہ صفت اغواء کاروں نے ساڑھے تین سالہ بچی کو تاوان کیلئے اغواء کرنے کے بعد قتل کر دیا پولیس نے تاوان کیلئے کی گئی ٹیلی فون کال ٹریس کر کے دو اغواء کار کو گرفتار کر کے ان کی نشاندہی پر بچی کی نعش ایک اغواء کار کے گھر سے برآمد کر لی اور کاروں کے خلاف انسداد دہشتگردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر کے انہیں کاؤنٹر ٹیرارزم ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کر دیا، کاؤنٹر ٹیرارزم ڈیپارٹمنٹ نے ملزمان کو انسداد دہشتگردی کی خصوصی عدالت میں پیش کر کے ان کا پندرہ روزہ جسمانی ریمانڈ حاصل کر کے تفتیش شروع کر دی۔ جھنگی سیداں کی رہائشی ساڑھے تین سالہ بچی مروہ دختر فیضان اسلم جمعہ کے روز دن سوا ایک بجے گھر سے باہر نکلی اور واپس نہیں آئی بچی کے لواحقین اسے تلاش کر رہے تھے کہ ملزمان نے بچی کے والد کو ٹیلی فون کر کے پانچ لاکھ روپے تاوان طلب کیا اور تاوان نہ ملنے پر بچی کا گلہ دبا کر اسے قتل کر دیا اور اس کی نعش ایک بیگ میں ڈال کر ایک اغواء کار نے اسے اپنے گھر کے پنجرے میں رکھ دی بچی کی لواحقین نے پولیس کو تاوان کیلئے آنے والی کال سے آگاہ کیا جس پر میر پور پولیس نے فون کال کو ٹریس کر کے دو اغواء کار نوجوانوں توصیف احمد ولد صاحب خان سکنہ جھنگی سیداں اور حسن ولد عطاء الرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔

(روزنامہ آج)

14 سال سے کم عمر بچوں کی ملازمت پر پابندی

کراچی کراچی: سندھ اسمبلی نے 14 سال سے کم عمر بچوں کی ملازمت پر پابندی کا بل متفقہ طور پر منظور کرتے ہوئے چالڈ لیبر کو جرم قرار دیا ہے اور اس کی سزا قید اور جرمانہ تجویز کی ہے۔ سندھ اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور کیا جانے والا بل سندھ میں بچوں کے روزگار کی ممانعت 2017 کے تحت قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو 6 ماہ تک کی قید اور 50000 روپے تک جرمانہ ادا کرنا ہوگا جبکہ اگر بچے سے خطرناک کام لیا جائے گا تو اس کی سزا 3 سال تک قید اور 100000 روپے تک جرمانہ بھی ہوسکتی ہے۔ بل کے مطابق کوئی ادارہ یا فیکٹری کسی بچے کو، جس کی عمر 14 سال سے کم ہو، نوکری نہیں دے سکتا جبکہ 14 سے 18 سال کی عمر کے بچوں کی ملازمت کے حوالے سے سخت شرائط رکھی گئی ہیں۔ مذکورہ بل کے بنیادی نکات پر بات کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے ایوان کو بتایا کہ ایمپلائمنٹ آف چلڈرن ایکٹ 1991 کا قانون وفاق کی سطح پر موجود ہے تاہم اب 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد 'لیبر' کا شعبہ صوبائی معاملہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ 'صوبہ پنجاب اور صوبہ خیبر پختونخوا نے اس حوالے سے ایکٹ میں تبدیلی کی ہے اور سندھ حکومت نے بھی متعدد قوانین بنائے ہیں، لیکن اب اس حوالے سے قانون سازی کر لی گئی ہے جیسا کہ ہم نے اسمبلی میں بل لانے سے قبل پالیسی ترتیب دینے کے بعد کابینہ میں پیش کیا تھا'۔ صوبائی اسمبلی میں بحث کے دوران متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے رکن اسمبلی معین پیرزادہ اور سومیتا افضال کی جانب سے پیش کی جانے والی دو تجاویز پر بل میں معمولی ترمیمی بھی کی گئی ہے۔ اس سے قبل بل پیش کرنے والے سینئر صوبائی وزیر نثار کھوڑو نے اس کے مندرجات پر بات کرتے ہوئے کہا کہ قلیل تنخواہوں پر بچوں سے مشقت کا معاملہ اب پرانہ ہوگیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ 18 ویں ترمیم سے قبل اس معاملے کو وفاقی حکومت دیکھ رہی تھی لیکن اس پیش رفت کے بعد لیبر کا شعبہ اب صوبے کی آئینی ذمہ داری ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سندھ حکومت نے ایسا قانون متعارف کرایا ہے کہ کوئی شخص کسی معصوم بچے کی غربت کا فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ انھوں نے ایک جج کے گھر ملازمت کرنے والی لڑکی طیبہ کے واقعے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ واقعہ اسلام آباد میں پیش آیا ہے اور اس میں ملوث شخص جاہل نہیں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ 'لالچی لوگ بچوں اور ان کے خاندانوں کی مالی مشکلات کا فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اب ہم ایسے اقدامات کر رہے ہیں کہ کوئی ان کا فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا'۔ ایم کیو ایم کے رہنما اور رکن صوبائی اسمبلی سید سردار احمد نے بل کو مثبت اور بروقت قرار دیا۔ پاکستان مسلم لیگ فنکشنل کی نصرت سحر عباسی نے بل کی حمایت کی لیکن ساتھ ہی کہا کہ بل کی منظوری سے قبل قانون سازوں کو اسے جاننے کیلئے کچھ وقت دیا جانا چاہیے۔ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کی غزالہ سیال، ایم کیو ایم کی ہیر سوہو، پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی ڈاکٹر سیما ضیاء ، صوبائی وزیر شمیم مرتضیٰ اور دیگر نے بل کی متفقہ منظوری سے قبل اس کی حمایت کی۔

(بشکریہ ڈان)

این جی اوز کے خلاف کارروائی

کراچی این جی اوز کے خلاف گمراہ کن جنگ جاری ہے، اگرچہ اعلیٰ عدالتیں دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہے مداخلت کررہی ہیں اور بعض عدالتوں کو اس وقت تک کام کرنے کی اجازت دے رہی ہیں جب تک حکومت ان تنظیموں اوران کے ملازمین کے خلاف الزامات ثابت نہیں کرتی۔یقیناً اگر اس طرح کے کیسز ہیں جو کہ شاذونادر ہی ہوں گے، جہاں این جی اوز ملک کے حساس علاقوں میں جاسوسی کا کام کررہی ہیں تو ریاست کو قانون کے اندر رہتے ہوئے ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا حق ہے۔مگر جو کچھ ہوتا نظر آرہا ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے؛حکومت قومی مفاد کے نام پر اور نام نہاد ریاست مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزامات پر ان این جی اوز کو بند کرنا چاہتی ہے جو انسانی حقوق کے تحفظ اور خواتین کے مسائل کے حل کے لیے کام کررہی ہیں جبکہ حکومت کو این جی اوز کی یا کاوشیں اچھی نہیں لگتیں۔وفاقی وصوبائی،دونوں سطحوں پر کیے گئے اقدامات انسانی حقوق کو کچلنے کے مترادف ہیں اور شہریوں کو این جی اوز کی طرف سے فراہم کردہ بنیادی سہولیات سے محروم کرنے کا سبب بن رہے ہیں......موخرالذکر کی طرف سے سہولیات کی فراہمی کی وجہ یہ ہے کہ ریاست عوام کی طرف سے لاگو ذمہ داریوں میں ناکام ہوچکی ہے۔

بعض این جی اوز کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کے فیصلے کے پس پردہ مقصد اور باضابطہ قانونی کارروائی کا فقدان،دونوں پہلو باعث تشویش ہیں۔حقوق کے فروغ کے لیے قانون کے دائرہ کار میں رہ کر کام کرنے والی این جی اوز کے لیے انتہائی سخت شرائط اور مسجد،مدرسے اور سماجی بہبود کے ڈھانچے کی شکل میں انتہا پسندی کے وسیع نیٹ ورک میں پایا جانے والا تضاد نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔مدارس گورننگ باڈیز رجسٹریشن اور نصاب کی نگرانی کی ریاستی کوششوں کی کئی عشروں سے مزاحمت کررہی ہیں۔شدت پسند تنظیموں کے ساتھ منسلک مساجد کھلے عام کام کررہی ہیں۔مگر حکومت این جی اوز پر مغربی ایجنڈے کو فروغ دینے یا ریاست کے خلاف کام کرنے کے الزامات عائد کررہی ہے جو کہ درحقیقت انتہائی تاریک سمت ہے۔مزید برآں، این جی اوز کے خلاف کی گئی کارروائیاں نہ صرف جلد بازی میں کی گئیں بلکہ جابرانہ بھی ہیں،اکثر اوقات اس تنبیہ کے بغیر کہ ان کی سرگرمیوں کی تحقیقات کی جارہی ہے۔این جی اوز کی بندش کا آرڈر جاری کرنے سے پہلے ریاست کو انہیں اپنے بے گناہی ثابت کرنے اور قانون کے مطابق کام کرنے کے دعوے کو درست ثابت کرنے کا ایک موقع ضرور دینا چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ جن این جی اوز کے خلاف حالیہ دنوں میں کارروائی کی گئی ہے ان میں سے کئی کو اعلیٰ عدالتوں سے ریلیف ملا ہے۔جہاں کہیں بھی قانون کی حکمرانی سے مبہم وجوہات کے باعث انحراف کیا جائے گا،عدالتوں کو لازماً مداخلت کرنا پڑے گی۔این جی اوز کے خلاف جنگ کو روکنا ہوگا۔

(انگریزی سے ترجمہ،بشکریہ ڈان)

سرکاری محکموں میں ترقی وتعیناتی کے حوالے سے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی

میرپور آزادکشمیر کے سرکاری محکموں میں ترقی وتعیناتی کے سلسلے میں سروس رولز کی فاش خلاف ورزیوں اور اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں پر عملدرآمد نہ ہونے سے متعلق قانون ساز اسمبلی میں حکومت سے شق وار جواب طلب کیا گیا ہے۔حکومت آزادکشمیر کے وزیر ناصرحسین ڈار جو حالیہ الیکشن میں جموں کی مخصوص نشست پر کامیاب ہوئے ہیں، انہوں نے وزارت اطلاعات سے متعلقہ محکموں میں پائی جانے والی مختلف بے قاعدگیوں پر شق وار جواب طلب کرتے ہوئے نشاندہی کی ہے کہ اقرباپروری کے ذریعے اہل سرکاری ملازمین کے ساتھ برسوں سے ناانصافی کا سلسلہ جاری ہے۔فی الوقت اسمبلی سیکرٹریٹ سے سے اس پر جواب آنا باقی ہے۔اس دوران ایک اور ممبر رکن اسمبلی نسیمہ وانی نے بھی ایوان میں اس مسئلے پر حکومت سے جواب طلب کیا ہے۔حکومت آزادکشمیر نے دو سے چار برسوں میں اہم عہدوں پر ترقی دے کر 18ویں اور 20ویں گریڈ کی آسامیوں پر ایسے افراد کو تعینات کردیا ہے جو سروس ریکارڈ کے مطابق کسی بھی اہلیت اور قواعد پر پورا نہیں اترتے۔اس وقت کئی افسران ایس ایم سی سینئر مینجمنٹ کورس، ایم سی ایم سی مڈکیریئر کورس حتیٰ کہ بی ایم سی بیسک مینجمنٹ کورس اور پبلک سروس کمیشن کا امتحان دیئے بغیر ڈائریکٹر جنرل اور دوسرے اہم عہدوں پر فائز ہیں۔موجودہ اور سابقہ حکومت کی جانب سے ایک طرف منظور نظر افراد کو پروموشن پالیسی 2011ء اور 2014ء کی خلاف ورزی کرکے نوازا جارہا ہے تو دوسری جانب پندرہ برسوں سے متاثرہ افسران کی درخواستوں پر اعلیٰ عدلیہ کے تفصیلی فیصلوں کے باوجود کوئی عمل نہیں کیا جارہا۔ایک طرف سلیکشن بورڈ کے ذریعے تقرر پانے والے افسران کو پچیس پچیس برسوں سے مستقل ترقی سے محروم رکھا جارہا ہے۔

دوسری جانب ڈی جی پی آر کے عہدے پر ایسے شخص کا تقرر کیا گیا ہے جنہوں نے 2014ء میں گریڈ 17 سے 18 میں ڈپٹی ڈائریکٹر کی پوسٹنگ بھی بی ایم سی بیسک مینجمنٹ کورس کے بغیر حاصل کی ہے۔2015ء میں انہیں ایم سی ایم سی مڈکیریئر مینجمنٹ کورس میں شامل ہوئے بغیر گریڈ 19 میں ترقی دے دی گئی اور اس طرح سینئر مینجمنٹ کورس کے بغیر انہیں ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر تعینات کردیا گیا۔چیف سیکرٹری جلال سلطان سکندر راجہ نے قبل ازیں سلیکشن بورڈ میں شامل تمام افسران کی ترقی وتقرر کے کیس اہلیت پوری نہ ہونے پر مسترد کردیئے تھے،لیکن بعد میں رولز کے برعکس مذکورہ افسران کی ترقی وتقرری کے احکامات جاری کردیئے گئے۔حالانکہ رولز بھی صرف اس شرط پر نظرانداز کیے جاسکتے ہیں جب اہلیت کے مطابق امیدوار دستیاب نہ ہوں۔اہم عہدوں پر سرکاری قواعد کے خلاف تعیناتی کا یہ سلسلہ محکمانہ کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔

(نعیم الحسن)

اقلیتیں

ہندو لڑکی قتل، بہن زخمی

حیدرآباد 7 دسمبر کو ہالا آدھی رات کے وقت نامعلوم مسلح افراد تھانہ ہالا کی حدود میں واقعہ گاؤں میں باگڑی برادری کے ایک گھر میں داخل ہوئے اور وہاں موجود دو بہنوں کو اغواء کرنے کی کوشش کی، اس دوران مزاحمت پر ملزمان نے فائرنگ کر دی۔ جس کے نتیجے میں لڑکی موصل باگڑی موقع پر ہی جاں بحق اور اس کی بہن سونو باگڑی شدید زخمی ہوگئی۔ جبکہ ملزمان فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔ اطلاع پر متعلقہ تھانے کی پولیس موقع پر پہنچ گئی اور لاش اور زخمی کو تعلقہ ہسپتال منتقل کیا۔ جہاں سے سونو باگڑی کو تشویش ناک حالت میں سول ہسپتال حیدرآباد ریفر کر دیا گیا اور لاش کو ضروری کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کر دیا گیا۔ مقتولہ کی والدہ نے صحافیوں کو بتایا کہ چھ ماہ قبل فیاض خاص خیلی نامی شخص نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ موصل کو اغواء کر لیا تھا جس پر ہم نے پولیس اور علاقے کے معززین سے مدد کی اپیل کی لیکن ہماری کسی نے مدد نہیں کی۔ ایک مہینے قبل موصل اغواء کاروں کے چنگل سے آزاد ہو کر گھر پہنچی اور اس نے ہمیں بتایا کہ فیاض خاصخیلی اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ مجھے نشہ دے کر اغواء کر کے لے گیا تھا۔ جنہوں نے مجھے زبردستی مذہب تبدیل کرنے کا کہا تھا۔ 17 دسمبر کو ایک بار فیاض نے اپنے دیگر ہتھیار بند ساتھیوں سے مل کر موصل کو اغواء کرنے کی کوشش کی لیکن ہماری مزاحمت اور چیخ و پکار پر اہل محلہ جمع ہوگئے ہیں جس پر ملزمان فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔ فائرنگ کے نتیجے میں موصل موقع پر جاں بحق اور سونو زخمی ہوگئی جبکہ دوسری جانب رابطہ کرنے پر ہالا تھانے کے ایس ایچ او ایاز بلوچ نے بتایا کہ ملزموں کی گرفتاری کے لیے مختلف مقامات پر چھاپے مارے جا رہے ہیں اور قتل میں ملوث عناصر کو کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ ملزموں کا تعلق خیر پور سے ہے۔ رپورٹ بھیجنے تک واقعے کا مقدمہ درج نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کوئی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔

(لالہ عبدالحلیم)

اقلیتوں کے تحفظ کا بل واپس لینے کے خلاف احتجاج

شہداد کوٹ 2 جنوری کو اقلیتی تحفظ بل کو واپس لینے کے خلاف جوائنٹ ایکشن کمیٹی جے اے سی کی طرف سے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کورگروپ قمبر شہدادکوٹ ے ہمراہ احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر جے اے سی کی سائرہ خان منگی، وقار حیدر منگی، انجمن آرا، کورگروپ کے ندیم جاوید منگی، افتخار حسین منگی، ہریش کمار ہندو رہنما سجن کمار موٹومل نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سندھ حکومت نے اقلیتوں کے تحفظ کا بل منظور کیا تھا لیکن نام نہاد تنظیموں کی وجہ سے بل واپس لیا گیا ہے۔ انہوں نے اقلیتوں کے تحفظ کے منظور کئے گئے بل کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ندیم جاوید)

ہندو اپنے مردوں کو دفنانے پر مجبور

پشاور خیبر پختونخوا کے ہندوؤں نے شمشان گھاٹ کے انتظار میں قبرستان بسا لئے۔ چار دہائیوں سے شمشان گھاٹ یا مرگھٹ کے طویل انتظار میں ہندوؤں نے قبرستان بسا لئے ہیں جہاں جلانے کی بجائے وہ اپنے مردے دفن کرنے پر مجبور ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ خیبر پختونخوا میں ہندو ایک بڑی اقلیت ہونے کے باوجود اپنے مردے جلانے کیلئے مرگھٹ سے محروم ہیں۔ صوبے کے مختلف علاقوں نوشہرہ، اور بونیر کے علاوہ پشاور، مردان، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں شمشان گھاٹ موجود تھے تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ان شمشان گھاٹوں میں مردے جلانے پر مقامی لوگوں نے پابندی لگائی جس کے بعد سے ہندوؤں کو اپنے مردے جلانے کیلئے دریائے سندھ تک سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے جبکہ اس کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے جس کے پیش نظر ڈیرہ سماعیل خان اور پشاور میں بالمیک ہندو اپنے مردے مقبروں میں دفن کر رہے ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں چاہ کا کنواں نامی قبرستان میں مسلمان اور ہندو ایک ہی مقبرے میں دفن ہو رہے ہیں جبکہ پشاور کے وسط میں چھاؤنی سے متصل نوتھیہ ہندو برادری کیلئے دو الگ الگ قبرستان مختص کئے گئے ہیں۔ ایک دوسرے سے تقریباً ایک سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر یہ قبرستان چار دیواری میں بند کئے گئے ہیں جس میں سے ایک قبرستان ہندوؤں کے سابقہ شمشان گھاٹ اور دوسرا ہندوؤں اور مسیحیوں کیلئے مختص قبرستان کی اراضی پر بنایا گیا ہے۔ دونوں مقبروں میں پانچ سے چھ درجن قبریں موجود ہیں۔ ہندو رہنما اور سماجی ورکر ہارون سرب دیال نے بتایا کہ گزشتہ ایک عرصے سے ہندو برادری شمشان گھاٹ کیلئے حکومتوں سے رابطہ کر رہی ہے لیکن اس پر عملدرآمد نہیں کیا جا رہا ہے جس کے بعد مجبوراً ہندو برادری نے دفن ہونے کو ترجیح دی ہے جس کیلئے حکومت نے قبرستان دیئے۔ تاہم ڈیرہ اسماعیل خان میں قبرستان کی اراضی پر قبضہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہاں پر ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقبرے دفن کیا جا رہا ہے۔ (روزنامہ مشرق)

مسیحی برادری کا احتجاج

حیدرآباد 3 جنوری کو مسیحی برادری کی جانب سے سکھر پولیس اور بلڈر مافیا کے خلاف پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا گیا۔ بعدازاں پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسیحی رہنما بشپ کلیم جان نے بتایا کہ سکھر سٹی کے مشن روڈ پر قیام پاکستان سے قبل کی قیمتی پراپرٹی موجود ہے جو مسیحی برادری کا قیمتی سرمایہ اور ورثہ ہے۔ مگر اس پراپرٹی پر بلڈر مافیا غیر قانونی طریقے سے قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ ماضی میں نورین مرزا نامی خاتون نے مقامی بلڈر سردار صدیق سے ملی بھگت کر کے جعلی کاغذات کے ذریعے چرچ کی پراپرٹی کو فروخت کر دیا تھا اور سکھر کی عدالت نے ساعت کے بعد مسیحی برادری کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ اب دوبارہ بلڈر مافیا نے مشن کمپاؤنڈ میں رہائش پذیر مسیحی برادری کو بے دخل کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہے اور گزشتہ سال 31 دسمبر کو پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ بلڈر مافیا کے مسلح افراد نے گھروں میں گھس کر خواتین اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور سنگین نتائج بھگتنے کی دھمکیاں دیں جس کے خلاف مسیحی برادری نے متعلقہ تھانے کے سامنے پرامن احتجاج بھی ریکارڈ کرایا۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر معاملے کا نوٹس لے کر مسیحی برادری کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ (لالہ عبدالحلیم)

تعلیم

سکول ٹیچر کا کمسن طالبعلم پر شدید تشدد

مردان طورو میں سرکاری سکول کے استاد نے غیر حاضری پر کمسن طالبعلم کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ ٹیچر نے شدید سردی میں معصوم طالبعلم کے کپڑے اتار کر اسے ٹھنڈے پانی سے نہلایا، والدین نے دادرسی کی استدعا کر دی۔ طورو میں گورنمنٹ پرائمری سکول ٹھیکدار کلے کے طالب علم عامر کے والد جمیل نے پریس کلب میں تشدد کا نشانہ بننے والے بچے کو میڈیا کو دکھاتے ہوئے بتایا کہ اس کا بیٹا سکول سے ایک دن غیر حاضر رہا، دوسرے روز جب سکول پہنچا تو استاد عبدالرشید نے بارش اور شدید سردی میں اسکے کپڑے اتروائے اور اس پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیے، ڈنڈوں سے کمسن بچے کے جسم پر نشانات پڑ گئے اور وہ شدید زخمی ہو گیا جسکے بعد اسے طبی امداد کیلئے مقامی ہسپتال منتقل کر دیا گیا، بچے کے والد نے بتایا کہ اس نے اس حوالے سے مقدمے کے اندراج کیلئے بھی درخواست دی ہے انہوں نے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک اور وزیر تعلیم محمد عاطف خان سے ٹیچر کے خلاف کاروائی کرنے کی اپیل کی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

طالبہ کی ہلاکت کے خلاف احتجاج

حیدرآباد سندھ یونیورسٹی کی طالبہ نائلہ رند کی مبینہ خودکشی کے واقعہ کے خلاف حیدرآباد میں مختلف سیاسی، سماجی، وکلا و قوم پرست تنظیموں کی جانب سے احتجاجی مظاہرے کئے گئے اور مبینہ خودکشی کے معاملے کو قتل قرار دیتے ہوئے ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کا مطالبہ کیا گیا۔ سندھ ایکتا فورم اور سندھ سماجی فورم کی جانب سے طالبہ نائلہ رند کی ہلاکت کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس میں غلام حیدر، ڈاکٹر اشوتھاما، لالہ عبدالحلیم شیخ، ویرو کولہی، ثنا ملوکانی، ندیم کھوسو، محسن جویو، سرمد مشہور جن کا کہنا تھا کہ نائلہ رند کا واقعہ سندھ کی تعلیم تباہ کرنے کی سازش ہے، سندھ یونیورسٹی انتظامیہ واقعے کو خودکشی کا رنگ دے کر حقائق چھپا رہی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ متعلقہ شعبہ کے چیئرمین اور ہاسٹل پرووسٹ کو شامل تفتیش کیا جائے۔ لیگ لائرز فورم کے تحت شیراز احمد بھٹی، ولی محمد بلیدی، ایچ آر سی پی کے ڈاکٹر اشوتھاما، لالہ عبدالحلیم شیخ کی قیادت میں احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سندھ کی بیٹی نائلہ کے خون سے انصاف کیا جائے۔ عوامی تحریک اور سندھیانی تحریک کی جانب سے نائلہ رند کی ہلاکت کے خلاف بھی احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جس میں زاہدہ شیخ، عمرا ہ سموں، حسنہ راہو جو دیگر شریک تھے۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ سندھ میں طالبہ نائلہ کی ہلاکت افسوسناک اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے نقصان دہ ہے۔ حکومت معاملے کا رسمی نوٹس لینے کے بجائے تحقیقات کے لیے عدالتی کمیشن قائم کرے۔ ہوم بیڈ ویمن ورکرز فیڈریشن نے سندھ یونیورسٹی کے شعبہ سندھی کی طالبہ نائلہ رند کی پراسرار موت کا معمہ حل نہ کئے جانے کے خلاف پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔ مظاہرے میں زہرخان جمیلہ عبداللطیف، شکیلہ خان و دیگر شریک تھیں۔ طلبہ تنظیم لیٹس کی جانب سے طالبہ نائلہ کی مبینہ خودکشی کے واقعے کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں سلیم راجپر، وشال لوہانی، ذیشان، سجاد لغاری، انقلاب تھری تھے۔ مظاہرین نے کہا کہ نائلہ کی یونیورسٹی ہاسٹل سے لاش ملنے کے بعد والدین اور طالبات خوف کا شکار ہیں اور بعض والدین کی جانب سے اپنی بچیوں کو تعلیم کے حصول سے روکا جا رہا ہے۔ دریں اثناء یونیورسٹی کی طالبہ نائلہ رند خودکشی کیس کے حوالے سے ایس ایس پی جامشورو طارق ولایت نے صحافی برادری سے دہرا معیار رکھتے ہوئے پریس بریفنگ دوسرے ضلع میں کی جس کا جامشورو کے سینیئر صحافیوں سمیت دیگر نے بائیکاٹ کر دیا۔ جامشورو کوٹری کے صحافیوں نے الزام عائد کیا کہ ایس ایس پی نے طالبہ نائلہ کیس میں بعض اہم چیزوں کو چھپانے کے لئے پریس بریفنگ دوسرے ضلع میں کی جبکہ واقعہ جاموشورو میں آیا اور تمام تر حالات سے متعلق جامشورو کے صحافیوں نے پیشہ وارانہ فرائض انجام دیئے مگر آخر میں انہیں فراموش کرتے ہوئے پریس بریفنگ سے جان بوجھ کر دور رکھا گیا۔ جامشورو کے صحافیوں نے آئی جی سندھ سے مطالبہ کیا کہ ایس ایس پی جامشورو کے دہرے معیار کا نوٹس لیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

پرائمری اساتذہ کے ساتھ زیادتی

چمن وطن ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے ضلعی آرگنائزر شاہ ولی چمنوال، نصراللہ نیازی، محمد گوہر خان، محمد سلیم، عبدالکریم اور دیگر اساتذہ نے جہد حق کے نامہ نگار کو بتایا کہ چمن میں پرائمری اساتذہ کو بچوں کے سکالر شپ نہ دینا ناانصافی ہے۔ 2011ء سے منظور شدہ سکالر شپ ایس ایس ٹی ٹیز اساتذہ کو جاری کرنا اور پچھلے طبقہ کے اساتذہ کو اس سے محروم کرنا محکمہ تعلیم کی جانب سے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔ پرائمری اساتذہ معاشرے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ پرائمری اساتذہ کرام نے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے پرزور اپیل کی کہ وہ پرائمری اساتذہ کے بچوں کے لیے منظور شدہ سکالرشپ جلد اعلان کرے۔ اگر ہمیں حق نہ دیا گیا تو پھر ہم احتجاج سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اور ہم اپنے احتجاجی سلسلہ جاری کریں گے۔

(محمد صدیق)

امتحانی سنٹر بند کرنے کے خلاف احتجاج

میرپورخاص میرپورخاص تعلیمی بورڈ نے میرپورخاص ڈویژن کے 55 امتحانی سینٹروں کو چھوٹا بتا کر ختم کر دیا۔ اس میں ضلع عمرکوٹ کے سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سکولوں کے امتحانی سینٹر بھی شامل ہیں۔ امتحانی سینٹر ختم کرنے والے فیصلے کے خلاف عمرکوٹ ضلع کے مختلف علاقوں کے سکولوں کے طالب علموں نے 20 دسمبر کو احتجاجی ریلیاں نکالیں اور مظاہرے بھی کئے۔ اس میں صوفی فقیر، مہینڈ رے جو پار، ٹیھبری، غلام نبی شاہ، سامارو روڈ، بودر فارم، ٹالہی اور شادی پلی سمیت دیگر شامل تھے۔ شاگرد جانب علی، نور محمد، مہیش کمار، سیف اللہ، نذیر احمد آرائیں، امیر بخش سولنگی، چمن کوہلی سمیت دیگر کا کہنا تھا کہ امتحانی سینٹر ختم کرنے سے طالب علموں کو کئی قسموں کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ختم کئے گئے امتحانی سینٹر جلد بحال کئے جائیں۔ دوسری صورت میں احتجاجی تحریک چلائی جائے گی اور میرپورخاص تعلیمی بورڈ آفس کا گھیراؤ کیا جائے گا۔ بورڈ انتظامیہ نے میرپورخاص ڈویژن کے چار اضلاع میرپورخاص، سانگھڑ، عمرکوٹ اور تھرپارکر میں قائم کئے گئے امتحانی سینٹروں میں سے چالیس سیکنڈری اور پندرہ ہائر سیکنڈری امتحانی سینٹروں کو چھوٹا بتا کر ختم کر کے دوسرے سینٹروں میں ضم کیا گیا ہے۔ گسٹا (Government schools teachers association) رہنماؤں کا کہنا تھا کہ کچھ ایسے امتحانی سینٹر تھے جو کہ دیہاتی طالب علموں کی سہولت کے لیے بنائے گئے تھے ان کو ختم کر کے تیس سے چالیس کلومیٹر دور دوسرے سینٹروں میں ضم کرنے سے طالب علموں کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چیئرمین تعلیمی بورڈ میرپورخاص برکت علی اے دستی کا کہنا تھا کہ میرپورخاص ڈویژن میں امتحانی سینٹروں کا فیصلہ گورنمنٹ پالیسی اور اسٹیئرنگ کمیٹی کے فیصلے کے بعد کیا جائے گا۔ جہاں تین سو سے زیادہ امیدواروں کی تعداد ہو گی۔ وہاں امتحانی سینٹر قائم کیا جائے گا۔

(اوکھو منروپ)

باچا خان یونیورسٹی میں سکیورٹی انتظامات بہتر، طلبا ناخوش

چارسدہ خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ میں قائم باچا خان یونیورسٹی پر شدت پسندوں کے حملے کو ایک سال ہو گیا ہے۔ یونیورسٹی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ اب سکیورٹی کے انتظامات بہتر کر دیے گئے ہیں۔ طلبا کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیے گئے وعدے اب تک وفا نہیں کیے گئے۔ باچا خان یونیورسٹی پر حملے کی پہلی برسی جمعہ کو ہے اور اس سلسلے میں یونیورسٹی میں تدریسی عمل دو روز کے لیے معطل کر دیا گیا ہے۔ یونیورسٹی انتظامیہ کے ترجمان کے مطابق حملے میں ہلاک ہونے والے افراد کے لیے قرآن خوانی کی جائے گی۔ باچا خان یونیورسٹی پر بیس جنوری سال دو ہزار سولہ میں شدت پسندوں نے عقبی دیوار سے داخل ہو کر حملہ کیا تھا جس میں چودہ طلبا اور عملے کے چار افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ اس حملے کے بعد یونیورسٹی میں سکیورٹی انتظامات پر سوالات اٹھائے گئے تھے۔ حالانکہ ایسی اطلاعات تھیں کہ یونیورسٹی کے سکیورٹی گارڈز نے جان ہتھیلی پر رکھ کر حملہ آوروں کا کیا تھا۔ باچا خان یونیورسٹی کے ترجمان سعید خان خلیل نے بی بی سی کو بتایا کہ گزشتہ سال کی نسبت اب یونیورسٹی میں سکیورٹی انتظامات بہتر کر دیے گئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اب یونیورسٹی کی تمام بیرونی دیواریں اونچی کر دی گئی ہیں۔ جبکہ پندرہ سے زیادہ مورچے قائم کیے گئے ہیں جہاں ہر وقت سکیورٹی اہلکار تعینات رہتے ہیں۔ یونیورسٹی میں سکیورٹی گارڈز کی تعداد اب ایک سو پندرہ ہو گئی ہے جنھیں خود کار اسلحہ فراہم کر دیا گیا ہے۔ باچا خان یونیورسٹی کے طلبا نے چند روز پہلے چارسدہ شہر میں ایک احتجاجی مظاہرہ بھی کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت نے جو وعدے ان سے کیے تھے ان پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ اس احتجاجی مظاہرے میں شامل طالب علم رہنما محمد باسط خان نے کہا کہ حکومت کے علاوہ عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما بھی اس یونیورسٹی کی طرف توجہ نہیں دے رہے۔ انھوں نے کہا کہ جس طرح آرمی پبلک سکول کے بچوں کو پیکج دیے گئے اسی طرح باچا خان یونیورسٹی کے طلبا کو بھی پیکج فراہم کیا جائے اور طلبا کو اعزازی ڈگریاں دی جائیں جبکہ یونیورسٹی میں قائم بلاکس کو اس حملے میں ہلاک ہونے والے طلبا کے ناموں سے منسوب کیا جائے۔ پشاور کے آرمی پبلک سکول پر حملہ دسمبر دو ہزار چودہ میں کیا گیا تھا جس میں ایک سو چالیس سے زیادہ طلبا اور عملے کے ارکان ہلاک ہو گئے تھے۔ اس حملے کے بعد صوبے میں تمام تعلیمی اداروں کی سکیورٹی بڑھانے کے لیے اقدامات کیے گئے لیکن آرمی پبلک سکول پر حملے کی پہلی برسی کے ایک ماہ بعد باچا خان یونیورسٹی پر شدت پسندوں نے حملہ کر دیا تھا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

اساتذہ 5 ماہ سے تنخواہوں سے محروم

پشاور پشاور میں این ٹی ایس کے ذریعے پی ٹی سی سمیت دیگر کیڈر پر بھرتی سینکڑوں اساتذہ 5 ماہ بعد بھی تنخواہوں سے تاحال محروم ہیں جس کے باعث یہ اساتذہ ہمہ وقت دفاتر کا طواف کرنے پر مجبور ہیں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر میل فی میل نے پانچ ماہ قبل پشاور میں خالی پوسٹوں پر پی ایس ٹی، سی ٹی اور دیگر کیڈر پر سینکڑوں اساتذہ کی بھرتی کی تھی یہ تمام بھرتیاں این ٹی ایس کے ذریعے ہوئی تھیں تاہم 5 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود مذکورہ اساتذہ تنخواہوں سے محرومہ ہیں جس کے باعث ان میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔

(روزنامہ آج)

طالب علم کے قتل کے خلاف احتجاجی ریلی

حیدر آباد 3 جنوری کو پولیس کے ہاتھوں قتل ہونے والے طالب علم ہادی الرحمان ناریجو کے قتل کے خلاف سوشل ورکرز حیدر آباد کی جانب سے اولڈ کیمپس سے پریس کلب تک ریلی نکالی گئی۔ اس موقع پر حسنین شاہ، سمیع میر اور ناصر قاضی نے کہا کہ حیدر آباد میں اسنیپ چیکنگ کے نام پر پولیس اہلکار جگہ جگہ کھڑے ہو کر شہریوں سے پیسے بٹور رہے ہیں جبکہ پیسے دینے سے انکار کرنے والوں کو فل فرائی اور ہاف فرائی کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ چند روز قبل بھی قاسم آباد کے علاقے لندن ٹاؤن پارک کے نزدیک پولیس اہلکاروں نے پیسے نہ دینے پر سندھ یونیورسٹی کے طالب علم ہادی ناریجو کو گولیاں مار کر قتل کر دیا اور کیس کے عین گواہان کو گرفتار کر کے لاپتہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے عدالت سے اپیل کی کہ طالب علم کے قتل کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے اور معاملے کو منطقی انجام تک پہنچایا جائے اور قاتلوں کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ

جھنگ جھنگ جو صدیوں پرانا علاقہ ہے اسے انگریز حکومت نے 1849 میں ضلع کا درجہ دیا۔ یہ انگریز سرکار کے تحت قائم ہونے والے یہ اولین اضلاع میں شامل ہے لیکن تعلیمی لحاظ سے یہ آج بھی اتنا ہی پسماندہ ہے جتنا 51-1950 میں تھا۔ 2013ء کے عام انتخابات سے ایک ماہ قبل اس وقت کے وفاقی وزیر تعلیم و تربیت شیخ وقاص اکرم نے اپنے والد شیخ محمد اکرم (موجودہ ایم این اے) اور بھائی نواز اکرم (موجودہ امیدوار چیئرمین بلدیہ) کے ہمراہ مل کر ایک پریس کانفرنس میں مسلم ق کو چھوڑ کر مسلم لیگ ن میں شمولیت کا اعلان کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ انہوں نے مسلم لیگ سے صرف ایک مطالبہ کیا ہے کہ جھنگ میں یونیورسٹی بنائی جائے اور انہیں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے یقین دلایا ہے کہ اگر اگلے ماہ (2013ء کے انتخاب کے حوالے سے) ہونے والے انتخابات میں مسلم لیگ ن کو کامیابی ملی اور ان کی حکومت قائم ہوئی تو جھنگ میں یونیورسٹی بنائی جائے گی۔ آج ساڑھے تین برس گزر چکے ہیں لیکن جھنگ میں یونیورسٹی قائم نہیں ہو سکی جبکہ اس عرصے میں حکومت نے اوکاڑہ، ساہیوال اور ڈیرہ غازی سمیت متعدد علاقوں میں یونیورسٹیاں قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

(قمر زیدی)

تعیناتی کا مطالبہ

شہداد کوٹ یکم جنوری کو قمبر شہداد کوٹ ضلع کے ہیڈ ماسٹر کے ٹیسٹ میں کامیابیاں ہونے والے امیدواروں آصف پیرزادہ اور محمد علی چانڈیو سمیت پچاس سے زائد امیدواروں نے احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے میڈیا سے باتیں کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک سال گزرنے کے باوجود حکومت نے ہیڈ ماسٹرس کی ٹیسٹ میں کامیاب امیدواروں کو آفر آرڈ نہیں دیئے ہیں جس کی وجہ سے کامیاب ہیڈ ماسٹرس پریشانی کا شکار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے آفر آرڈ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(ندیم جاوید)

صحت

گوادر میں پانی کی شدید قلت

گوادر بلوچستان کے ساحلی ضلع شہر گوادر میں صاف پانی کا مسئلہ ایک مرتبہ پھر سنگین ہوگیا ہے۔ بلوچستان کے بعض علاقوں میں گذشتہ ہفتے بارش اور برفباری کی وجہ سے کسی حد تک خشک سالی کا خاتمہ ہوا ہے لیکن گوادر اور اس سے متصل مکران ڈویژن کے بعض علاقے اب بھی طویل خشک سالی سے دوچار ہیں۔ خشک سالی کا فوری اثر گوادر میں گھریلو استعمال کے پانی کی قلت کے حوالے سے پڑا ہے کیونکہ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے گوادر اور اس کے نواحی علاقوں میں پانی کی فراہمی کا واحد ذریعہ آکڑہ ڈیم مکمل طور پر خشک ہوگیا ہے۔ گوادر سے تعلق رکھنے والے سینیئر صحافی بہرام بلوچ نے بتایا کہ اس وقت گوادر شہر اور اس کے نواحی علاقوں کو ٹینکروں کے ذریعے 160 کلومیٹر دور ضلع کیچ میں واقع میرانی ڈیم سے پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس مقصد کے لیے حکومت کی جانب سے فی ٹینکر 10 سے 12 ہزار روپے کی ادائیگی کی جا رہی ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں سمندری پانی سے نمک نکالنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا گیا تھا۔ بہرام بلوچ کے مطابق یہ ایک ارب روپے سے زائد کا منصوبہ تھا لیکن وہ پلانٹ ناکام ہوا۔ گوادر کے قریب پشکان کے علاقے کے رہائشی نور الامین نے بتایا کہ پانی کا مسئلہ اتنا سنگین ہے کہ لوگوں کو معاش کی بجائے زیادہ پریشانی پانی کی ہوتی ہے۔ ان کا کہنا تھا 'دوسرے علاقوں کے لوگ صبح اٹھ کر اپنی معاش کی فکر کرتے ہیں لیکن گوادر کے لوگوں کو یہ فکر ہوتی ہے کہ وہ کہ پانی کا انتظام کہاں سے کریں۔' پشکان ہی سے تعلق رکھنے والے بابا آدم نے بتایا کہ پشکان کو پہلے روزانہ ڈیڑھ لاکھ گیلن پانی فراہم کیا جاتا تھا لیکن آج کل 60 سے 70 ہزار گیلن پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔ گوادر کو پانی فراہم کرنے والے محکمہ پبلک ہیلتھ انجنیئر نگ کے ایس ڈی او نثار احمد نے فون پر بتایا کہ گوادر میں لوگوں کی پانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے روزانہ 230 سے 240 ٹینکر میرانی ڈیم سے گوادر کے لیے پانی لاتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گوادر میں پانی کی طلب 25 لاکھ گیلن روزانہ ہے لیکن اس وقت گوادر شہر کو ٹینکروں کے ذریعے 12 لاکھ گیلن پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ گوادر میں پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے ایک اور ڈیم مکمل کیا جا چکا ہے جبکہ دوسرا ڈیم تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ہسپتال میں بجلی مسلسل بندش

خیبر ایجنسی خیبر ایجنسی کی تحصیل لنڈی کوتل کے ایجنسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں بجلی کی مسلسل بندش کے باعث بچے و بزرگ مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ نمونیا و دیگر امراض میں مبتلا بچوں، عارضہ قلب کے مریض علاج کیلئے پشاور کا رخ کرنے لگے ہیں۔ مکینوں نے گورنر و دیگر اعلیٰ حکام سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ لنڈی کوتل کے دیگر علاقوں میں مسلسل بجلی بند رہتی ہے جہاں پر خشک سرد موسم میں درجنوں بچے نمونیا اور سینے کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ ان بچوں کو طبی امداد کیلئے ہسپتال لایا جاتا ہے تاہم ہسپتال میں بجلی بندش سے بچوں کو مناسب علاج فراہم کرنا ممکن نہیں ہوتا اور انہیں پشاور منتقل کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مریض بچوں کے لواحقین محمد جان اور شوکت خان نے بتایا کہ ان بچے نمونیا میں مبتلا ہیں لیکن وارڈ میں بجلی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بچوں کو شدید مشکلات درپیش ہیں۔ اس حوالے سے ہسپتال کے ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ کئی ماہ سے لوڈ شیڈنگ کا سلسلہ جاری ہے، بجلی بلوں کی مد میں بتیس لاکھ روپے ٹیسکو کے اکاؤنٹ میں جمع کرائے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود صورتحال میں کوئی بہتری نہیں آئی۔

(روزنامہ مشرق)

ہسپتالوں میں سوائن فلو سے بچاؤ کی ادویات ناپید

پشاور خیبر پختونخوا میں سیزنل انفلوئنزا ''ایچ ون این ون'' کے متعدد کیسز رپورٹ ہونے کے باوجود لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور سمیت بڑے ایم ٹی آئی ہسپتالوں میں تاحال ادویات و دیگر انتظامات نہیں کئے جاسکے ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ سوائن فلو کو عالمی ادارہ صحت نے اب سیزنل انفلوئنزا مرض قرار دے دیا ہے۔ اس وقت اس مرض کے متاثرہ افراد صوابی سمیت مختلف اضلاع سے رپورٹ ہو رہے ہیں، اب تک صرف صوابی کے مختلف علاقوں سے 8 سے زائد متاثرہ مریضوں کو رپورٹ کیا گیا ہے جبکہ حیات آباد میڈیکل میں بھی رپورٹ ہونے والے تین مریضوں تعلق سوات، مردان اور پشاور سے بتایا جاتا ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

ایڈز کے 638 مریض رجسٹرڈ

کوئٹہ بلوچستان میں ایڈز سے متاثرہ افراد کی تعداد میں پریشان کن حد تک اضافہ دیکھا جا رہا ہے، صوبے میں جاری ایڈز کنٹرول پروگرام کے سربراہ ڈاکٹر نور قاضی کہتے ہیں کہ بلوچستان ایڈز کنٹرول پروگرام میں اب تک 638 ایڈز کے مریض رجسٹرڈ کیے جا چکے ہیں جو صوبے کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ ہر سال یکم دسمبر کے دن دنیا بھر میں ایڈز کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نور قاضی بتاتے ہیں کہ ان مقامات کے زیادہ تر افراد خلیجی ریاستوں اور بیرونِ ملک رہتے ہیں، جبکہ نشے کی عادی افراد کی بھی بڑی تعداد ایڈز کے مریضوں میں شامل ہے۔ ان کا بتانا تھا کہ 638 رجسٹرڈ مریضوں میں سے صرف 407 ایڈز کے مریض مناسب علاج کرا رہے ہیں۔ کوئٹہ میں ایڈز کنٹرول سینٹر کے سربراہ ڈاکٹر کے ڈی عثمانی بتاتے ہیں کہ بلوچستان کے شعبہ صحت کی جانب سے کوئٹہ اور تربت میں 2 ایڈز کنٹرول سینٹر قائم کیے گئے ہیں، لیکن اس مرض سے بچاؤ کا واحد طریقہ احتیاط ہے۔ ایڈز آگاہی پر منعقدہ سیمینارز میں ماہرین کی جانب سے بتایا گیا کہ صوبے کی بیشتر جیلوں میں بھی ایڈز کے مریضوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ ڈاکٹر نور قاضی کے متابق جیلوں میں مریضوں کی موجودگی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں بھی ایڈز کا مرض موجود ہے اور وہ علاج کے لیے کنٹرول سینٹر کا رخ کرنے کو بھی نظرانداز کر رہے ہیں۔ ماہرین نے حکومت، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی سے اس مرض سے متعلق آگاہی پھیلانے اور اس کے خاتمے کے لیے مشترکہ اقدامات کرنے پر بھی زور دیا۔ بدقسمتی سے پاکستان میں یہ مہلک مرض خطرناک حد تک پھیل رہا ہے، تمام تر مقامی اور عالمی سطح پر کیے گئے اقدامات کے باوجود اس کی پھیلتی شرح تشویشناک ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

جہدحق پڑھنے والوں کے خطوط

سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار

اوکاڑہ بصیر پور د یپال پور روڈ کے کناروں پر جگہ جگہ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے سڑک پر چلنے والی ٹریفک کی روانی متاثر ہورہی ہے اور حادثات رونما ہو رہے ہیں۔ مقامی شہریوں نے بصیر پور د یپالپور روڈ کے کناروں پر واقع گوبر اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اٹھانے کے لیے ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ کو متعدد درخواستیں دی ہیں تاہم کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ محمد اعظم نے بتایا کہ بصیر پور د یپالپور روڈ کے کناروں پر کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں کی وجہ سے ٹریفک کی روانی متاثر ہوتی ہے اور حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ (اصغر حسین حماد)

ملازمین کا تنخواہ کی بندش کے خلاف مظاہرہ

بنوں ٹی ایم اے بنوں ملازمین نے تنخواہوں اور پنشن کی عدم ادائیگی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ و ہڑتال کی اور ٹی ایم اے دفتر کے سامنے سڑک کو بند کر دیا۔ تحصیل میونسپل کمیٹی بنوں میں لوکل گورنمنٹ ایمپلائز فیڈریشن کے صوبائی نائب صدر حافظ کریم داد خان کی صدارت میں احتجاجی اجلاس ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے حافظ کریم داد خان، حاجی انور کمال خان نے کہا کہ ٹی ایم اے ملازمین چار ماہ سے تنخواہ اور پنشن کی رقم سے محروم ہیں، تحصیل ناظم اور تحصیل انتظامیہ سے بار بار رابطہ کیا گیا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی کا مسئلہ

ٹانک 19 جنوری 2017 کو ٹانک میں 10 ماہ سے پنشن کی بندش کے بعد اب 3 ماہ سے تنخواہوں کی بندش سے ٹی ایم اے ملازمین فاقوں پر مجبور ہو گئے، انہوں نے کام چھوڑ کر بھوک ہڑتالی کیمپ لگانے کی دھمکی دی۔ ان کا کہنا تھا کہ دکاندار انہیں سابقہ قرضہ جات کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اشیائے خورد ونوش مزید قرض پر دینے کیلئے تیار نہیں، ان کے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں، سکول فیسوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بچے تعلیم جاری رکھنے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر 24 گھنٹوں کے اندر تنخواہوں اور پینشن کی فوری ادائیگی کو یقینی نہ بنایا گیا تو وہ راست اقدام اٹھانے پر مجبور ہونگے۔ تحصیل ٹانک کی میونسپل ایمپلائز مزدور یونین کا ایک ہنگامی اجلاس ٹی ایم اے آفس ٹانک میں یونین کے صدر قمر زمان کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں حاضر سروس اور ریٹائرڈ ملازمین نے شرکت کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یونین صدر قمر زمان اور دیگر عہدیداروں نے کہا کہ تحصیل حکومت کے قیام کے بعد تنخواہوں کا معاملہ حل ہونے کی امید تھی مگر اب یہ معاملہ حل ہوتا دکھائی نہیں دے رہا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بجلی بندش کے خلاف مظاہرے

کرم ایجنسی کرم ایجنسی صدہ بازار اور علی زئی تحصیل میں قبائل نے چھ روز تک بجلی کی بندش کے خلاف احتجاجی مظاہرے کئے اور پارا چنار پشاور مین روڈ کو آمد و رفت کیلئے بند کر دیا۔ پولیٹیکل حکام کے مطابق لوئر کرم اور وسطی کرم ایجنسی کے مختلف علاقوں کی بجلی گزشتہ چھ روز سے بند ہے جس کے خلاف علی زئی قبائل نے ڈھول کی تھاپ پر مظاہرہ کیا اور مین روڈ کو آمد و رفت کیلئے بند کر دیا۔ تاہم پولیٹیکل انتظامیہ اور واپڈا حکام کی یقین دہانی پر مظاہرین نے احتجاج ختم کر دیا۔ صدہ بازار میں بھی انجمن تاجران اور قبائل نے بجلی کی بندش کے خلاف احتجاج کیا او واپڈا کے خلاف نعرے بازی کی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

گیس کی قلت، صارفین کا حیات آباد اور فقیر آباد کے دفاتر کا گھیراؤ

پشاور گیس کے شدید ترین بحران پر علاقہ مکینوں نے سوئی گیس حیات آباد اور فقیر آباد کے دفاتر کا گھیراؤ کیا۔ پشاور کے نواحی علاقے ملوزئی، بڈھ بیر، کے مکینوں نے حیات آباد آفس، بخشو پل یوسف آباد، دلہ زاک روڈ کے مکینوں نے فقیر آباد آفس کا گھیراؤ کیا اور دونوں دفاتر کے باہر احتجاجی دھرنا دیا جس کے باعث چارسدہ روڈ پر ٹریفک متاثر ہوئی۔ احتجاجی مظاہرین نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جس پر سوئی نادرن گیس کے حکام کے خلاف نعرے درج تھے۔ مکینوں کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا کہ گیس بحران کے باعث گھریلو صارفین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ (روزنامہ آج)

لڑکی کو اغواء کر لیا

راجن پور 02 جنوری کو تین افراد محمد بخش، قدیر اور جہانگیر نے ایک طالبہ لڑکی شبانہ صادق کو گرلز ہائی سکول سے واپسی پر اغواء کر لیا۔ مقامی افراد فقیر احمد اور غلام شبیر نے دیکھا کہ ملزمان لڑکی کو کیری ڈبہ میں اغواء کر کے لے جا رہے تھے جن کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ رپورٹ کے ارسال ہونے تک ملزمان کو گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔

(اجمل حسین چانڈیہ)

سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار

کمالیہ کمالیہ جکھڑ روڈ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے جس وجہ سے حادثات معمول بن گئے اور شہری مشکلات کا شکار ہیں۔ کمالیہ سے براستہ جکھڑ بھسی جانے والی سڑک مختلف مقامات سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ سڑک میں گہرے گڑھے پڑے ہوئے ہیں جس سے روزانہ حادثات ہو رہے ہیں اور راہگیروں کو یہاں سے گزرنے میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ منتخب نمائندگان نے تین سال گزر جانے کے باوجود اس سڑک کی تعمیر و مرمت پر کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ متاثرہ علاقہ کے مکینوں نے چیئرمین ضلع کونسل ٹوبہ فوزیہ خالد وڑائچ اور وائس چیئرمین مخدوم سید اختر عباس کرمانی سے مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ سڑک کی تعمیر ترجیحی بنیادوں پر کی جائے تاکہ حادثات سے بچا جا سکے۔

(اعجاز اقبال)

Some of the emblematic cases of dishonor crimes are as follows:

- On June 5, in Bolan (Balochistan), a woman was shot dead by her brother who suspected that she had an affair with one of his friends. When the perpetrator saw them together, he shot his sister with an assault rifle while his friend managed to run away. A case was registered against the perpetrator, who remained at large.
- On January 4, in Naushero Feroze (Sindh), a man killed his sister because she had married a man without her family's approval six months earlier. A jirga had the victim brought back to her parents' house. Her brother walked into the room she was kept in and opened fire on her while she was sleeping. She died instantly. Her brother fled from the scene and her parents tried to bury her during the night without even holding her funeral. However, the police arrived at the graveyard and took the dead body into custody. The main accused who had fled had hidden at the house of a local landlord, who had earlier arranged for the jirga to intervene. An FIR was registered on the behest of the victim's father.

- On June 22, in Diamer (Gilgit Baltistan), a 40-year old woman and her 45-year-old husband were fatally shot by her brother because she had married without her family's consent 20 years ago. The couple had eight children. The couple had moved to a far flung area in Darel valley after they got married. The perpetrator had been looking for them ever since. The perpetrator managed to flee the scene of the crime.

- In Khyber Agency (FATA), in June, two men confessed to killing their maternal uncle and sister-in-law. They claimed the two were having an affair. A five-member jirga concluded that the accused should be asked to take an oath on the Holy Quran that in killing their sister-in-law and their maternal uncle 'they had done nothing wrong (with malafide intention)'. The Jirga stated that if the accused took the oath the murders stood 'justified' as per *Riwaj* (a custom in the tribal areas under which killing a woman in the family after killing a man and alleging 'illicit relations' effectively justifies both the murders) and the accused should be acquitted. The Assistant Political Agent (APA) Landi Kotal, Khyber Agency issued an order that the Jirga verdict 'is clear and in accordance with the local *Riwaj*. On HRCP's intervention, a court ordered trial of the accused.

A cursory glance at the cases listed above provides an understanding of the geographical spread and nature of these human rights violations in the country. The much celebrated anti-honor killing bill, which was adopted in October 2016, in a joint sitting of parliament, should be welcomed as a good first step and acknowledgment of a serious problem but unless it helps address crime in the name of family honour it cannot be heralded as success. A serious resolve from the authorities is required but even more important is the need to change social mindsets and treat women as human beings entitled to equal rights.

The analysis indicates the widespread nature of these violations. It is important for civil society organisations and citizens to keep the spotlight trained on such crimes to build pressure on the state to fulfill its obligations to provide a safe environment for all citizens.

The following table shows the number of dishonor crime cases reported from six regions of Pakistan. In these twelve months, the highest number of cases was recorded in the selected districts of Khyber Pakhtunkhwa, where 88 dishonor crime incidents were monitored, while the lowest was reported from Federally Administered Tribal Areas from where nine such incidents were reported.

Dishonor crime (Jan Dec 2016)

Region	Jan	Feb	Mar	Apr	May	June	July	Aug	Sept	Oct	Nov	Dec	Total
Balochistan	1	3	1	2	0	3	1	3	2	1	0	0	17
Sindh	8	3	6	4	5	5	5	4	0	1	3	4	41
FATA	0	3	3	0	0	1	0	1	0	1	1	2	9
Gilgit Baltistan	2	5	2	4	11	3	7	4	4	5	1	4	47
KP	8	9	13	12	9	8	12	6	4	7	6	4	88
South Punjab	4	5	5	6	7	5	11	4	6	5	3	5	58
Total	23	28	30	28	32	25	36	22	16	20	14	19	260

For a better understanding, the following line chart helps to recognize the trend of the cases reported in 2016:

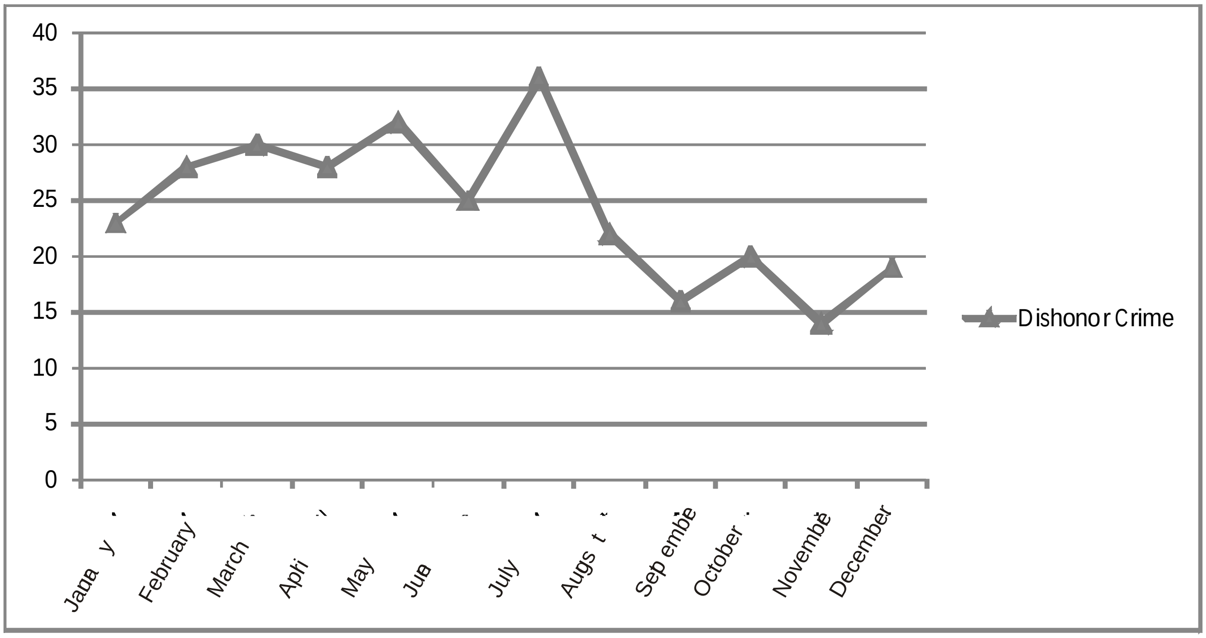

The line chart shows the monthly break-up of the total number of dishonor crime cases reported by the monitors in the selected districts in 2016. The number of cases recorded reached a peak at 36 in July. The reported cases dropped over the next two months, before rising again to 20 in October. The reported cases dropped to 14 in November, the lowest in a year.

The analysis indicates the importance for civil society organisations and citizens to keep the spotlight trained on such crimes to build pressure on the state to fulfill its obligations to provide a safe environment for all citizens.

payment of arrears when the factory owners called the police. The police baton charged the workers and then fired live ammunition, causing a worker's death.

- In May, the coordinator of a senior MQM leader, Aftab Ahmed, was arrested by Rangers in Karachi and died in custody. The Rangers claimed that he had died of natural causes. However, a post-mortem examination showed extensive bruising on the body. Five officers were suspended and an inquiry ordered.
- In June, in Peshawar, a man was killed extra-judicially, while another was injured when they were coming back from Karkhano Market. Two police informers and a policeman, dressed as a security guard, had tried to stop them and when they did not stop, they chased them and opened fire on them. Both were seriously injured and one of them died at the hospital. They were reportedly suspected of dealing in narcotics. The police lodged a case after the family of the deceased protested outside Hayatabad police station along with the dead body of the victim. The police also lodged a case against the victim's family for blocking roads and causing inconvenience to the public.
- On September 13, a man was with his friends on his agricultural land in Giraani, Kalat (Balochistan) when around 10 men, in security forces uniforms, allegedly picked him up over suspicion that he had provided assistance to insurgents of Baloch Liberation Army militant group in Kalat. Two days after his disappearance, the victim's tortured body was found near his house.

The following table represents the number of extra-judicial execution cases reported from selected districts across six regions in Pakistan. In these twelve months, the highest number of cases was reported from Interior Sindh while only one case was reported from South Punjab.

Extra-judicial, arbitrary or summary execution (Jan Dec 2016)

Region	Jan	Feb	Mar	Apr	May	Jun	Jul	Aug	Sept	Oct	Nov	Dec	Total
Balochistan	0	0	0	3	0	1	0	0	0	0	1	1	6
Interior Sindh	0	1	2	2	1	0	3	0	1	2	1	4	17
FATA	2	1	0	0	2	1	0	1	0	2	0	1	10
Gilgit Baltistan	1	0	2	0	0	0	0	0	0	0	0	0	3
KP	0	1	0	2	1	1	0	0	1	1	0	1	8
South Punjab	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	1	1
Total	3	3	4	7	4	3	3	1	2	5	2	8	45

The following line chart shows the monthly break-up of the total number of extra-judicial killings that were monitored in 2016 and helps to recognize the trend of the cases reported.

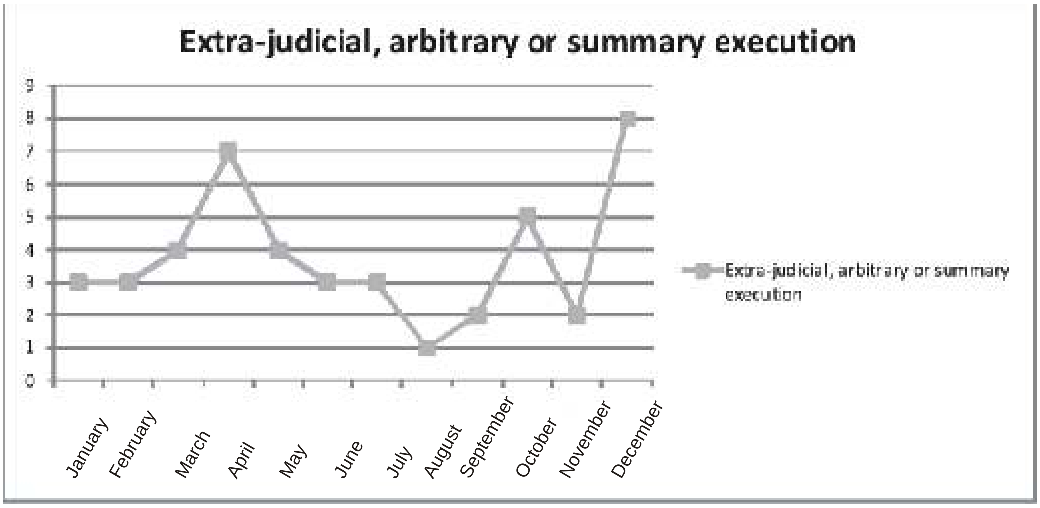

The line chart demonstrates that there is no static trend in the number of extra-judicial execution cases reported. The highest number of cases was reported in December, when eight incidents of extra-judicial killings were recorded while the lowest number was reported in August when only one such incident was reported.

Some of the emblematic cases of extra-judicial executions are as follows:

- In March, a man was shot and killed by police during a workers' demonstration. The workers at a textile factory in Jamshoro, Sindh, were demanding better wages and

Keeping track of rights and wrongs

The civil society's advocacy and focus on human rights issues has contributed to persuading the authorities to create at least some mechanisms and forums aimed at improving the situation.

Even the most generous assessment of such mechanisms' performance so far does not paint a rosy picture. In the circumstances, the need for the civil society to continue to monitor and document rights violations remains as important as ever.

The Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) closely monitors human rights violations across Pakistan. Reports submitted by HRCP field monitors help the organisation understand the gravity and frequency of these violations and call for corrective measures. With a view to improving the overall rights situation, HRCP considers it vital to focus on serious violations of human rights and for creation of an environment where not only are the violators punished but steps are taken to introduce mechanism to prevent violations.

Dishonor crime and extra-judicial, arbitrary or summary executions are two of the many pressing human rights concerns of HRCP, which need immediate attention. According to reports submitted by HRCP monitors from 60 districts across six regions of Pakistan, in 2016 there were 45 cases of extra-judicial, arbitrary or summary execution and another 260 cases of dishonor crime.

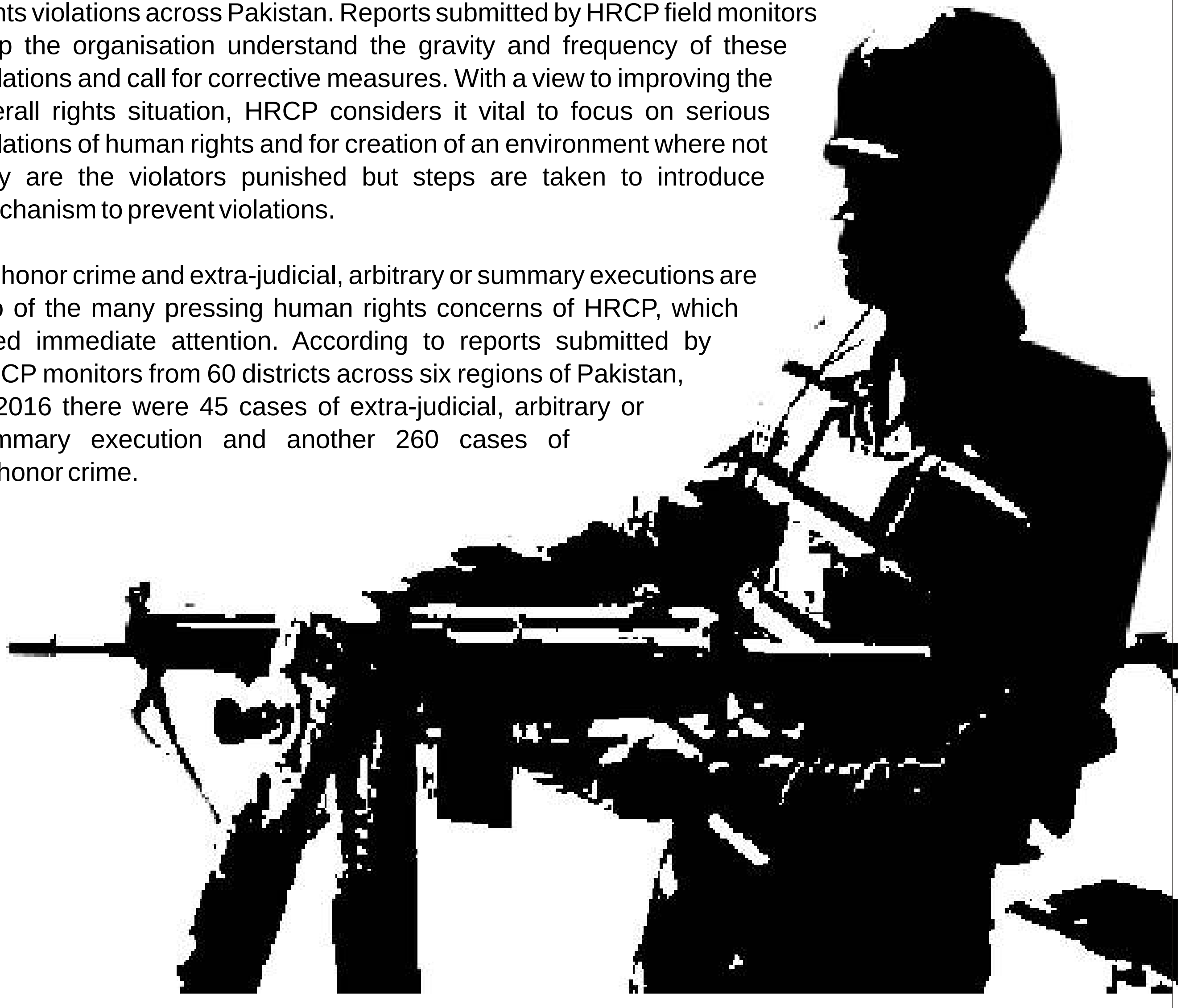

Enforced disappearances in selected districts-2016

Districts	January	February	March	April	May	June	July	August	September	October	November	December	Total
Balochistan													
Gwadar	0	1	1	0	0	0	0	0	1	0	0	0	**3**
Kalat	0	0	0	0	0	0	0	0	2	0	0	1	**3**
Kharan	1	0	1	0	0	0	0	1	2	1	0	0	**4**
Loralai	0	0	0	1	1	0	0	0	0	0	0	1	**3**
Mastung	0	1	0	0	0	1	0	0	0	0	1	1	**4**
Noshki	0	1	1	0	1	1	0	0	1	0	0	0	**5**
Panjgur	0	1	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	**1**
Turbat Kech	0	0	0	2	1	1	0	3	3	2	3	0	**15**
Washuk	0	0	0	1	0	0	0	0	0	0	0	0	**1**
Total	**1**	**4**	**3**	**4**	**3**	**3**	**0**	**4**	**9**	**3**	**4**	**3**	**39**
Sindh													
Badin	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	2	0	**2**
Dadu	0	0	0	1	0	0	0	0	0	0	0	0	**1**
Jamshoro	0	1	0	0	0	0	1	0	1	1	0	2	**6**
Larkana	1	1	0	1	2	0	0	0	0	0	0	0	**5**
Nawabshah	0	0	0	0	0	1	0	0	0	0	0	0	**1**
Naushahro Feroz	0	0	0	1	0	0	0	1	0	0	0	0	**2**
Sukkur	0	1	0	0	0	0	1	0	0	0	0	0	**2**
Total	**1**	**3**	**0**	**3**	**2**	**1**	**2**	**1**	**1**	**1**	**2**	**2**	**19**
Khyber Pakhtunkhwa													
Abbottabad	0	0	0	0	0	0	0	1	0	0	0	1	**2**
Buner	0	1	0	0	1	0	0	1	1	0	0	0	**4**
Dera Ismail Khan	0	0	0	0	0	0	0	0	1	0	0	0	**1**
Peshawar	3	1	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	**4**
Shangla	0	0	0	1	0	0	0	0	0	0	0	0	**1**
Swabi	1	1	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	**2**
Tank	0	0	0	0	0	0	0	0	1	0	1	0	**2**
Total	**4**	**3**	**0**	**1**	**1**	**0**	**0**	2	3	0	1	1	**16**
Federally Administered Tribal Areas													
Mohmand Agency	0	0	0	0	1	1	0	0	0	0	0	0	**2**
North Waziristan	0	0	1	1	1	1	0	0	0	0	0	0	**4**
Total	**0**	**0**	**1**	**1**	**2**	**2**	**0**	**0**	**0**	**0**	**0**	**0**	**6**
TOTAL													**80**

The cases numbered in the table above only provide a glimpse of the problem in 60 out of over 150 districts in the country. For years, civil society organisations have been calling to bring the perpetrators of disappearance to justice. However, widespread impunity has prevailed and in fact it has contributed to the spread of disappearance in Pakistan due to inaction. An apparent manifestation of the spread has already been on display in January 2017 with the disappearance of number of bloggers and social media activists in Punjab and one in the federal capital in January 2017.

It is surely high time the government decided to deal with disappearances with the seriousness the matter has deserved all along.

- Protection of witnesses and victims' families;
- Financial aid to victims' families, specially women and children, and a programme of integral reparation; and
- Ratification of the *Convention for the Protection of All Persons against Enforced Disappearances* and recognition of the competence of the committee under the convention to consider complaints.

In its follow up report in September 2016, the WGEID regretted that most of the recommendations contained in its country visit were not implemented and also pointed out that not a single case had been communicated to the WGEID where perpetrators were held accountable. In the report, the WGEID reiterated its previous calls that the crime of enforced disappearance must be expressly included in Pakistan's criminal code.

National Commission for Human Rights

In the years leading up to the formation of the National Commission on Human Rights (NCHR) in the country, there was much hope that such an institution would contribute to curbing the practice. However, the NCHR has not been able to have any impact because its mandate expressly bars from addressing the conduct of security agencies.

The families' trauma

The family members of those who have been involuntarily disappeared are as much the victims of this excess as their missing relatives. The impact of enforced disappearances on the families is the most daunting aspect that has often been overlooked in Pakistan. Emotional scars have gone hand in hand with acute financial ones.

The overwhelming majority of disappeared persons in Pakistan comprised young men in their 20s and 30s. Many were the sole earners or significant contributors to the family income. Their disappearance has led to stark changes in their families' financial position and there are numerous accounts of children having to give up school due to the loss of income for the family. The accounts of trauma and psychological impact on the children are far too numerous to be recounted here.

Their shared misery has brought together many families of missing persons who have strived to campaign for their relatives. Families even in remote locations have tried their best to highlight the disappearance of their relatives, by traveling to bigger cities to hold press conferences, demonstrations and setting up camps outside press clubs there. At some of these camps, families have been staging sit-ins and hunger strikes for months. They have been roughed up several times during their peaceful protests. In their discussions with human rights organisations, the families have voiced their frustration over the absence of any acknowledgement, response or attention to their efforts from the authorities. They also complain that the national media has not played a proactive role and has failed to cover or convey their suffering to the outside world.

The present situation - disappearances in high incidence regions (selected districts) in 2016

The HRCP used focused monitoring to collect data on enforced or involuntary disappearances from 60 districts across six regions of Pakistan. The six regions include Balochistan, Federally Administered Tribal Areas (FATA), Gilgit Baltistan, Interior Sindh, Khyber Pakhtunkhwa and South Punjab. The data has highlighted as many as 80 cases of disappearances in 2016. All of these cases have been listed in the following table.

Cases before Commission of Inquiry on Enforced Disappearances
(as on 31st December 2016)

Province	Cases as on 31 Dec 10	New Cases 01 Mar 11 onwards	Total No. of Cases	Persons Traced during 1/11 to 12/16	Deleted due to No ED	Deleted due to other reasons	Total Disposed of Cases 31/12/16	Missing persons as on 31/12/16
ICT	**02**	**119**	**121**	**44**	**19**	**17**	**80**	**41**
Punjab	**15**	**737**	**752**	**374**	**81**	**67**	**522**	**230**
Sindh	**11**	**999**	**1010**	**692**	**110**	**91**	**893**	**117**
KPK	**57**	**1368**	**1425**	**617**	**71**	**76**	**764**	**661**
Balochistan	**47**	**229**	**276**	**101**	**40**	**36**	**177**	**99**
FATA	**03**	**109**	**112**	**42**	**10**	**07**	**59**	**53**
AJK	**03**	**37**	**40**	**13**	**09**	**04**	**26**	**14**
Gilgit Baltistan	**0**	**04**	**04**	**0**	**0**	**0**	**0**	**04**
Total: -	**138**	**3,602**	**3,740**	**1,882**	**338**	**296**	**2,521**	**1,219**

According to this table, the largest number of cases of enforced disappearance reported to the commission till July 30, 2016 was from Khyber Pakhtunkhwa (1,425), followed by Sindh (1,010), Punjab (752), Balochistan (276), Islamabad Capital Territory (121), FATA (112), Azad Kashmir (40), and Gilgit-Baltistan (04). The commission's figures show that disappearances continue to be reported from all parts of the country.

Working Group's visit and recommendations

The United Nations Working Group on Enforced and Involuntary Disappearances (WGEID) conducted a fact-finding mission to Pakistan in 2012, which made a host of recommendations to the government on how to curb this menace. The WGEID made the following recommendations:

- Inclusion of a new and autonomous crime of enforced disappearance in the Pakistan Penal Code that guarantees that anyone deprived of liberty shall be held at an authorized place of detention and promptly produced before a judicial authority;
- Enlargement of the commission of enquiry and training for the intelligence and law-enforcing agencies;

family learned about his whereabouts upon receiving a letter, courtesy of the International Committee of the Red Cross (ICRC), from the US military base in Bagram, Afghanistan. Some of these cases of disappearance raised questions of violation of Pakistan's extradition law but were considered largely to have been caused by the disregard for law in the heat of an ideologised “war on terror”.

From 2004 onwards, enforced disappearances were reported from Balochistan, an area free from US-Al-Qaeda/Taliban confrontation. A couple of cases that occurred in 2001 became known only four years later. In recent years, there has been a rise in cases of “disappearances” in Sindh, particularly of political activists. Human rights organisations have condemned the rise of the phenomenon in the province.

Over the past 16 years, the practice has continued, with spikes in numbers of alleged disappearances often coinciding with security forces operations in the country, notably in the north-western parts, including the Federally Administered Tribal Areas. (FATA). This was the case when operations were launched against militant extremists in Khyber Pakhtunkhwa and FATA, particularly in the last few years of the past decade.

Some of these cases of disappearance raised questions of violation of Pakistan's extradition law but were considered largely to have been caused by the disregard for law in the heat of an ideologised “war on terror”.

In Punjab the numbers have perhaps not been as high as Balochistan, Sindh or Khyber Pakhtunkhwa. However, in August 2015, Zeenat Shahzadi, a journalist who had been following the alleged enforced disappearance of an Indian national herself went “missing” from Lahore. According to Zeenat's family, she had been receiving threatening phone calls asking her not to pursue the case before her alleged enforced disappearance. More than a year later, her fate and whereabouts remain unknown. Zeenat's case is one of the rare cases of alleged enforced disappearance where the victim is a woman.

In January 2007, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) filed a petition in the Supreme Court for the recovery of several hundred involuntarily disappeared persons. The proceedings have led to the recovery of many victims and many others at least being 'traced' if not released. However, the hearings have not put an end to the practice.

The Judicial Commission

In 2010, on the direction of the Supreme Court, the government established a Commission of Enquiry on Enforced Disappearances (CEED) to investigate cases of involuntary disappearances and suggest ways to put an end to the practice. The CEED was headed by a retired judge of the Supreme Court and included two retired high court judges. It started work on 1 May 2010 and submitted its report on 31 December 2010.

The first thing the CEED established was the large scale of enforced disappearances and the fact that such incidents continued to be reported. The commission voiced alarm at the fact that during its eight-month tenure (May to December 2010) 203 fresh cases of enforced disappearances had been added to the 189 cases that were before it on 30 April 2010.

Upon the expiry of the mandate of CEED, the Interior Ministry formed a new commission, a Commission of Inquiry on Enforced Disappearances (CIED), to investigate cases, identify perpetrators and compensate the aggrieved. The CIED releases monthly reports. The following table offers details on the cases before Commission of Inquiry on Enforced Disappearances.

No longer an invisible issue

Over the last decade and a half, enforced disappearance has been among the most serious human rights violations in Pakistan. However, the state's efforts to investigate the cases of enforced disappearance, recover the victims and hold the perpetrators accountable have been minimal. Although Pakistan accepted a recommendation made during its 2012 Universal Periodic Review (UPR) to make enforced disappearance a distinct crime no progress has been made towards that end.

Roots of the violation

In the 1970s, there had been occasional reports of incidents of enforced disappearance in Pakistan and subsequently in 1991-92, there were cases of Muttahida Qaumi Movement (MQM) activists going "missing" during the army operations against lawlessness in Karachi. However, such cases were recorded in significant numbers after Pakistan became a key ally in the US-led "war on terror" in late 2001.

Since then, hundreds of people, mainly young men, have reportedly been "disappeared" across the country after allegedly being abducted by people believed to be officials of security agencies and have been held in secret, incommunicado detention.

Enforced disappearance is an arbitrary practice, which appears to have been resorted to either when the victims of disappearance have not committed any offence or when the perpetrators are not confident that the charges they bring and the evidence they can call upon would be insufficient to secure convictions. Many of the victims of enforced disappearance in Pakistan over the last decade and a half have been suspected of terrorism-related offences, though there are those who appeared to be guilty of nothing more than political activism. There have also been some accounts of people being picked up over personal vendettas.

From 2001 onwards, stray reports of persons disappearing for short periods, such as doctors suspected of treating Al-Qaeda leaders or otherwise associated with them, started coming in. Saifullah Piracha, a businessman disappeared while trying to board an international flight. His

HRCP with it's offices allover the country commemorates August 30 as the International Day of the Victims of Enforced Disappearances, this picture was captured whilst it's rally in Lahore in 2016.

Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination Against Women: a summary

The Convention on the Elimination of all Forms of Discrimination Against Women (CEDAW) is an international treaty adopted in 1979 by the United Nations General Assembly. Described as an international bill of rights for women, it was instituted on 3 September 1981 and has been ratified by 189 states. The eight countries to have not yet ratified CEDAW are the United States of America, Sudan, Iran, Nauru, Palau, Qatar, Tonga and Somalia.

Article 1 defines discrimination:
'...any distinction, exclusion or restriction made on the basis of sex which has the effect or purpose of impairing or nullifying the recognition, enjoyment or exercise by women, irrespective of their marital status, on a basis of equality of men and women, of human rights and fundamental freedoms in the political, economic, social, cultural, civil or any other field'.
Article 2: Duty of the state
The state must ensure the elimination of discrimination in laws, policies and practices nationally.
Article 3: Equality
The state must take measures to uphold women's equality in all fields.
Article 4: Temporary measures
States are allowed to implement temporary measures, if this means the acceleration of women's equality.
Article 5: Culture
States must abolish discriminatory cultural practices or traditions.
Article 6: Trafficking
States must take the appropriate steps to suppress the exploitation involved in prostitution and in the trafficking of women.
Article 7: Political and public life
Women must have equal rights to vote, hold public office, and participate in civil society.
Article 8: Governmental Representation
Women must be allowed to work and represent their governments internationally.
Article 9: Nationality
Women have the right to acquire, retain or even change their nationality as well as that of their children.
Article 10: Education
Women have equal rights with men with regard to education.
Article 11: Employment
Women have equal rights with men in employment (equal pay, healthy working conditions etc.)
Article 12: Health
Women have equal rights to health care with an emphasis on reproductive health services.
Article 13: Economic and social life
Women have equal rights to family benefits, financial credit and equality in recreational activities.
Article 14: Rural women
Rural women must have the right to adequate living conditions, participation in development planning and access to healthcare and education.
Article 15: Equality before the law
Women and men must be seen as equals before the law, have the legal right to own property and choose their place of residence.
Article 16: Marriage and family
Women have equal rights with men within marriage, including family planning.
Article 17-24:
refer to the functioning and role of the Committee of CEDAW and reporting procedures.
Article 25-30:
Refer to the administration of the Convention.

Human Rights Commission of Pakistan
جہدحق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2017 - Registered No. CPL-13
جلد نمبر 24 .....شمارہ نمبر 02 .....فروری 2017 .....قیمت 5روپے

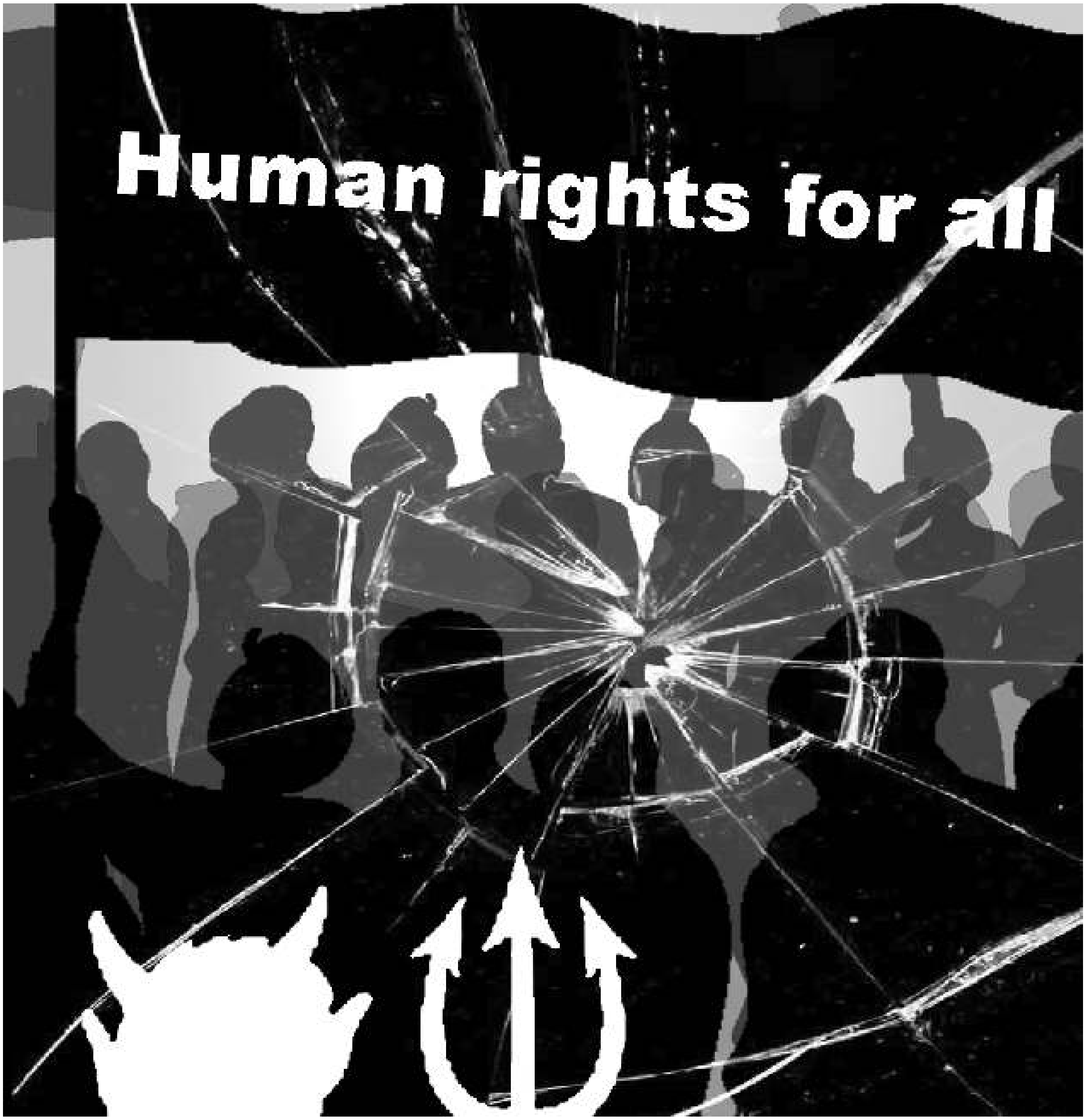

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15